

مکتبہ اسلامیہ

الذات راعی مولوی سید جمیل الدین خان صاحب ایم ای ایل بی بی بی بی بی
شیرکت بیج ضلع اوٹنگ آباد ملک سرکار آصفیہ و معاملات سیاحت انگلستان

موسم

سیر البشیر

مترجم

حافظ محمد غفر اللہ عنہ خاں صاحب منصب دار سرکار نظام

جلد ۱۲۱

شعبہ تصنیف و تالیف

محمد علی بن محمد

دنیائے

انسان اس سے ناواقف نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں کبھی نہیں متاخر رہے گا۔ اور پھر بھی یہاں نہ ہوگا۔ اور جب وہ دنیا میں نہیں تھا تو اس کے لئے دنیا دینا کچھ بھی نہیں تھا اور جب نہ ہوگا تب بھی یہی ہوگا۔ پس اس کی حیثیت دنیا میں ایک مسافر کی سی ہے اور طریقہ سفر اور دور و دنیا عجیب ہے کہ دستور ہر کے برخلاف یہ دنیا میں صرف خالی ہاتھ ہی نہیں آتا۔ بلکہ یہ کافور حالت جسمانی اصل کا مجموعہ بن کر آتا ہے یہاں اس کی ہر قسم کی کفالت ہوتی ہے۔ تا آنکہ اس کا جسم مدہی تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے جملہ اعضاء میں رنخ ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ اس کو ملتا ہے وہ کسی کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب وہ یہاں سے واپس جاتا ہے تو جو کچھ اس کے قبضہ میں ہوتا ہے سب یہیں چھوڑ جاتا ہے تا آنکہ اپنا جسم عنصری بھی ہیں چھوڑ دیتا ہے اور عقلی زندگی وقت محسوس ہوتا ہے نہ اس کا متروکہ لیتے وقت۔ جس عالم سے آتا ہے وہاں کا ایک دن ہمارے دنیا کے ایک ہزار سال کے مساوی ہوتا ہے اور یہاں کے قیام کا انتہائی زمانہ ایک سو بیس سال کا ہے۔ جس کے حساب سے ہر گزشتہ دنیا کے (۱۱۱) سال (۸) ماہ کے مساوی ہوتا ہے اور تین گزشتہ دنیا کے (۱۲۵) سال کے مساوی ہوتے ہیں۔ پس اگر یہاں کسی کا انتہائی قیام ہی چھ روزوں سے وہ (۳) گزشتہ سے کم ہے پھر پھر ہوتا ہے جو قلیل مدت یہاں کے بڑی طویل مدت سمجھی جاتی ہے۔ انسان بالذات غیر فانی ہے۔

اور اس کا اصلی وطن عالم لطیف ہو اور یہ دنیا عالم کثیف ہو جہاں بغیر لطیف مرکب لطیف مخلوقات بغیر نہیں کئی۔ نہ یہاں کے کھرباں کا مثل کر سکی ہو نہ کثیف عالم کے اوج سے اس کے لیے جسم مستکون ہو سکتا ہے اور انانیت انسانی اور سر تصرف ہو کر اس عالم کا دلدہ ہوتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کے متعدد افعال سے اپنے فوائے حاصلہ کا اظہار کرتی ہو۔ اور جسم کی بعضی مرکب جسم سے اور کثیف دنیا سے ہو سکتا ہے۔ جو کہ ہمارے دنیا کو ثبات و قرار نہیں ہے نہ انکی موجودات میں سے کوئی شے دائمی ہے۔ ہر شے کسی کسی زمانہ تک قائم رہتی ہے اور اسکے بعد فنا ہو جاتی ہے۔ پس جسم انسانی کے لیے انتہائی عمرت (۱۲۰) سال کی ہو بغیر طبعی اجزائی معترضی اور میں اعتدال کے ساتھ ہوں۔ اور عمدہ جسم کی حرکت ہو جسکی کمی بیشی سے اجسام کے متعدد اقسام ہو گئے ہیں اور انکی اقسام کے زیادہ کمی کثیف ہیں۔ جسم کے ناکارہ ہو جانے پر انانیت انسانی کو اس سے علیحدگی ناگزیر ہے جو موت کہلاتی ہے۔ گو وہ انسان کی موت نہیں ہو۔ صرف جسم انسانی کی موت ہو۔ لیکن وہ انسان کا اب مرکب ہو جسکے بغیر دنیا میں اس کا قیام نہیں ہو سکتا۔ لہذا بقول حضرت جسم اس سے اپنے وطن واپس جانا پڑتا ہے۔

انسان کا دنیا میں فددو بے غرض نہیں ہو چونکہ دنیا خداوند کی محبت غریب صنایع کی عظیم الشان مناشی گاہ ہو جسکی ہر شے موجودہ ہے تمام صنایع کا مجموعہ ہے اور ہر صنعت اس قدر پیچیدہ اور انواع و اقسام کی حرکت پر مشتمل ہو کہ کما حقہ اس کے محاسن بہت رسائی فہم مشکل ہو اور بغیر صنایع ایسے ہیں جنہیں عقل رسائی عقیدہ کشائی نہیں کر سکتی۔ پس یہ عظیم الشان نمایندگان علم و علوم و فنون کا منبع اور مہی لطافت و اسرار کا معدن ہے اور علوم و فنون کی استفادہ کی زیادہ تر قابلیت انسان کو حاصل تھی۔ لہذا اس عظیم الشان درگاہ سے استفادہ زیادہ تر آدمی کا حق تھا۔ پس بافقہائے حق رسائی انسان کو اس سے استفادہ کا موقع عطا ہوا تاکہ وہ کائنات صنعت و فراغات قدرت الہی شاندار کے

اساد کی کثرت بلکہ اپنی اساس و صنعت کو بہتے اور من معلوم و ممنون پر توکل میں اور
 مستغنیہ ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان بغرض مصلحت معلومات خاصہ و تجربات شرم
 یہاں مدد دیتا ہے۔ اور اغراض افزائش کی تکمیل اور کامیابی کے لئے جو فتنہ و تفتیش کا علم
 اغراض و فکر و مسائل کا مایاب ہو جاتی ہیں۔ اور نہیں تو دنیا میں قیام کی ضرورت میں رہتی
 اور وہی وطن کے بعد نہایت اعلیٰ معارضہ پاتے ہیں۔ یہی مفہوم حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ہے کہ **بِیَمَنِ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا**
سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ **وَأَنْ أَمْلَأَ مَلَكُةَ لِقَظْمٍ أَجْنَعًا**
لِطَالِبِ الْعِلْمِ **وَأَنْ الْعَالِمُ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُ مِنْ فِئَةِ السَّحَابِ** **وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَحَيْثُ كَانَ**
فِي جَوْفِ طَلَاءٍ **وَأَنْ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لِيَلَةِ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوْكَبِ**
 ابن الطلاء و رثۃ الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دیناً و لا دھماً و لکن ورثوا
 العلم فمن اخذه اخذ بحظ و اخر۔ (حسینی البقادر) نے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں
 جو شخص کسی راہ چلتا ہے جس سے کسی علم کی طلب مقصود ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس سے
 اسی طرق جینت میں سے کسی طریق پر لے جاتا ہے۔ اور فرشتہ طالب العلم کی رضا کے لئے
 باز و وسیلہ لاتے ہیں۔ اور مقام اعلیٰ آسمان و زمین و آبی مخلوقات اور کی معفرت چاہتے ہیں
 عالم کو عابد پر ویسی ہی فضیلت دیتا ہے جو وہیں رات کے چاند کو دیگر کو اکابر فضیلت ہے۔
 علماء انبیاء علیہم السلام کے درجہ میں اور ان کی میراث الشرفی روپیہ نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی
 میراث صرف علم ہوتا ہے۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ لیا۔ ایسے ہی خاص
 اغراض افزائش کی تکمیل کرتے ہیں اور جو بہ انصیب اغراض مذکورہ میں بہ انصاف سے
 متاثر ہو کر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے اور ان کے لئے وہی وطن مصیبت عظیم ہے ہر حال
 لطیف کے باشندوں کے لئے اس دنیا کا سفر فائدہ بخش ہے۔ اس تعلیم کا ہر طریقہ
 تعلیم بیکار کھا گیا ہے جس سے نظری معلومات کا عملی تجربات سے متین ہو جاتا ہے اور

عملی تجربات سے علوم مستنبط ہوتے ہیں اور ہر قسم کے علوم و فنون سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر جس قدر سفر مفید ہے اوس سے نیا وہ فوائد نکال اور پرخطر اور مکلف بھی ہے۔ گویاں کا زمانہ قیام کتنا ہی وسیع ہوتا آنکہ منتهی ہو۔ مگر یہاں کی مشکلات اور یہاں کے مصائب اور جذبات فطرتی کے پچ پہنچ وسعت اور کمی اور تجربہ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

فکر معاش عشق بتان بادفتہ گان اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کیا کرے،
حالات مذکورہ زمانہ قیام کو بے کار کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ اغراض سفر کے لئے وقت کا ملنا و شمار ہوتا ہے ضمنی اغراض ہی سے وقت نہیں سمجھتا۔ اور بیشتر اشتیاق یہاں کے ضمنی اغراض اور ضرورتوں کو امور مقصود بالذات سمجھ کر انہیں ایسے ہنہمک ہو جاتے ہیں کہ انہیں اغراض آفرینش کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی۔ اور بالآخر انہیں ناکام واپس جانا پڑتا ہے۔ وہ حقیقت جسم پرانائیت کی منصرف ہونے کے بعد جہاں جسم کی ولادت ہوتی ہے۔ وہاں مولود کو والدین تسلیم کرنی پڑتی ہیں۔ جو ایک مدت تک اوسکے تکمیل رہتے ہیں اور مولود کو ادا کا ابتلاء کرنا پڑتا ہے۔ ادا کی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ ادا کا اخلاق ادا کی عادات اختیار کرنا پڑتا ہے۔ تا آنکہ جسم مدہی تک پہنچے اور ضروری معلومات حاصل ہو۔ اوس کے بعد زیادہ تر صحت جسمانی ملحوظ رہنے ہے۔ اور تین پروری اور اپنی خور و پوش کے فکر جو فکر معاش کہلاتی ہے۔ ساتھ ہی اس کے بقایا نفع کے لئے ازہ و علاج کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور جب اولاد ہوتی ہے تو ادا کی پرورش کے فکر پیدا ہوتے ہیں۔ غرض فکر معاش تدریجاً بڑھتی جاتی ہے۔ چونکہ انسان مدنی الطبع سے میل عمل سے باہم محبت پیدا ہو جاتی ہے اور عواطف ہمدردی اور محبت بالطنین ہے جسکی وجہ سے یہ انانے جنس کے ساتھ محبت اور ہمدردی کرتا ہے اور فکر معاش کے جس قدر طریقہ ہیں۔ خلاصت و عنایت و معرفت وغیرہ انہیں جو طرہ مناسب ہوتا ہو

وہ اختیار کرتا ہے یعنی اس میں جو اغراض سفر سے متوجہ غیر متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے بہت سے شقوق ہیں جن میں سے ایک کا بھی انہماک کل زمانہ سفر ضائع کر دیتا ہے اور کبیر خوش قسمت اشخاص کے جڑی منی امور کو منی سمجھ کر حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے اور اصلی اغراض سفر ملحوظ رکھتے ہیں۔ دیگر اشخاص منی امور کو مقصد بالذات سمجھنے لگتے ہیں اور انہیں انہماک میں یہاں کے قیام کا زمانہ صرف کر دیتے ہیں۔ اور بلا حصول مقصد واپس جاتے ہیں۔

اس عالم میں آنے سے قبل نہ کوئی کسی کا بیٹھا ہوتا ہو نہ کوئی کسی کا باپ ہوتا ہے نہ کوئی کسی کی ماں ہوتی ہو نہ بہن نہ بیوی نہ کوئی کسی کا بھائی ہوتا ہے نہ چچا نہ بھتیجا۔ صرف اس عالم میں آنے کے بعد یہ ہر قسم کے باہمی رشتہ پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وقت اسی قدر جس قدر دیگر دنیاوی تعلقات کی وقت ہے۔ جہاں انسانیت اس عالم کے دور سے قبل تھی اور جتنی مدت تھی وہ خارج از حساب ہے۔ مانگئے تعلقات کے مقابلہ میں دنیا کے چند روزہ تعلقات کی کچھ قیمت نہیں ہے۔ مگر دنیاوی تعلقات کا انہماک سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ اور دنیاوی تعلقات کے سوا کچھ یاد نہیں آنے دیتا۔ حتیٰ کہ غرض درود دنیا کی طرف بھی متغیت نہیں ہوتے دیتا جو سفر کی ہم غرض ہے اور باوجود اس امر کے پیری ہوتے اور دوزخہ دیکھنے کے جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور ایک روز نا پید ہو جاتا کسی کے لیے دنیا میں دوائی قیام ہے نہ جلدی سے زیادہ اور کچھ جتنی امر ہے کہ انسانیت جن وطن سے آئی جو جسم سے اقطاع تعلق کے بعد پری واپس جاتی ہے۔ اور جلد دنیاوی تعلقات بغیر اقطاع تعلق جسم اس سے منقطع ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی ان کا وجود ہی نہیں تھا۔ لیکن بالاسنہ کبھی نہ وطن کا خیال ذہن میں آتا ہے نہ یہ کہ یہاں ہمارے درود کی کیا غرض ہو اور ہم نے اس میں کس کس کی سیابی حاصل کی۔ عموماً دنیاوی خاصہ افراط و تفریط پر عمل ہے اور وہی افراط و تفریط انہماک کا باعث ہوتی ہے۔ اور یہی اعتدال کو کھودیتی ہے۔ چونکہ دنیا میں انسان کاگز مسافرانہ ہے لہذا دنیا اس کے لیے مشوقہ سر کی حیثیت رکھتی ہے اور مشوقہ کتب کی حیثیت رکھتی ہے عمر اسراؤں میں مسافروں کا قیام محدود زمانہ تک ہوا کرتا ہے۔ اور جب وہ سرسے سے رخصت ہوتے ہیں تب صرف ان کا اخلاق اور طریقہ عمل اور

احمال پر یادگار رہتی ہیں۔ جو آئندہ مسافروں کے لئے قابل تقلید یا قابل مبتاب ہوتی ہیں اور ذی غور و فکر مسافروں سے مختلف معلومات حاصل کرتے ہیں اور انسانی کا نام نہایت مختلف اور نہایت بسیط اور انواع و اقسام کے معانی خیز ہوتے ہیں۔ بہن علم مسافروں کا طریقہ عمل تو اس قابل نہیں ہوتا کہ جسکی فلم بندی کچھ نہایت ہو۔ البتہ بعض بعض مسافروں کے خاص حالات ایسے ہوتے ہیں جو مختلف فوائد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہذا ان کے سفر نامہ فلم بند کئے جاتے ہیں جو حالات زندگی سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ اور ان سے حوالہ دینے پر مختلف قسم کے علمی اور ملی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ میرے براہ معظلم عام رہ رہے ہیں تھے۔ بلکہ خاص قسم کے مسافر تھے اور مغیر سنی سے غیر مسلم کی خلعت اور پسندیدہ عادات کو با بند تھے اور کم عمری کے زمانہ سے علم و عرفان کے ازمود شایق اور سب سے ہر قسم کی معلومات بڑھانے اور ہر علم میں تبحر حاصل کرنے کے کوششوں کو فی اور مشغول ہی نہیں رہا۔ اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے تادم و اسپر طالب العلم ہی سے کرتے رہے۔ ہر چند والدین نے انکا عقد کرنا چاہا لیکن اسے ہی وہ اپنی تعلیم میں دلچسپی لے لیتے اور تعلیم تک مہلت لی۔ علی ہذا سرکار نظام میں اور نہیں خدمت نظامت ضلع ملتی تھی اور جسکی قبول کرنے سے بھی اور ہوں نے یہ لحاظ ہر حال میں تسلیم کر لیا۔ اور انگلستان میں تعلیم کے لئے چلے گئے۔ جہاں انھوں نے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور انفرار تحصیل کے بعد ہندوستان واپس آئے اور سرکار نظام کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ سرکار نظام کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ تک تو ان کا چارو راق تحصیل علوم ہی میں گزرتا رہتا اور ملازمت میں داخل ہونے کے بعد جس قدر وقت انھیں اسے فراغ خدمت سے ملتا ہوا وہ کتب بینی ہی میں صرف ہوتا تھا نہایت ہی اولوالعزم اور ہمدردی کا منہ اور صداقت اور خوش اخلاقی اور رحم دلی کا مجمع تھے۔ مگر افسوس پر ان کے قیام کا یہاں زمانہ بہت ہی کم ہوا وہ چالیس سال ہی پورے نہیں کر سکے۔ جو عمر طبی کا پہ حصہ ہی ان کی جس قدر یادداشتیں مختلف علوم و فنون کے موجود ہیں

اور جو نایاب کتابیں مختلف ممالک سے ہمدست کر کے اوہنوں سے جمع کی تھیں اون سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کا عزم ہر روزی انسانی کو علمی صورت میں لانے کا اور ضروری علوم پر مفید کتابیں تصنیف کرنے کا اور کل علوم کی تسہیل کا تھا اور اون کا ذہن رسا اغراض آفرینش تک پہنچ چکا تھا اور وہ سمجھ چکے تھے کہ دنیا میں انسان کا وہ بعض غرض نہیں ہو اور نہ انسان کا اہم کام اغراض آفرینش کی تکمیل ہے۔ اون کی نظر میں مثنی امور کی دنیا بھی وقت نہیں مٹی۔ نہ وہ نہیں کسی امر سے دلچسپی مٹی۔ اگر اوہ نہیں اپنے قیام دنیا کے زمانہ کے خلقت کی طرح معلوم ہو جاتی تو یقیناً جو کچھ اون کے ارادہ تھے اون میں سے جس قدر ممکن ہوتا وہ کر گزرتے اور نہیں اون کے قوائے جسمانی نے دھوکہ دیا جن سے معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ نہایت قوی الجسم ہیں اور غالباً اون کا دنیا میں قیام طویل زمانہ تک ہو گا۔ اگر اون کے قیام دنیا میں کچھ بھی درست ہوتی تو وہ اپنی تالیفات و تصنیفات سے اپنے بنی نوع کو بہت فائدہ پہنچاتے۔ اوہنوں نے ہر جہت تعلیم کے خیال سے عقد نہیں کیا اور اغراض تعلیم کے بعد صنیعہ ملازمت کے کام میں مصروف ہو کر اور عقد میں اس قدر دیر ہوئی کہ وقت اخیر آہو سچا اور عقد کی ذرت نہیں آنے پائے جس کی وجہ سے انہیں ہے نہ اون کی اولاد ہوئی نہ کوئی اون کا قائم مقام رہا۔ اور ان پر نسل کا خاتمہ ہو گیا۔

صنیعہ ملازمت میں انہوں نے جس محنت اور لیاقت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا اوہ سکے اون کے افسردہ ہیں۔ اون کے اخلاق اور رحم دلی کے اون کے سب ماتحت شکر گزار ہیں۔ اور جہاں جہاں وہ حاکم رہے وہاں کے حکام اور رعایا اور موزین اور درگاہ سب کو اون کی مفاہرت از حد شائق گزری رعایا کو منصف اور دین اور ظالمین و دہم دلی حاکم بہت ہی کم ملتا ہے۔

پھر جس سے لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ نہایت عیسق نظر کے شخص ہیں۔ ان کی تحقیقات میں حق و باطل میں محنتی نہیں رہ سکتا۔ یہ سطحی رائے پر عمل نہیں کرتے۔ مہتمی

تحقیقات کو صحیح نتائج پر عمل رہتے ہیں۔ اور کما حقہ محدث اور حق رسائی کرتے ہیں۔
 لہذا سب رعایا کی امیدیں ان سے وابستہ ہیں اس وجہ سے انہیں ان کی
 مفارقت کا سخت صدمہ ہوا۔ مگر مختلف دار الحکومتوں میں مختلف حکام نے انتقال
 کیا ہے لیکن بجز ان کے اعزہ و احباب کے دیگر اشخاص کی ہمدردی کا کچھ اظہار نہیں
 ہوا۔ ان کے انتقال سے اعزہ سے زیادہ رعایا ہے ضلع اور محض زمین مستقر
 اور حکام و عمال مستقر کو رنج و ملال ہوا اور عام طور پر اس واقعہ پر سب نے اپنے رنج و ملال
 کا مختلف طور پر اظہار کیا جو محض ادن کی عام ہمدردی انسانی اور عمدہ اخلاق کا نتیجہ تھا۔
 گو ادن کی حالات قابل ذکر بہت طویل اور مختلف اقسام کے ہیں مگر مفصل تذکرہ کے
 لیے چند بسیط جلد درکار ہیں۔ لیکن میں مختلف وجہ سے کما حقہ ادن کے حالات
 زندگی مفصل منضبط نہیں کر سکتا۔ اور نہایت مختصر طور پر ادن کے حالات کے تذکرہ پر
 اکتفا مناسب خیال کرتا ہوں۔ تاکہ ادن کے سفر کا ایک یا دو گار رہے۔ اور اہل غور و
 فکر اس کے مطالعہ سے مختلف فوائد حاصل کریں۔

حافظ اندر اللہ بن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) محمد بشیر الدین خاں صاحب کارملہ شاہجہان آباد دہلی جو ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۵۵ء میں دوئم جلوی الثانی مطابق یکم جون کو بعد طلوع آفتاب (۳) گھنٹہ (۵۱) منٹ یا ۹ گھنٹی ۳۴ بل پر تولد ہوئے۔ ہندی تاریخ چیت سدی (۱۲) سال ۱۸۳۶ء کی ۸۰۱ھ متقی۔ انھوں نے بمقام اورنگ آباد کی ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ۴۵ ربیع الاول مطابق ۳۰ دسمبر بروز دوشنبہ بعد طلوع آفتاب اندرون دو گھنٹہ کے انتقال کیا جس سے ان کا کل زمانہ حیات بحساب قمری (۴۰) سال (۹) ماہ (۱۴) یوم اور بحساب شمسی (۳۹) سال (۴) ماہ (۲۹) یوم مت رار پاتا ہے۔

(۲) سنجاب والدہ حسینی سید تھے ان کا سلسلہ نسب (۴۲) واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام حسن المثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت ادریس بن عبداللہ الحنفی جو بدوہ مظالم مخالفین اہل بیت مغرب الاقطی تشریف لینگئے تھے۔

اور وہاں خداوند تعالیٰ نے انہیں سلطنت عطا فرمائی اور مسیح عیسیٰ سے ممالک مغرب
 الاقصیٰ میں ان کی حکمرانی شروع ہو گئی اور حضرت کے بعد حضرت کی نسل میں سلطنت منتقل
 ہوتی رہی۔ چنانچہ آپ کی نسل میں ادریس بن یحییٰ بن حنون نے شہر فیض آباد کیا اور
 اسی کو دار السلطنت قرار دیا جو اب تک باقی ہے۔ اور اس وقت اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ
 سے زیادہ ہے۔ آپ کی نسل تقریباً دو صدی تک ممالک مذکورہ میں حکمران رہے۔
 قبل از انجمنہ اس نسل کی سلطنت کا خاتمہ ہوا سید طیب بن ادریس بن یحییٰ العالمی یتیم خیر
 سمجھ کر شہر فیض سے بطور سیاحت نکلی اور انہیں کی نسل میں یہ خاندان ہے۔ حضرت مہدی
 کے ساتھ حضرت کے فرزند (ظاہر) اور ابوالقاسم پوتے بھی تھے۔ آپ مختلف ممالک
 کی سیر کرتے ہوئے عراق عجم پہنچے اور قاتان عراق نے ابوالقاسم کو وزارت عراق
 عجم پر مامور کر دیا۔ اون کے انتقال کے بعد خاقان نے اون کے فرزند کو اونکا جانشین کر کے
 (مصدق علی خان) کا خطاب دیا اور مدت دراز تک وہ وزارت کا کام انجام دیتے رہے
 اون کے فرزند اسماعیل تلاش فقر اکمل شہر غور پہونچے اور سلسلہ نقشبندیہ میں رہاں
 داخل ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس کی پشت تک اون کی نسل غور ہی میں ہی
 صرف سیدانی کمال محمد اکھسینی غور سے پنج تشریف لے گئے اور تین پشت تک اون کی نسل
 پنج میں رہی۔ شہزادہ مسعود صاحب حضرت حافظ عبد الغفور صاحب پشاور کی
 اشتیاق میں پنج سے پشاور تشریف لائے اور حافظ صاحب سے بیعت کرنے کے بعد
 عرصہ تک حضرت کی صحبت میں رہ کر بالآخر حضرت کی خلافت اور قائم مقامی سے مشرف
 ہوئے۔ اور علوم حالات و عقیدت مندی۔ آپ کے فرزند اکبر کو شاہجہاں بادشاہ غلی
 نے دار السلطنت میں طلب کر کے قاضی القضاات مقرر کیا اور (مراد الدین خان) کا خطاب
 عطا کیا۔ اور عالمگیر بادشاہ غازی نے دوسرے فرزند حضرت آخوند عبد السلام صاحب
 کو خدمت سفارت کشمیر پر مامور کیا۔ اور دونوں صاحبوں کو جاگیرات عطا کیں خزانہ الایضاً

جلد اول صفحہ (۶۷۶) مطبوعہ نولکشمیہ میں مزید حالات درج ہیں۔ مراد الدین خان جیسے
کے انتقال کے بعد حضرت اخوند عبدالسلام کے بڑے فرزند خواجہ محمد عمر کو بادشاہ دہلی نے
قاضی العقبات مقرر فرمایا۔ اور حید الدین خان کا خطاب دیا۔ اور ۲۵ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ
کو شاہ عالم بادشاہ غازی نے انہیں موضع رستے پور رکھا۔ بطور جاگیر امتنہ عنایت کیا۔
آپ کے فرزند امین الدین خان صاحب شاہی مصاحبت سے سرشار رہے۔ ان کے فرزند
مولوی رشتید الدین خان صاحب بھی جہیں سابق بادشاہ دہلی سے قدیم تعلق تھا۔
اور ملا نا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے بھی تعلق تھا۔ ان کے شاگرد رشید اور خلیفہ
تھے آپ کی تصنیفات مشہور اور قابل دید ہیں۔ آپ کے منجملے فرزند مولانا مرید الدین خان
صاحب تھے جو بالآخر نواب سرسار جنگ بہادر مدار المہام سرکار نظام کے مشیر اور
مستمر عدالت و کوتوالی رہے۔ اور انہیں کے مشورہ سے نواب صاحب نے انتظام جدید
کیا۔ جناب تک باقی ہے۔ اور انتظامی ضرورتوں کی تکمیل سے قبل حیدر آباد دہلی میں ان کا
انتقال ہو گیا۔ اور ان کے فرزند اکبر جناب مولوی امین الدین خان صاحب ان کے
جانشین ہوئے اور باقی انتظامی ضرورتوں کی انہوں نے تکمیل کر دی۔ اور فرزند محضر
مولوی محمد محمدی الدین خان صاحب نے ابتدائی خدمات عدالتی سے لے کر چیف جی بی بیگورٹ
تک تمام خدمات کا طویل زمانہ تک ہنایت نیک نامی کے ساتھ کام انجام دے کر خلیفہ
حسن خدمات پایا۔ ان کی یہ فرزند ہیں۔ اس قدر بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت امام حسن المثنیٰ کی
وہ نسل جو مغرب الاقصیٰ میں مکران تھی عراق، بھم اور غور اور بلخ اور پشاور اور دہلی ہوتے ہوئے
حیدر آباد اور ننگ آباد پہنچے۔

(۳) اسٹیل کے ارکان جن علی و کچھ معزز و محترم اور جن قدر قابل عظمت ہیں اس سے تعلق حالات
بہت تفصیل طلب ہیں جو مختلف کتب سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ مرحوم نہایت اعلیٰ خانہ دانی سلوات
حسینی میں آپ کی والدہ ماجدہ ہی نہایت قدیم خزانہ ملی تھان میں ہیں نواب لیان بیگان جیسے

بہادر صدیہ دارالآباد کے خاندان کی بی بی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے استخبارات و معلومات پر مشتمل
اور بچے فرخشاہ سلطنت مغلیہ شاہیت پر چکے ہیں۔ مرزا اسلم بیگ خان صاحب کی بی بی
میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے تھے۔ اور پھیلش اور نقشبہ نوسی میں نہیں اعلیٰ درجہ کی معلومات
تھی کہ سلطان مغلیہ میں اون کا قدیم تعلق اور نہایت اعزاز تھا۔ مگر انہوں نے یہ تفسیر
سلطنت مغلیہ گورنمنٹ آف انڈیا کی ملازمت قبول کر لی تھی۔ اور معزز انجینیری کی
خدمات پر مامور تھے۔ مرحوم کی والدہ ان کی بھٹی صاحبہ تھیں۔ جو ایک حد تک تعمیر و
توسعت و خاندان سے واقف نہایت مختصر و مفید تھیں۔

(مہم) مرحوم کو ان کی والدہ نے خود ہی دودھ پلانے کی کوشش کی تھی تاکہ غیر حریت کے
دودھ سے کوئی ایسا اثر نہ پیدا ہو جو حریت کے خلاف ہو لیکن بچہ کی وجہ سے جب دودھ نہیں پاتا
مجبوراً دوسری فکر کرنی پڑی۔ اور دیہات میوات سے ایک سلمان شریفین عورت سماء
کے کسی کو بلا کر اس کا دودھ پلانا شروع کیا۔ اس کا بچہ چھ مہینے گیا تھا اس وقت سے اسے
مرحوم سے محبت ملا اس کے قریب ہی قریب محبت ہو گئی تھی اور مرحوم بھی اس سے
از حد ملاؤں ہو گئے تھے۔ چونکہ سماء مذکورہ کا شوہر بھی فوت ہو گیا تھا اس لیے بچہ
دیہاتی اعزہ سے زیادہ انس و تعلق باقی نہیں رہا تھا۔ لہذا مستقل طور پر وہ مرحوم کے
پاس ہی اور ہمیشہ ان کی خدمت کے لیے مستعد ہو گئی تھی۔ چنانچہ مرحوم کے سن چار تک
وہ خدمت گزار رہی اور نہایت شفقت کے ساتھ ان کی بچپن کی خدمت کرتی رہی
یہ بھی ان کا ایک خاص آدمی عمر ملک سمیات ہی کا کریم بخش نامی تھا۔ جو مرحوم کو
ہلہ خوری کرایا کرتا تھا۔ مگر مایہ بہت اچھی اور قابل اطمینان تھی۔ تاہم مرحوم کی والدہ
خود زیادہ تر مرحوم کی نگرانی کرتی تھیں۔

۱۵) بنایت اینری زمانہ طفولیت بخیر و وفایت گزارا اور مرحوم باؤں سے چلنے پھرنے
لگے۔ اور تھوڑی تھوڑی باتیں ہی کرنے لگے۔ تقریباً ان کے تین سال کی عمر تھی کہ ان کے ہاتھ

میں ایک پھوڑا نکلا جس سے بہت تکلیف تھی اور اپریش کی ضرورت تھی مگر اونکی والدہ اپریش کرانے پر رضامند نہیں ہوتی تھیں۔ اور مولیٰ سنا لچر پر اکتفا کرنا چاہتی تھیں۔ چونکہ مرحوم اپنے والد سے بھی بہت مانوس تھے۔ اور ان کے والد انہیں بہلا کر لے گئے اور انہیں کسی کیل میں مصروف کر کے ڈاکٹر سے اپریش کرادیا۔ چونکہ زیادہ تر سوزش اور تکلیف مادہ ہی سے تھی نشتر سے تو کچھ تکلیف انہیں محسوس نہیں ہوئی۔ مگر مادہ اور خون جب نکلا تو اس سے مرحوم کچھ ڈر کر دے لگے اور ان کے والد نے جب سچایا کہ تم کو تکلیف یہی چیز دے رہی تھی جو نکلی ہے۔ اب تکلیف جلتی رہے گی۔ اور زخم لیک دور و زیں اچھا ہو جائے گا تو سمجھ کر چپ ہو رہے۔ ڈاکٹر نے زخم کو صاف کر کے اس پر مرہم لگا کر بازہ دیا۔ تب آرام میں کر کے بہت خوش ہوئے اور کھیلنے لگے۔ جب مگر جلد گئے اور والد نے دیکھا تو انہیں برا معلوم ہوا انہوں نے دریافت کیا کہ نشتر سے تم کو کتنی تکلیف ہوئی تو انہوں نے جواب دیا کہ نشتر سے تو کچھ بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ پیپ اور خون نکلتے وقت ذرا تکلیف ہوئی تھی دوا لگانے کے بعد سے وہ تکلیف بھی جلتی رہی۔

(۴) طفولیت کے زمانے سے انہیں سبھی اہل بچوں سے زیادہ تھی اور تحقیق ان کے مزاج میں بہت تھی۔ ہر چیز سے متعلق بہتری باتیں پوچھا کرتے تھے اور انکی والدہ اور ان کے سوالات کے اکثر معقول جوابات دیا کرتی تھیں۔ جب مرحوم کی عمر نابین چار اور پانچ سال کے تھی تب مرحوم کو بھی چھک نکلی اور ان کے سب بھائیوں کو چھک نکلی۔ اس سال چھک کا بہت زور تھا۔ کثیر العدد اونچے مبتلا ہوئے اور بیشتر بچے جان بزن ہو سکے۔ مرحوم اور ان کے بھائیوں کی بھی چھک بگڑ گئی اور دانہ سیاہی مائل ہو کر اندر بیٹھ گئی۔ جو نہایت خراب علامت اور وجہ مایوسی تھا حکیم محمود خان صاحب کو بلایا گیا اور پچھل کو دکھایا گیا تو انہوں نے نسخہ تو تجویز کر دیا مگر ساتھ ہی اس کے جانبری سے تاامیدی بھی بیان کر گئے۔ جبکی وجہ سے بچوں کے والدین بدحواس ہو گئے اور جب حکیم محمد حسین صاحب

کو لاکر بچوں کو دکھایا گیا جو سب سے قدیم اور نہایت ذی علم اور تجربہ کار طبیب اور اعلیٰ درجہ کے امرائے دہلی میں سے تھے اور بچوں کے والدین کے نانا بھی ہوتے تھے۔ اور بچوں کے دادا بھی۔ اور ننانہ میں بعض وجہ سے وہ ملاض تھے۔ اور اسکی امید کم تھی کہ وہ نضرین لائینگے اسوجہ سے حکیم محمود خان صاحب کو تکلیف دی گئی تھی جب اون کی رائے معلوم کر کے مایوسی ہوئی تب اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ حکیم صاحب سے معذرت کے اندیش تکلیف کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ لہذا اون سے عرض کیا گیا اور وہ بغور اطلاع نضرین لائے آئے اور انہوں نے بچوں کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ تم نے دیر تو بہت کر دی ہو جس کی وجہ سے حالت خطرناک ہو گئی ہے لیکن ہنوز امید شفا باقی ہو۔ جلد پانی گرم کر کے اور انہوں نے اوٹو نیو ریجہ ذیل بحساب فی سچہ دو دو تولہ کے سنگولہ گرم پانی میں جوش کرائیں (۱) گل بابونہ (۲) اکلیل الملک (۳) گل ہنغشہ (۴) تخم حنظل (۵) کیس گندم در بہت بڑی لگنوں میں جوش شدہ کھولنا ہوا پانی ڈالکر اور سپربان کی کھٹولی بچھا کر ہر سچہ کو کھٹولی پر لٹا کر اس پانی کی بجائے ہر طرف سے دلوایئے۔ جس سے چپک کے دانہ ابھرنے لگے۔ اور بچوں کی غشی کی حالت اور کرب میں تغیر پیدا ہوا اور جب نہ گھنٹے میں دانہ بہت موٹے موٹے اچھی طرح ابھرا آئے اور بچوں کی حالت درست ہو گئی جس کے بعد یہ فرما کر جناب ممدوح نضرین لائے گئے کہ اب کوئی اندیشہ نہیں ہے معمولی طور پر دانہ خشک ہو کر اچھو ہر جائینگے چنانچہ تیسرے روز خشک ہو کر۔ کھرنڈ جھڑنے لگے اور ایک ہفتہ کے بعد بچوں نے غسل صحت کیا اور اس تہلکہ سے نجات پائی ۔

(۷) کریم بخش جس سے مرحوم مانوس تھے وہ بیمار ہو کر وطن چلا گیا۔ جسے مرحوم عرصہ تک یاد کرتے رہے اور بالآخر محمد حسین نامی سے جو فرید آباد کے شرفا میں سے ایک شخص تھا مرحوم مانوس ہو گئے وہ اونہیں ہوا غوری کر لے لگا۔ اور منشی ابراہیم خان صاحب جہاں زمانہ میں منتظم جائداد تھے اور شب و روز مکان پر رہتے تھے اور بہت تجربہ کار

معزز شخص تھے۔ انھوں نے بھی مرحوم کو اپنے سے مانوس کر لیا تھا۔ گھر میں مرحوم کی والدہ
 لگاؤ تھیں اور باہر خان صاحب۔ چونکہ مرحوم کی والدہ کی بڑی ہمیشہ خور و سال بچہ سسئی
 نعمت اللہ جوڑ کر مگنی تھیں۔ جو مرحوم سے کچھ کم عمر تھا اور جسے مرحوم کی والدہ ہی پرورش
 کرتی تھیں۔ مرحوم اوس کے ساتھ یا اپنے حقیقی بھائیوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔
 کوئی غیر بچہ گھر میں نہیں آئے پاتا تھا۔ کبھی کبھی مرحوم کے خالہ سول کے بچہ آجایا
 کرتی تھے۔ چوٹی خالہ کے فرزند مرزا محمود علی خان سے انھیں زیادہ محبت تھی۔ بڑی خالہ
 چونکہ شہر گوالیار میں رہتی تھیں اولاد کے بچوں سے ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔
 میں زمانہ تک وہ دہلی آکر رہتی تھیں۔ اوتنے عرصہ تک علی حسین اولاد کے فرزند کیساتھ
 کھیلنے کا موقعہ نہ ملتا تھا وہ بھی تقریباً انہیں کے قریب الگ رہتے۔ مرحوم نہ کبھی کسی بچہ
 سے لڑتے تھے نہ کسی کے ساتھ زیادتی کرتے تھے اگر ان کے بڑے بھائی کوئی زیادتی
 کرتے تھے تو اپنی والدہ سے کہہ دیتے تھے اور ہمیشہ اپنے کھلنوں وغیرہ اشیاء کو اچھی طرح
 رکھتے تھے۔ اور روپیہ پیسہ جو کچھ ملتا تھا اسے اپنے صندوق میں مقفل رکھتے تھے اور
 صندوق پر کبھی بھگالت اپنے پاس رکھتے تھے اگر کسی کو روپیہ پیسے کی ضرورت ہوتی تھی
 اور ان سے قرض مانگتا تھا تو دیدیا کرتے تھے اور جو سب وعدہ بردقت قرضہ نہیں دیتا
 تھا اسے آئندہ قرضہ نہیں دیتے تھے +

(۸) زمانہ صغیر سنی مرحوم اکثر کہانیاں سنا کرتے تھے۔ اور قصہ کہانیوں کی اگر کوئی
 کتاب پڑھتا تھا تو بہت شوق سے سنتے تھے۔ اور متقاضی رہتے تھے کہ وہی کتاب
 پڑھ کر سنائیو اور اس شوق میں کہ خود قصص و حکایات کی کتابیں پڑھ سکیں۔ حروف
 یاد کرتے کرتے بسم اللہ کی رسم سے قبل ہی ایک مددک حروف شناس ہو گئے تھے اسی
 اشارہ میں بسم اللہ کی رسم ہوتی۔ بعد ان کی پڑھائی کے لیے غلام مصطفیٰ صاحب جو بہت
 ذی علم صاحب تالیفات و تصنیفات اور نہایت مہذب اور خلیق آدمی تھے رکھے گئے۔

برخلاف اوز بچوں کے انھوں نے نہایت کشادہ پیشانی سے خوشی کے ساتھ ان سے
 پڑھنا شروع کیا اور وقت میں انہیں اس کا شوق تھا کہ قصص و حکایات کی کتابیں۔ یہ
 خود پڑھ سکیں اسی وجہ سے خوشی خوشی مولوی صاحب سے پڑھتے تھے کہ جلد کتابیں پڑھنے
 کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ اور بہت جلد اپنا سبق یاد کر لیتے تھے۔ کبھی استاد کو انہیں دیکھنے
 دیکھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ چونکہ ان کے بڑے بہائی کی حالت ان کے برخلاف
 تھی اور انہیں استاد کے پاس بیٹھنا اور پڑھنا گوارا ہوتا تھا وہ چاہتے تھے آزادی کیساتھ
 کھیلنے دیں۔ اسوجہ سے انہیں سبق یاد نہیں ہوتا تھا اور وہ بہت پیچھے رہ جاتے
 تھے۔ مرحوم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے ذاتی شوق سے اس قدر استعداد پیدا
 کر لی کہ وہ قصص و حکایات کی اردو کتابیں بے سخت پڑھنے لگے اور مضامین کو سمجھنے
 لگے۔ استاد ان کی ذہانت اور حافظہ کی ہمیشہ تعریف کرتے رہتے تھے۔ اور حسب طریقہ
 تعلیم قدیم انہیں پڑھاتے تھے +

(۹) نعمت اللہ خان ان کو خالہ زاد برادر بھی عرصہ تک ان کے ساتھ پڑھتے رہے۔ وہ
 ان کے بعد زمین اور محنتی تھے مگر چونکہ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب انگریزی نہیں جانتے
 تھے۔ اور نعمت اللہ خان صاحب کے والد کا یہ خیال ہوا کہ ابھی سے بچہ کو انگریزی ہی پڑانی
 جائے جو مقابلہ فارسی عربی کے زیادہ مشکل ہے۔ تو مفید ہوگا لیکن ہے کہ آئندہ زیادہ عمر
 ہونے کے بعد زیادہ محنت نہ ہو سکے۔ اور بچے کا جی نہ لگے۔ لہذا انہوں نے نعمت اللہ خان
 کو عربی اینگلو اسکول دہلی میں داخل کرا دیا۔ اور وہ مدرسہ مذکورہ میں حسب نصاب تعلیم
 پڑھتے تھے۔ اور مرحوم کو مولوی صاحب درسی کتابیں پڑھاتے رہے۔ تھوڑے عرصہ میں
 مرحوم اردو لکھنے پڑھنے لگے۔ اور فارسی پڑھنی شروع کر دی۔ ایک سال میں فارسی بھی
 سمجھنا اور بولنے لگے۔ اور عربی کی صرف نحو شروع کر دی۔ اور ساتھ ہی ساتھ فارسی کی
 دوسرے کتابیں بھی پڑھتے رہے۔ دو سال میں عربی بھی سمجھنا اور بولنے لگے اور علوم عربیہ

کی دسی کتابیں پڑھتی شروع کر دیں۔ اور تین سال میں علوم عربیہ میں فارغ التحصیل ہو گئے، فارسی کی ارشدت و محاذ میں اور عربی علم ادب میں متوسط درجہ کی قابلیت پیدا کر لی۔ اور علوم دینیہ فقہ و حدیث وغیرہ اور حکمت علمی و نظری میں بھی متوسط استعداد حاصل کر لی۔

(۱۰) بعد ازاں مرحوم کے والد اور انہیں اور ننگ آباد لے گئے۔ تاکہ انہیں عدالتی کام کھائیں اور قانون پڑھائیں۔ اور کچھ عرصہ تک انہوں نے صدر عدالت صوبہ اور ننگ آباد کے دفتر میں ہر ایک صیغہ دار کی زیر نگرانی ان سے ہر ایک صیغہ کا کام کرایا۔ اور خود قواعید متعلقہ پڑائی اور سمجھائے جس سے انہیں ہر صیغہ کے کام کی واقفیت ہو گئی۔ اس کے بعد انہیں مستقیم صدر عدالت کی زیر نگرانی منطقی کا کلمہ کیا۔ جب اس کا تجربہ حاصل ہو گیا تب انہیں دیوانی فوجداری کے قوانین کی کتابیں پڑھائے شروع کیں۔ اور اپنے اجلاس میں انصافی کلام صیغہ دیوانی و فوجداری کا سکھایا۔ مگر چونکہ اس وقت تک مرحوم انگریزی سے ناواقف تھے اور لحاظ حالات وقت انگریزی سے ناواقفیت تابع تھی لہذا انہوں نے انگریزی شروع کرادی۔ اور اس کی تحصیل کے لیے انہیں پھر دہلی بھیج دیا۔ اور مرحوم دہلی آکر انگریزی علمی اسکول میں داخل ہو گئے۔ جہاں نعمت اللہ خان ان کے برادر خالہ زاد سے پہلے سے پڑھ رہے تھے اور وسط مدرسہ میں انہوں نے انگریزی میں مدلل کی قابلیت پیدا کر کے امتحان سے دیا جسکی بنا پر مرحوم کامیاب ہو گئے اور انہیں پنجاب یونیورسٹی سے سائنٹفک کامیابی مدلل سورف ہار اپرل معززہ مل گیا۔ اسی کے قریب نماز میں نعمت اللہ خان بھی مدلل پاس ہو چکے تھے۔ اور آئندہ پڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ملازمت کرنا چاہتے تھے۔

(۱۱) مرحوم کو نعمت اللہ خان سے نہایت محبت اور مخلص تھا۔ لہذا مرحوم کو یہ فکر ہوئی کہ انہیں صیغہ ملازمت میں جگہ مل جائے اور انہوں نے اس باب میں اپنے والد کو لکھنا شروع کیا۔ کہ چونکہ مرحوم کے خالہ اور والد کی بھی خالہ زاد ہمیشہ رہی تھیں اور دونوں میں بہت محبت تھی۔ اسوجہ سے خود ان کے والد کو بھی نعمت اللہ خان کا بہت خیال تھا اور ان

بعد میں ایک مرحوم کو لکھا کہ بلا توقف نعمت اللہ خان کو میرے پاس بھیج دو میں انہیں
 صیفہ ملازمت میں داخل کرادوں گا۔ اور مرحوم نے انہیں اپنے والد کے پاس بھیج دیا
 اور انہوں نے نعمت اللہ خان کو اورنگ آباد پہنچتے ہی صیفہ عدالت میں نوکر رکھا دیا۔
 یکم امر داد ۱۳۰۹ھ کو صیفہ عدالت میں صلیبی عہدہ پر بدیں غرض مامور
 کر لئے گئے تھے کہ انہیں تفصیلی دفتری کام کا کافی تجربہ ہو جائے تاکہ آئندہ فوری
 کی خدمت پر تقرر کے بعد وہ عدالتی کام میں ترقی یافتہ ہو سکیں۔
 اور انصافی کام کے ساتھ دفتری کام بھی عمدہ طور پر انجام دیں اور ساتھ ہی ساتھ
 انہیں دفتری قواعد بھی پڑھائے جاتے تھے۔ اور چند سال میں وہ چند محکمہ جات کی
 مختلف خدمات پر رہ کر جب دفتری کام سے حسب ضرورت واقف ہو گئے۔ تب
 انہی قانونی تعلیم شروع ہوئی۔ تاکہ انہوں نے وکالت کے امتحان کی قابلیت پیدا
 کریں اور امتحان پاس کر لیا۔ اور تقرر کے پانچویں سال وہ مستقل سررشتہ دار مقرر ہو گئے
 جس کے دو سال کے بعد بانی کورٹ نے انہیں یکم اپریل ۱۳۱۲ھ کو مستقل سررشتہ دار
 ضلع مقرر کیا۔ اس کے بعد انہوں نے صدر عدالت صیفہ اورنگ آباد کی محافظہ دفتری
 پر ترقی پائی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد منصرم منظم صدر عدالت ہو گئے۔ اور مختلف اوقات
 میں (۱۸) ماہ تک انہوں نے مستقلی صدر عدالت کا کام انجام دیا۔ اور گو صدر عدالت
 نے ان کے استقلال کے لیے پُر زور سفارش کی لیکن بانی کورٹ نے اسے
 منظور نہیں کیا۔ چونکہ وکالت کے امتحان میں کامیابی کے بعد سے وہ جوڈیشل
 امتحان کے لیے تیاری کر رہے تھے اس لیے بھی بنیاداً ابھی پُر جہاد علی کا سیاب
 ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے انہیں عدالتی عہدہ ملنے کا استحقاق پیدا ہو گیا تھا۔
 بلحاظ دلون کے دفتری کارروائی اور لیاقت کے ساتھ صاحب عدالت نے انہیں
 اپنے دفتری بہتر کرنے لیا اور (۳) اور ۱۳۱۳ھ کو مستقلی سراجی (خاصہ) پر مقرر کیا۔

سرکار نے اون کا تقرر ہو گیا۔ گو ابتدا وہ منصفی مجبورون پر متعین ہوئے تھے لیکن صدر
 عدالت کی تحریک پر اردو ہشت ^{۱۳۳۱} سالہ میں اون کا تبادلہ ہنگوئی پر ہو گیا۔ جہاں
 اون جیسے لایق اور متفہم اور مصلح شخص کی از حد ضرورت تھی۔ اونہوں نے وہاں کی تحصیل کے
 صیغہ اشامپ کا الیما ^{۱۳۳۱} عیسوی کا قلعہ برکدار ثابت کیا جبکہ بنا پرین المہام بہادر
 عدالت وغیرہ نے بذریعہ مراسلہ معذری عدالت وغیرہ تسان مورخہ ۲۷ مہر ^{۱۳۳۱} سالہ اہل
 خوشنودی فرمایا۔ اور تھوڑے سے عرصہ میں جس قدر نقائص وہاں موجود تھے سب کی
 اصلاح کر دی۔ اور ساہا سال کے باقی مقدمات غور کے ساتھ منصفانہ طور پر فیصل
 کر کے رعایا کے دل میں اپنی خاص قسم کی وقعت پیدا کر لی۔ اونکی دیانت اور صداقت اور
 بہدردی انسانی سے رعایا کو اون پر غیر معمولی اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور بنائے کارگزاری
 اونہیں ایک درجہ کی ترقی بھی ملی۔ اور ^{۱۳۳۱} سالہ میں جبکہ قرضہ جنگ سرکار غفلت و مدد کی
 کارروائی شروع ہوئی تو حکام مال کی سبھی کچھ کارگر نہیں ہوئی تاکہ اونہوں نے خان صاحب
 سے استعانت چاہی اور ان کی اولے توجہ کے ساتھ صمم کا ^{۱۳۳۱} قرضہ دینے کے متعلق
 رعایا کی فہرست پیش بھی گئی جو اون کے ذاتی اثر کا نتیجہ تھا۔ صاحب ضلع نے بذریعہ مراسلہ
^{۱۳۳۲} سال مورخہ ۱۵ مہر ^{۱۳۳۲} سالہ اون کی اس توجہ کا شکر یہ ادا کیا اور متحد صاحب مالگزاری
 کو بھی اس سے مطلع کیا اور محکمہ سرکار سے بھی بذریعہ مراسلہ ^{۱۳۳۱} سال مورخہ ۲۷ مہر ^{۱۳۳۲} سالہ
 اظہار خوشنودی کیا گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اونکی عمر نے وفا نہیں کی اور بروز یکشنبہ ہفتم ماہ
 شوال ^{۱۳۳۵} سالہ مطابق ۲۷ مہر ^{۱۳۳۵} سالہ دن کے (۳۰) بجے اونہوں نے بعارضہ ہیضہ بانی
 انتقال کیا۔ گو یکم امر ^{۱۳۳۵} سالہ سے آذر ^{۱۳۳۵} سالہ تک تقریباً ساچودہ سال وہ عدالتی علم پر
 رہے اور عدالتی عہدہ پر مامور ہو کر ۱۲ سال (۹) ماہ چند روزی گزرے تھے کہ وہ عالم جادوئی
 میں منتقل ہو گئے۔ (۱۴) سالہ علم کی ملازمت و مصیبت اور ان کا تعلیمی زمانہ تھا جس میں انہوں نے
 بہرہ کے قانونی تعلیم ملی اور علی عامل کی تھی اور وہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت پیدا کی تھی جبکہ ظہور

مختوڑی ہی سے زمانہ حکومت میں ہو گیا تھا اور اس سے بے انتہا عہدہ دئے قائم ہوئی
 تھی۔ اگر اوہیں بقدر ملازمت عملہ بھی حکومت کا موقع ملتا تو وہ رعایا اور گورنمنٹ کو از حد نفع
 پہنچاتے۔ اور یقیناً مانی کورٹ کی جی تک پہنچ جاتے مگر افسوس ہے کہ اوہیں عالم عصری
 میں (۳۶) سال سے زیادہ رہنا نصیب نہیں ہوا۔ گواہوں کی تعیناتی ہنگولی کو سوا برس سے
 زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ مگر اسی قدر قلیل عرصہ میں اوہوں نے باشندگان ہنگولی میں وہ
 وقت پیدا کر لی تھی جو کبھی کسی عہدہ دار کو سالہا سال میں بھی نصیب نہیں ہوتی ۔

(۱۳) کامیابی امتحان سے مرعوم کو مزید تحصیل انگریزی کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ لہذا اوہیں
 نے انٹرنس میں کامیابی کی کوشش شروع کی اور ایم۔ بی۔۔ پائی اسکول دہلی میں
 پڑھنا شروع کر دیا۔ اور دو سال میں تحصیل تمام کر کے انٹرنس کا امتحان دے دیا اور خوش قسمتی
 سے پاس ہو گئے اور پنجاب یونیورسٹی سے انہیں سارٹیفکٹ کامیابی انٹرنس پورٹفہ
 جن ۱۸۹۹ء میں دیا گیا۔

قبل ازاں کہ مرعوم انٹرنس پاس کر چکے اور بچے والد کو یقین تھا کہ وہ کامیاب ہی ہونگے
 اور چونکہ سرکار عالی ان سے کم لیاقت بعض عہدہ داروں کے لڑکوں کو سرکاری خرچ سے تعلیم
 کیلئے انگلستان بھیجا ہے۔ لہذا بجائے اسکے کہ یہ ہندوستان میں تعلیم پائیں انگلستان
 میں تعلیم پانا ان کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔ اوہوں نے بذریعہ درخواست مورخہ ۲۰ ستمبر
 ۱۸۹۹ء مطابق ۲۲ جولائی ۱۸۹۹ء سرکار عالی سے یہ استدعا کی کہ اوں کے فرزند
 بخرچہ سرکار عالی انگلستان تعلیم انگریزی کے لئے بھیجے جائیں جس سے متعلق حکم دارالہمام
 سرکار عالی ناظم صاحب تعلیمات سے رائے طلب ہوئی اور ناظم صاحب نے بذریعہ مراسلہ
 لسٹل مورخہ ۳۰ آذر ۱۳۱۸ء یہ جواب دیا کہ :-

بلاشبہ درخواست گزار کو وجہ قدامت خدمت پورا استحقاق اس وقت
 کی قبولیت کی امید کرنے کا حاصل ہو مگر پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مبلغ استعداد کو کیا

جب معتمدی سے اون کے سوال مذکورہ کا جواب دیدیا گیا تب اونہوں نے بذریعہ مراسلہ ۶۰۵۱ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء لکھا کہ اگر طبابت کیواسطے جاتے ہیں میڈیکولیشن کی استعداد کافی ہے۔ اور اگر تعمیرات کے لئے کوشش کرنے والے ہیں تو بی۔ اے، تک کی ریاضیات میں استعداد ضرور ہے۔ قانون کے لئے بھی میڈیکولیشن کی لیاقت کافی نہیں ہے جسکی بنیاد پر مدارالمہام بہاد نے یہ تصفیہ فرمایا کہ قانونی تعلیم انگلستان کے لئے میڈیکولیشن کی لیاقت کافی نہیں ہے (مزید تعلیم ہونی چاہیے) اس کے بعد خود نواب عماد الملک ناظم تعلیمات نے مرہوم کے والد کو یہ لکھا کہ :-

”اس وقت موقع اچھا ہے دو طالب علم ولایت سے واپس آئے ہیں سب سے میرے پاس جلد ہیجے تاکہ میں انکی سفارش کے ساتھ پیش کردوں یہ سرٹری کے لئے اگر آپ بھیجنا چاہتے ہیں تو اس میں شاید کسی قدر وقت پیش آئے مگر یہاں تمام امدد سفارش اور مہربانی پر موقوف ہیں ممکن ہو کہ یہ بھی منظور ہو جائے“

میری رائے میں اگر انہیں ریاضیات سے کسی قدر مناسبت ہے تو وہ انجینئری کا فن اختیار کریں۔ اس فن والے کی نوکری کہیں نہیں گئی ہو۔ یہاں ہمیشہ خواہش ہوتی ہے۔ اور یہاں نہ ہو تو ملک خدا تنگ نیست“ ہر جگہ اسکی خواہش ہو۔ گئے گزرے طور پر خود ٹھیکہ دار قہمد کے کاموں میں ہزار ہا روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔ بہر حال مجھے چہاں تک ہر سکے کا ان کی کامیابی میں کوشش کروں گا“

گو اس تحریر کی بنا پر مرہوم کے والد نے کوئی درخواست تو نہیں بھیجی لیکن ناظم صاحب کے خط کا جواب لکھا جسکے بعد ناظم صاحب نے انہیں یہ لکھا کہ :-

”ولایت فرنگستان بھیجے کا سلسلہ حکم علی حضرت سرفوق کر دیا گیا خدام

اعلیٰ حضرت کی مرضی نہیں ہو کہ اب کوئی طالب علم تعلیم کے لئے انگلستان بھیجا جائے۔

درحقیقت نہایت بے ترتیبی کے ساتھ طلباء انگلستان روانہ کیے جاتے تھے اور غرضی مصارف خزانہ پر پڑتے تھے۔ لہذا حضرت مخدوم نے موجودہ طریقہ عمل کو روک کر تعلیم انگلستان سے متعلق قواعد مضبوط کئے جانے کا حکم صادر فرمایا تھا تاکہ آئندہ وہاں کی قواعد طلباء کا انتخاب ہو اور انہیں حسب قواعد اس کا رتبہ ملے۔

اور جن فنون کے جس قدر تعلیم یافتہ اشخاص کی ریاست کو ضرورت ہو صرف انہیں فنون کے لئے طلباء بغرض تعلیم بخرچ سرکار انگلستان بھیجے جائیں۔ پس قواعد کی ترتیب اور منظوری اعلیٰ حضرت تک طلباء کا انگلستان بھیجا جانا ملتوی ہو گیا تھا۔ مرحوم کے والد کو ناظم صاحب تعلیمات کے خط اول الذکر سے قبل ہر حالات مذکورہ معلوم ہو گئے تھے اسی لئے انہوں نے حسب مشورہ ناظم صاحب موصوفہ درخواست کرنا بیخود سمجھا اور خود بھی ان کی یہ رائے قائم ہو گئی تھی کہ کافی استعداد ہی کے بعد انگلستان بھیجا مناسب ہوگا۔ مرحوم کو ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ وہ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد انگلستان جائیں اور وہ نہایت قریب کے ساتھ انگریزی استعداد بڑا رہے تھے +

(۱۳۱) چونکہ انٹرنش یا میٹریکولیشن کے امتحان میں کامیابی نے مرحوم کا وہ صلہ بڑا دیا تھا اس سے انہیں تحصیل انگریزی کا مزید شوق بڑھ گیا تھا۔ اور وہ ہندو کلج دہلی میں داخل ہو گئے۔ اور دو سال میں انہوں نے انٹر میڈیٹ کلاس کے تعلیم ختم کر کے امتحان دیدیا اور کامیاب ہو گئے۔ اور انہیں امریکا سیانی سے متعلق پنجاب یونیورسٹی سے سارٹیفکیٹ سرفہ ۲۳ مئی ۱۹۰۱ء مل گیا جس کے بعد انہوں نے سینٹ شافرا کالج میں بی۔ اے کی تعلیم شروع کر دی۔ گران کی نسبت ہر کالج کے اساتذہ کی بہت سچی رائے ہی اعلیٰ ہذا اس کالج کے اساتذہ کی رائے ہی اچھی تھی۔ بیسٹ۔ بیرٹ۔ ویرپنسل

کالج نے سائٹیفکٹ میں لکھا ہے کہ :-

انگریزی میں وہ اچھے طالب العلم ہیں۔ بے شکلف انگریزی بول سکتے ہیں۔ اور صحیح لکھ سکتے ہیں بعض اوقات ان کے مضامین نہایت اعلیٰ طور پر سوچے ہوئے اور بیان کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس زمانہ میں یہاں پڑھتے تھے اوس زمانہ میں انہیں علامت سے بہت تکلیف رہی جسکی وجہ سے انہیں امتحان میں چند دن عمدہ مرقعہ نہیں ملا۔

مسٹر نالال جوں معلم فلسفہ، لکھتے ہیں کہ :-

یہ ایک طبع اور مخفی طالب العلم ہیں۔ جنگو میں نے ہمیشہ متوجہ اور علم حاصل کرنے کا شائق پایا اور انہیں اپنے مضمون فلسفہ کا پورا اور مختصر علم ہے جو پرچہ امتحان کے انہوں نے مجھے لکھ کر دیئے تھے ان سے اونکی نہایت قابلیت ذاتی کا اظہار ہوتا تھا بحیثیت طالب العلم میری رائے میں یہ اوسط درجہ کے طالب العلم سے قطعاً بالاتر ہیں۔ مسٹر شاہماں اور محل سکندر لینگوچ کے اوستا د لکھتے ہیں کہ :-

مباحثوں نے مجھے بی۔ اے میں دو سال فارسی پڑھی اور اس مضمون میں بہت اچھے رہے اور تیز اور ذہین اور طبع اور ہندوب اور سرب آدمی ہیں۔ نیز بڑی شریف اور اعلیٰ خاندان میں جو کلا امتحان کے قریب زمانہ میں یہ سخت علیل ہو گئے تھے۔ جسکی وجہ سے انہیں کامیابی امتحان کے لئے تیاری کا موقع نہیں ملا اور نادرتی مزاج کی حالت میں انہوں نے امتحان دیا۔ اور پرچہ ہی امتحان کلیہ چیدہ تھے ان وجہ سے وہ ایک پرچہ جوابات کے ان کے بگڑ گئے۔ اسوجہ سے یہ اس دفعہ بی۔ اے کے امتحان میں ناکام رہے اور انہوں نے معمم قصد کر لیا کہ صحت کمال کے بعد یہ لاہور جا کر پنجاب یونیورسٹی کالج میں داخل ہو کر کمرہ بی۔ اے کی تعلیم کے تکمیل کے بعد امتحان

دیکھئے

(۱۴) اس دفعہ کے امتحان کا نتیجہ چونکہ یقینی کامیابی تھلا اور دریافت ہوا تھا کہ قواعد تعلیم مرتب ہو کر بغرض منظوری اعلیٰ حضرت جا چکے ہیں عنقریب بعد منظوری نافذ ہو جائیں گے۔ اور لوگوں نے درخواستیں کرنی شروع کر دی ہیں لہذا مرحوم کے والد نے مناسب سمجھا کہ کارروائی سابقہ کی بنیاد پر ان کے لیے بھی تحریک کر دیں پس انھوں نے بذریعہ تعلیم سرکاری مورخہ رتیر شاہ محمد صاحب عدالت و تعلیمات کو درخواست سابقہ سے متعلق کارروائی کے لیے لکھ دیا۔ اور نواب سر بلند جنگ بہادر مستند نے درخواست مذکورہ کی تائید میں گزارش مرتب کر کے معین المہام بہادر کے ملاحظہ میں پیش کر دی۔ چونکہ دیگر امیدواروں میں کوئی بی۔ اے کی لیاقت کا شخص نہیں تھا بلکہ کم لیاقت اشخاص تھے۔ لہذا مرحوم کو بہت ترجیح تھی معین المہام بہادر نے قانونی تعلیم کے لیے مرحوم کا انگلستان بھیجا جانا منظور فرما کر بذریعہ فنانشل سکرٹری منظوری دار المہام حاصل کرنے کا حکم دیا۔ اور اصل گزارش بذریعہ مراسلہ گسٹل مورفہ یکم اظہر شاہ فنانشل سکرٹری کو بھیج دی گئی۔ اور سوقت تک قواعد تعلیم انگلستان زیر منظوری اعلیٰ حضرت تھے۔ لہذا کارروائی مذکورہ بانتظار قواعد دفتر میں رکھی گئی۔ اسی کے قریب زمانہ میں قواعد بعد منظوری نافذ ہو گئے اور مرحوم کے والد کی نظر سے گزرے جنکی شرط و قید و ایسے تھے جن میں ان کے والد انہیں بچھنا نا نہیں چاہتے تھے۔ اور درخواست واپس لینا مناسب سمجھتے تھے۔ مگر چونکہ بروئے قواعد مذکورہ انتخاب طلباء عمدہ واران مندرجہ ذیل کے کمیٹی کے سپرد کیا گیا تھا۔

(۱) فنانشل سکرٹری

(۲) ناظم تعلیمات

(۳) مستند عدالت وغیرہ

انہیں تعلیم احکام قواعد مذکورہ ۱۶ شہر لاہور کو مٹھی منعقد ہوئی اور اس میں تین امیدواروں کا

تجربہ کر کے اعلان لسانِ جریدہ اعلامیہ کے ذریعہ سے شہرہ کرا دیا۔ حالانکہ انہیں کوئی بھی اعلیٰ استعداد نہیں رکھتا تھا نہ کوئی۔ بی۔ اے تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مرحوم کی کارروائی کی مثل جدا گانہ تھی اور دیگر اسید واروں کی کارروائی کی مثل جدا گانہ تھی کیٹی میں مرحوم کی مثل پیش نہیں ہوئی۔ دیگر اسید واروں کی مثل پیش ہو کر تصفیہ ہو گیا چونکہ خود بخود ایسا نتیجہ پیدا ہو گیا جسکے لئے درخواست کا قصد تھا اسلئے مرحوم کے والد نے مزید کارروائی نہیں کی۔

بادی النظر میں یہ امر میرزا کا معلوم ہوتا ہے کہ نواب عماد الملک بہادر ناظم تعلیمات جو مرحوم کی اعانت پر پوری طور پر آمادہ تھے اور نواب سر بلند جنگ بہادر معتمد عدالت وغیرہ جو ان سے زیادہ اعانت پر مستعد تھے اور درخواست بھی جنہیں تھی بلکہ شہساز سے زیر تصفیہ چلی آئی تھی اسی یہ دونوں معزز اراکین کیٹی فراموش کر گئے اور نہایت مستحق اعلیٰ استعداد کے قدیم اسید وار پر انہوں نے کم لیاقت جدید ریٹیلوڈ نو ترجیح دے کر اعلان جاری کر دیا۔ گرفتار نائل سکریٹری کا عقد واقف نہ ہوں تاہم عین الہام تعلیمات کی منظوری سے، تو ضرور مطلع تھے گو ممکن ہے انہیں بوجہ ناواقفیت حالات اس منظوری سے اختلاف ہو لیکن ہر دو معزز اراکین کیٹی جو ہر قسم کے حالات بخوبی مطلع تھے اگر انہیں حالات سمجھا دیتے تو ممکن تھا ان کا اختلاف رفع ہو جاتا، اور اگر اس کے بعد بھی اختلاف رفع نہ ہوتا تو صرف انہیں دونوں معزز اراکین کے متفقہ رائے انکی رائے پر منج قرار پاتی۔ اور برہنہائی غلبہ رائے عمل ہوتا۔ پس جس طور پر مرحوم کیٹی مذکورہ نے ناکام رکھا وہ بہت غور طلب ہے۔ اور جلد حالات اس کے مقتضی تھے کہ اگر مرحوم کے والد کیٹی کی تجویز مذکورہ ترمیم کرائی کو مستش کرتے تو ضرور کامیابی ہوتی لیکن انکی رائے میں اس کا رشب حاصل کرنا مناسب نہیں تھا اسوجہ سے انہوں نے سکوت اختیار کیا *

(۱۵) مرحوم بعد صحت اپنے ارادہ کے مطابق لاہور جا کر پنجاب یونیورسٹی کلج میں داخل ہو چکے تھے۔ اور مکہ نہ بی۔ اسے کی تعلیم شروع کر دی تھی جہاں بالآخر انہوں نے بی۔ اے کی تعلیم ختم کی اور ۱۹۵۷ء میں بی۔ اے کا مشکل امتحان قابل تعریف پاس کر لیا۔ اور انہیں پنجاب یونیورسٹی کے بی۔ اے کی سند (۲۳ دسمبر ۱۹۵۷ء) میں ملی۔ چونکہ سابق سے ان کا قصد صرف اسی حد تک انگریزی میں کامیابی پر اکتفا کا نہیں تھا بلکہ صحیحی قسم کے ان کے طفولیت کے زمانہ سے خیالات تھے کہ جو کچھ ہر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا ہو۔ اسی طرح مہتری کامیابی تک یہ انگریزی تحصیل چاہتے تھے۔ اور انگریزی تسلیم کے تکمیل کے لیے انگلستان جانے کا قصد تھا۔ لہذا بغور کامیابی بی۔ اے۔ انہیں روانگی انگلستان کے فکر شروع ہوئے اور مہجرت تکمیل کے لیے یہ ۲۳ دسمبر ۱۹۵۷ء کو راجہ ای انگلستان ہو گئے۔ گو ان کے سفر انگلستان کے واقعات اور وہاں کی تحصیل کے حالات بہت تفصیل طلب ہیں لیکن جس قدر مرحوم نے اپنے خطوط کے ذریعہ سے اپنے والد کو لکھے ہیں انہیں کے بیان پر لکھنا کیا جائے گا۔ تاکہ طوالت نہ ہو +

(۱۶) ان کے سوا وہ کوئی لڑکا ان کے والد کا ایسا نہیں تھا جو خاندانی عظم و اعزاز حاصل کر سکتا۔ اسوجہ سے مرحوم کی قدر اولن کے والد کے دل میں بہت تھی۔ اور وہ صرف انہیں کو اپنے قائم مقامی کے قابل سمجھتے تھے۔ اسوجہ سے مرحوم کو از حد عزیز رکھتے تھے۔ بوقت سفر انگلستان خود انہیں رخصت کرنے کے لیے بیسی گئے تھے اور خود انہیں ۷۰ بندرگاہ پر جا کر انہیں رخصت کیا ہوا وہ (پیشور) نامی جہاز پر سوار ہو کر راجہ ای انگلستان ہوئے۔ عدن سے جو خط مرحوم نے ۲ جنوری ۱۹۵۷ء کو اپنے والد کو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندرگاہ سے رخصت ہونے سے پہلے کیا کیا واقعات پیش آئے، جو حسب ذیل ہے :-

آپ سے نصحت ہو کر سیکر ای اچینٹ (بہار ہند - دہلی) ڈاکٹر صاحب
 کی خدمت میں پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب کو نہایت ظریف مزاج پایا۔ معائنہ تو برائے نام
 ہوتا ہے۔ امام ضامن جو بجا وہ صاحب اور میر منشی صاحب نے باندھے تھے آخر
 تک بندھے ہی رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کی طرف اشارہ کر کے دریافت
 کیا کہ کیا پرنس آف ویلز نے تمہیں بھی تمغہ عطا کیا ہے۔ بعد میں نبض پر ہاتھ رکھا اور
 اچکن کے اوپر سے سینہ وغیرہ ٹٹولا۔ اور پوچھا کہاں سے آرہے ہو۔ اس کے بعد
 معائنہ ختم ہوا۔ اجازت نامہ اون کے پاس لکھے رکھے تھے اور ان میں سے ایک اوتھا کر
 میرے حوالہ کیا۔ جس پر لکھا تھا کہ بعد معائنہ ڈاکٹر (Dr. H. S. Dhillon) جواز رجاء
 کی اجازت دی گئی۔ میں ڈاکٹر صاحب کے کمرہ کی پشت کی جانب کے دروازہ سے محل کرنا گراہ
 کے چوتھرہ تک پہنچا۔ وہاں ایک داخلی کشتی تیار پائی۔ چوتھرہ مذکور سے کشتی کے اندر
 ایک چوٹا سا زینہ لگا ہوا تھا۔ میں کشتی میں داخل ہوا اس وقت تقریباً دس پہنچ رہا
 انگریز۔ پانچ چار میس اور ایک دو بچے وہاں موجود تھے۔ چند منٹ بعد زینہ کشتی کے
 اندر پہنچ لیا گیا۔ اور کشتی روانہ ہوئی۔ بندرگاہ کے کٹھرہ بیرونی پر میں نے آکھو اور
 نعمت اللہ خان کو دیکھا تھا۔ لیکن فاصلہ بید ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر پہچان میں
 سکا۔ میں نے روال بھی ہلایا تھا۔ اگر آپ وہاں تشریف فرما ہوں گے تو آپ نے
 دیکھا ہو گا۔

تقریباً آٹھ دس منٹ بعد یہ کشتی نامی جہاز تک پہنچ گئی۔ زینہ بلند کر دیا
 گیا۔ ہم دونوں کچھ عرصہ تک منتظر رہے۔ کیونکہ کتابوں میں بہت دیکھا کرتے تھے کہ
 جب کہ مرد اور عورتیں کسی کام میں شریک ہوں تو عورتوں کو پہلے موقع دیا جاتا ہے۔
 مگر جب ہم نے دیکھا کہ مرد ہی جانے شروع ہو گئے تو ہم بھی جہاز پر چڑھ آئے۔ اور
 (Cinema) (کپتان) سے اپنی سیٹ (Cinema) کا نمبر بنا کر مقام دریافت کیا

پھل اس وقت تک تمام ہمراہ تھے۔ اور میوے کے ٹوکے بھی۔ کپتان نے ایک آدمی کے ہمراہ میں اپنی جگہ پر بھیج دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے کمرہ کا ہتھم جسے (Sensory) کہتے ہیں آیا۔ اس نے کہا کہ اپنے کپس جو تھاس کلکس (Sensory) کی معرفت آئے ہیں سنبھال لو۔ اور ایک پریس سنٹ کے بعد ڈنر کی گھنٹی ہوگی۔ اور رکھانے کے کمرہ میں چلے جانا۔ نیز جو ضروریات تھیں وہ بتا گیا۔ مثلاً پائخانہ یہاں ہے۔ غسل خانہ یہاں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس شخص سے بہت کام نکلتے رہتے ہیں۔ ہمارا کمرہ (Sensory) دو آدمیوں کے رہنے کا ہے۔ برابر میں بعض کمرہ چار چار آدمیوں کے رہنے کے بھی ہیں۔ بعض تین تین آدمیوں کے رہنے کے ہیں۔ وہ نسبتاً بڑے ہیں۔ ہمارا (Sensory) طول میں ۱۰ گز (سوا دو گز) عرض میں بھی اسی قدر۔ بلندی میں ۲ گز ڈھائی گز کے قریب ہے۔ جس میں دو بلینگ تاروں کے زیرِ دھالا اسی طرح سے نصب ہیں۔ جس طرح سے ریل میں ہوتے ہیں۔ ان پر ایک ایک موٹی ترشک دو ٹنگیہ (ایک تنکوں سے بھرا ہوا اور ایک پروں سے) ایک سفید فلائین کا کپسل۔ ایک غسلخانہ کا طویل ہے۔ کمرہ میں ایک تین درجہ کی چوٹی سی الماری اور ایک منہ دھونے کا ظرف اس قسم کا جیسا ریل میں ہوتا ہے اس ظرف پر دو ٹنگیاں سفید صابون کی ہیں۔ برابر کہوٹلیوں پر چار ہاتھ منہ پونچنے کے طویل ٹنگیہ ہے ہیں۔ ایک لکڑی کے کارنس پر ایک صراحی میں پینے کا پانی اس کے دونوں جانب دو گلاس رکھے ہوئے ہیں۔ نیچے دو کپڑوں کی شکل کی ظروف میں ہاتھ منہ دھونے کا میٹھا پانی رکھا ہوا ہے۔ دو واہ کے اوپر ایک چوٹا سا مچان ہے اور ہر دو کاک کے (Sensory) رکھے ہیں یہ اس لیے ہیں کہ اگر فدا نخواستہ جہان غرق ہو تو ان کے ذریعہ سے آدمی سطحِ بانی کے نیچے نہ جانے پاوے۔ تیار ہو۔ ایک گہری دکانی شکل کا ظرف کوٹا ڈالنے اور تے کرنے کے واسطے ان (Sensory) کا

کے اوپر دھرا ہے نیچے فرش قالین کا ہے۔ راستوں زمیوں میں اور ہر جگہ یا تو موٹا
 نرم ٹاٹ بچھا ہوا ہے۔ یا قالین تاکہ آمد و رفت میں کھٹ کھٹ زیادہ نہ ہو جس منزل
 میں ہمارا کمرہ ہے اس میں ایک اخبار پڑھنے اور بیٹھنے کا کمرہ بڑا بھی ہے۔ اس کے اوپر
 کی منزل میں کھانے کا کمرہ ہے۔ اور کھنے کا کمرہ ہے۔ جہاں میز پر ایک قلم ایک دات
 اور کچھ کاغذ لفاظہ مسافروں کے واسطے ایک لندن کا نقشہ اور انگلستان کی ریلوں کا
 ٹائم ٹیبل رکھا ہوتا ہے۔ اس کے اوپر کی منزل میں فرسٹ کلاس کمرہ ہیں اور اون
 کی چھت صاف ستھرتی ہے۔ تقریباً چالیس گھنٹوں اور پانچ چھ گھنٹوں میں پورے
 کے سامان دھوپ سے محفوظ رکھنے کے واسطے پڑے رہتے ہیں۔ یہاں لوگ
 اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ کر ہر اکھالتے ہیں۔ ہم بھی جب گھبرا جاتے ہیں۔ تو ہمیں چلے
 جاتے ہیں۔ نیز صبح شام اکثر انگریز بطور ورزش ہٹلا کرتے ہیں۔ ہم بھی اب چیل قدمی
 کرنے لگے ہیں جس منزل پر کھانے کا کمرہ وغیرہ ہے۔ ادوی کے کچھ دور آگے بڑھ کر سنہ
 دہرے کا ظرف اس ہی شکل کا جیسا اوپر عرض کیا بنا ہوا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں
 ٹل لگا ہوا ہے۔ اس سے کچھ آگے بڑھ کر ایک جانب تین غسل خانہ ہیں۔ اور ایک
 جانب چار پانچ پاخانہ ہیں۔ مگر چونکہ یہ دونوں مقامات جہاز کے کونہ (سرسے) کے قریب
 واقع ہیں۔ تدرج سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ ان میں جا کر بہت جلد ہچکھکرنے
 لگتے ہیں۔ حمام میں ایک چینی کا بڑا ٹپ ہے جس میں آدھی لیٹ سکتا ہے۔ بارگاہ
 کے قریب گہرا بنا ہے۔ اور اس میں دو ٹل لگے ہوئے ہیں۔ ایک گرم پانی کا۔ ایک سرد
 پانی کا۔ پانی سمندر کا کھاری ہی ہوتا ہے۔ میٹھا پانی مانگا جائے تو تھوڑا سا مل جاتا
 ہے۔ میٹھا پانی سہولت کے ساتھ ہٹانے کے قابل نہیں مل سکتا۔ سمندر کے پانی سے
 نہا کر جسم بہت ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ درجہ دوم میں دو تہیں ہوتی ہیں۔ پہلی (A)
 کہلاتی ہے دوسری (B) بی کے درجہ میں سفر کیا جاوے تو مقابلہ اس کے لئے

کرایہ میں کم دینے پڑتے ہیں۔ ہم (دبی) کلاس میں سفر کر رہے ہیں۔ کرایہ کل ۵۲۰ روپے دیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ (۸) کلاس میں سفر کیا جائے۔ آپ کبھی قصد فرمائیں تو بارہ اول میں یا دوم میں تشریف لائیے گا۔ کیونکہ درجہ مذکور میں کھڑکی ایسی ہوتی ہے کہ اسے جب چاہیں کھلا کر سکتے ہیں۔ تازی ہوا آتی رہتی ہے۔ ہمارے یہاں کھڑکی ایسی ہے کہ اسے کھولیں تو کبھی کبھی پانی آجاتا ہے۔ اور زیادہ بند رکھیں تو بدبو ہونے لگتی ہے۔ دوغن اور برطانی بگھنتی ہے۔ تو خواہ مخواہ ماش ہونے لگتی ہے۔ عطر بھی مطلق مفید نہیں یہاں عطر کی بو سے خواہ مخواہ امتلا ہونے لگتا ہے۔ سرکہ اور نیوکی بو سے سوا کوئی بو خوشگوار نہیں معلوم ہوتی۔

بچوں کی بابت عرض کرنا بھول گیا۔ اول سے نہایت درجہ ماش ہونے لگی بالآخر جب انہیں باہر کھینک کر ایات نجات ملی۔ اور افاقہ ہوا۔ *سندھ* *۱۳* یعنی ہتھم کمرہ سے معلوم ہوا کہ کمرہ میں سیوہ رکھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ سمندر میں اسکی بو سے استغفرغ ہونے لگتا ہے۔ اور بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بارہ کا ایک بڑا کمرہ خالی تھا اس میں سیوہ رکھ دیا گیا۔ جو چند تازگیاں اور بیتاں ہمارہ تھیں وہ بہت غنیمت گنیں اور اسوقت تک مدد سے رہی ہیں۔ باقی انگور۔ انجیر۔ سیب۔ چیکو۔ کیلے۔ وغیرہ سب مہتمم ہی کو دیئے گئے۔ اس موسم میں بوجہ ایام سرما ہونیکے مروج کم ہوتا ہے۔ پہلے روز کسی قدر زیادہ تھا۔ تو ماش ہوتی رہی۔ چکر آئے رہے۔ دو سر بھی رہا۔ لیکن تیسرے روز سے بالکل آرام ہے۔ رتے مجھے صرف ایک دفعہ ہوئی۔ اور ہمارے صاحب پنڈت رام گوہال کو بالکل نہیں ہوئی۔ صرف ماش ہی ہو کر رہ گئی۔ کھانا چاروقت ہوتا ہے۔ علی الصبح چائے۔ آٹھ کے قریب برگ فاسٹ۔ ڈیڑھ بجے ڈنر۔ اور شام کو چائے۔ کھانا عمدہ ہوتا ہے اور ہر وقت سات آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ خصوصاً ڈنر میں ہر قسم کا کھانا آتا ہے۔ ہم نے بھی چار روز میں

کھانا اتنا سیکھ لیا ہے کہ کھا لیتے ہیں۔ کھانوں کے نام لکھے ہوئے میز پر رکھے ہوتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا چیز ناجائز ہے۔ وہ نہیں کھاتے۔ میں حتیٰ الوسع گوشت نہیں کھاتا۔ چھٹی ہی کھاتا ہوں کھانے کے ساتھ نارنگیاں بھی ہوتی ہیں۔ سب سے اوپر کی منزل پر کھیل کا کمرہ ہے اور اس کے دیکھنے کا اس وقت تک اتفاق نہیں ہوا۔ بہر صورت اس مفصل سمع خراشی سے آپ کو تکلیف تو پہنچی ہوگی۔ لیکن اس امر کا اطمینان ہو گیا ہو گا کہ بندہ بخیریت و عافیت ہے اور کسی قسم کی تکلیف یہاں مطلق نہیں ہے۔ جہاز کل شام کو یعنی اس وقت سے ۲۴ گھنٹہ بعد عدن پہنچے گا۔ وہیں یہ عرضیہ ڈاک ٹیکٹ ڈالا جاوے گا۔

اور خط میرے ۶۔ جنوری سن ۱۹۷۶ء جہاز ماہین عدن و بندر گاہ سویر سے مرحوم نے لکھا تھا جس سے دریافت ہوتا ہے کہ بندر عدن پر او نہیں جہاز بدلنا پڑا۔ اور وہ (پنچولر) جہاز سے اتر کر (معدونہ) نامی جہاز پر سوار ہوئے۔ خط مذکورہ کے قابل ذکر عبارت حسب ذیل ہے:-

ہر روز چار شنبہ گزشتہ یعنی بتاریخ ۳۰ جنوری سن ۱۹۷۶ء بوقت ۷ بجے شب کے ہمارا پہلا جہاز جس کا نام (Almoudoud) تھا بندر گاہ عدن پر پہنچا چونکہ وقت شب کا ہوتا وہاں کی کیفیت کچھ دیکھنے میں نہیں آئی۔ سوائے اس کے کہ عرب جو کشتیاں لے کر جہاز تک آتے ہیں۔ کہ اسباب اور خطوط جہاز پر سے لیجاویں۔ بے انتہا غل شہر مچاتے ہیں۔ جہاز کے ٹیڑھے ہی ایک دخانی کشتی چند چٹوں سے چلانے والی کشتیوں کو کھینچ کر جہاز کے قریب لائی۔ ان میں تمام اسباب وغیرہ اس غل عرب نے ڈال دیا۔ ایک اور دخانی کشتی بعد میں آئی۔ اور میں مسافروں کا اسباب بھر آگیا۔ پھر مسافر اتر گئے۔ پورے ۷ بجے شب کے قریب ہم اس نئے جہاز میں آگئے تھے۔ کوئی کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آتے ہی

لینے (۱۷۷۷ء) کا غیر دریافت کر لیا۔ اسی طرح سے ایک آدمی آکر بتا گیا۔
 یعنی مہتمم کمرہ آیا اوس نے تمام اسباب لاکر رکھ دیا اور پوچھا کہ اور کیا کام ہے
 یہ بھی دریافت کیا کہ صبح کس وقت آپ کو جگا دوں۔ اور چلا گیا۔ یہ جہاز پہلے جہاز کی
 نسبت بہت اچھا ہے۔ کمرہ وغیرہ بھی پہلے جہاز سے زیادہ وسیع ہیں اور اسباب
 آسائش پہلے جہاز کی بہ نسبت زیادہ اور بہتر ہیں۔ یہاں اور چیزوں کے علاوہ ایک
 برقی پنکھا کمرہ میں لگا ہوا ہے۔ جو وقت چاہیے۔ چلائے۔ اور جو وقت چاہیے
 بند کر دیجئے۔ اگر پوری قوت سے چلایا جاوے تو فریٹنگ کی ہوا آتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے
 کہ پوری قوت سے نہ چلایا جائے۔ ہمارے کمرہ کے باہر دس بارہ قدم کے فاصلہ پر
 دو بڑے بڑے تل لگے ہوئے ہیں۔ ایک پرفیٹریٹ لکھا ہوا ہے اور ایک پر لکھا ہے
 (Waste) ایک میں فلٹر کیا ہوا پانی رہتا ہے۔ اور ایک میں برف سے سرو کیا
 ہوا۔ جو نسا جس قدر مطلوب ہو۔ لیا جاسکتا ہے۔ ایک میوزک روم ہے جو جہاز کے
 قیسری منزل پر واقع ہے۔ اس میں چوٹی چوٹی میزس رکھی ہوئی ہیں۔ کرسیاں نصب
 ہیں۔ اور چاروں طرف تختیں یا کوسیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہیں قلم و دوات وغیرہ بھی رہتی
 ہے۔ اسہی کمرہ میں۔ اس وقت بیٹھا ہوا یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ یہاں کا ایک مہتمم ملحد
 ہے اسی طرح اس کے قریب ایک کھیلنے کا کمرہ ہے۔ اس کا انتظام ایک علیحدہ شخص کے
 سپرد ہے۔ کھیلنے کے کمرہ میں تاش شطرنج وغیرہ ہیں۔ اس جہاز میں ایک
 لائبریری (کتب خانہ) بھی ہے۔ اس کی کچھ فیس ایک مقام سے دوسرے مقام تک کے
 لئے مقرر ہے۔ جو چاہیں اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کتابیں انگریزی ہیں۔
 کھانا بھی اس میں پہلے جہاز کی بہ نسبت کسی قدر بہتر ملتا ہو گا۔ اب ہمارے
 ہملز انگریزوں کے رتناؤ میں تھوڑا فرق پیدا ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی خود بخود
 کچھ بات کر لیتے ہیں کبھی کھانے کی میز پر کوئی چیز اٹھا کر دینے لگتے ہیں کبھی کسی کھیل

میں شریک کرنے کی صلاح کر لیتے ہیں۔ مگر مشہور یہ ہے کہ بندرگاہ ستید سے گذر کر تمام بدھزجی ختم ہو جاتی ہے اور ہندوستانیوں کو نظر آکر انہیں دیکھا جاتا ہے۔

یہاں کے سمندر کا پانی نسبت اس سمندر کے جو عدن تک ملتا ہے۔ خراب ہے کبھی ہوا تیز ہو جاتی ہے۔ کبھی توج شدت سے ہونے لگتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمیں اب کسی قدر عادت ہو گئی ہے۔ استقراغ وغیرہ کی تکلیف مطلق نہیں ہوتی۔ سنا جاتا ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ توج پر پانی ملیگا، ابھی تک سردی شروع نہیں ہوئی ہے۔ اس وقت یہاں سمندر میں ایسی خشکی ہو گئی جیسی بوقت مدائمی بھی میں تھی۔ جس نے عدن تک اس خیال سے کہ مجھے کھانا وغیرہ نہیں آتا تھا۔ اچکن پہنی۔ اب تھوڑا بہت کھانا آ گیا ہے۔ لہذا عدن سے میں نے انگریزی کپڑے پہن لیے۔ پس اگر آپ کا قصد جہاز میں سفر کرنے کا ہوگا، تو بعد میں زیادہ تجربہ کی باتیں عرض کی جائیں گی۔ لیکن اس وقت تک تو یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جہاز میں تشریف لائیں جو عدن پر نہیں بدلتا کیونکہ اس کمپنی کے براہ راست یورپ جانے والے جہاز ایک ہفتہ بیچ کر کے روانہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اچھی قسم کے بھی جہاز ہوتے ہیں اکثر کے نام صرف *Marmora* سے شروع ہوتے ہیں مثلاً *Marmora* *Co. and O. Navigators* وغیرہ۔ اس کمپنی کا نام *Co. and O. Navigators* ہے۔

(۱۷) اسکے بعد مروجہ راستہ مابین بندرگاہ سعید و مارسیلز سے جو خط مورفہ الاجنوبی ۱۹۱۶ء بھیجا ہوا اس کے قابل ذکر عبارت حسب ذیل ہے:-

افسوس کہ بندرگاہ سعید پر ہے میں عریضہ نہیں لکھ سکا۔ وہاں جہاز یکشنبہ گزشتہ صبح ۸ بجے کے قریب پہنچا اور سہ پہر کو چار بجے تک کھڑا رہا۔ ہم لوگ جہاز پر سے اتر کر شہر کو دیکھنے گئے۔ ایک ڈاکخانہ۔ چند مدرسہ۔ ایک مسجد۔ دو گر جائیں دھیں (۱۵۰۰) *Bohm* کا ایک دفتر یہاں بھی ہے۔ مگر بوجہ اتار ہونے کے دفتر بند تھا۔

اور میں ان سے کوئی مدد سیر کرنے میں نہ مل سکی۔ ایک اور شخص مصری جو انہیں کینیٹوں کی لٹری (Lettres) کی جانب سے مقرر کیا ہوا تھا اسے ہمراہ لے کر سیر کی۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ اس سے پہلے ہی فیس نہ دریافت کر لی۔ اور اس نے بھی بد معاشی کی کہ خود پہلے کچھ نہ بتایا۔ بالآخر بعد واپسی حساب ۲ شلنگ یعنی پورنی گھنٹہ دینا پڑا اور صبر کے قریب دیئے۔ یہاں کے لوگ بہت بد معاش ہیں۔ خصوصاً وہ جو بندہ سگاہ پر مسافروں کو سیر وغیرہ کرانے کی غرض سے کھڑے رہتے ہیں۔ شہر بہت بڑا نہیں ہے لیکن آبادی گنجان ہے۔ ایک ٹرم دس ہی یہاں چلتی ہے۔ شہر کے اوس حصہ میں یہاں اکثر مکانات وغیرہ واقع ہیں۔ بیشتر میل کچیل کچڑ بدبو، وغیرہ نہتی ہے۔ لیکن تجارتی حصہ میں۔ مکانات بیشتر چرمنزلہ ہیں۔ اور صفائی اچھی ہے۔ تجارتی حصہ کے علاوہ اور مکانات اکثر چربی ہیں۔ چند ہوٹل۔ سوداگروں کے بڑے بڑے دوکانیں۔ ہر قسم کی ہیں۔ مصری۔ عربی۔ فرانسیسی۔ یونانی۔ اٹالین۔ انگریزی وغیرہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن جو شخص ہمارے ساتھ تھا وہ ایسے خراب انگریزی بولتا تھا کہ ہم کچھ خاک نہیں سمجھ سکتے تھے۔ یہاں علاوہ اقوام یورپ کے جن میں سے بعض بغیر من تجارت یہاں رہتے ہیں۔ بعض ان کے ملازم ہیں۔ یا پادری ہیں۔ اصلی باشندے یا تو ترک ہیں یا مصری عرب ہیں۔ ترکوں کے رنگ گورے قریب قریب انگریزوں کے سے نقشہ صاف اچھے۔ قد قدامت بڑے۔ اور لباس انگریزی۔ مصری عرب رنگ کے سافوٹے ہیں۔ اور ایک بہت بڑا کرتہ جو ٹخنوں تک پہنچتا ہے پہنتے ہیں۔ عورتیں ایک شلووار اور ایک سیہ برقع پہنتی ہیں۔ اور ناک پر ایک لکڑی کی گتھی سی رکھتی ہیں اونکی صرف آنکھیں ہی آنکھیں دکھائی دیتی ہیں۔ غالباً اتنا ہی پردہ یہاں کیا جاتا ہے۔ قوی الجنتہ ہوتی ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ تمام کام کاج کرتی پھرتی ہیں۔ ترک عورتوں کا لباس بھی۔ انگریزی لیڈیوں کے لباس سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔

ترک اکثر انگریزی جانتے ہیں۔

چار پانچ روز سے ہمیں سردی مل رہی ہے۔ لیکن اس وقت تک ادنیٰ سردی نہیں ملی۔ جس قدر ہم نے دہلی میں چھوڑی تھی۔ یہاں کسی قسم کی مطلق تکلیف نہیں ہے۔ بندرگاہ سعید سے آگے بڑھتے ہی سمندر خراب ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور کل اس قدر پر توجہ تھا کہ ڈاسک ہٹیل پر آٹھواں حصہ بھی آدمی نہیں تھے۔ اکثر علیل ہو گئے تھے۔ سب مجھے یہاں بھی ایک ہی مرتبہ تھوڑی سی تھوٹی آج شب سے وہ خراب حصہ سمندر کاٹے ہو چکا۔ اب توجہ بہت کم ہے۔ مگر سنا جاتا ہے کہ شام سے پھر ویسا ہی خواب پانی ملے گا۔

توجہ کی حالت میں جہاز میں دو قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر لہر میں ایک جانب سے دوسری جانب جاتی ہیں۔ تو ایک حصہ جہاز کا نہایت بلند ہو جاتا ہے بعض اوقات پندرہ بیس گز کے قریب اور دوسرا اسی قدر جھک جاتا ہے اور دوسرے دفعہ بلند حصہ جھک جاتا ہے۔ اور پست حصہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح حرکت جاری رہتی ہے۔ دوسری حرکت جو زیادہ ترقی آور ہے۔ یہ ہے کہ لہر میں جہاز کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر پھر اترتی ہیں۔ یعنی آگے کا سر پہلے بہت بلند اور پھر بہت پست ہو جاتا ہے اور ہوتا رہتا ہے اس سے نہایت استلا ہوتا ہے۔ جہاز کے چھت پر بیٹھنا (اپنی کرسی پر) دفعہ تہ کے واسطے مفید بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ہوا نہایت سرد اور بہت زور کی ہوتی ہے۔ اس عمل سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ مجھے تو نہایت فائدہ (مصلحت) میں لیٹے رہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی اور بھی اکثر آدمیوں کو کرتے دیکھا گیا۔

۱۳ جنوری کو بروز شنبہ یہ جہاز بمقام مارسیلز میں جو فرانس میں واقع ہے پہنچ جاوے گا۔ وہاں سے مقام کے لیے تک ریل ہے پھر ایک گھنٹے کا راستہ جہاز کا اور ہے

اور پھر ٹوڈ سے لندن تک ریل ہے۔ یہ عرضیہ بھی مارسیلز سے ڈاک میں ڈالا جاوے گا اسوقت سمندر کا صاف ہونا شینت سمجھ کر لکھ لیا ہے اگر کوئی اور امر بد میں قابل گزارش ہوگا تو زیادہ کر دیا جائے گا۔ آج یہیں جہاز میں ڈاک کا صندوق مارسیلز کے ڈاک لینے کے واسطے لگا دیا گیا ہے اور نصف شب تک رہے گا۔ بعد میں اوتا لیا جاوے گا۔ لیکن یہ ڈاک مارسیلز سے غالباً ۱۹ جنوری کو ہندوستان روانہ ہوگی اسوقت تک مارسیلز ہی میں امانت رہے گی۔

آج جو ۱۲ بجے فوٹس لگایا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاز مارسیلز سے ۲۶۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ غالباً کل صبح ۸ بجے کے قریب مارسیلز پہنچ جاوے گا۔ اوسط رفتار اس جہاز کی ۳۶۵ میل روزانہ رہتی ہے۔ یعنی ۱۵ میل فی گھنٹہ یا سہٹ میں ایک میل۔ اور کوئی امر قابل گزارش نہیں معلوم ہوتا سوا اس کے کہ سمندر خراب ہونے کا اندیشہ جو بعد عموماً بنائے میسینیا ظاہر کیا جاتا تھا۔ اس کی کچھ اثر نہیں ہوا۔ سمندر بہت صاف رہا۔

(۱۸) الغرض مہدی خدیوؒ نے کچھ شب کے مرحوم بخیر و عافیت لندن پہنچ گئے۔ اور ادو نہیں لے۔ بخیر و عافیت وہاں پہنچنے کی بذریعہ تارا اپنے والد کو اطلاع دی۔ اس کے بعد سے وہ وہاں کے واقعات اور اپنی تعلیم کے حالات سے پیچھا اپنے والد کو مطلع کرتے رہے۔ جو ادو کے خطوط مندرجہ ذیل کے اقتباس سے معلوم ہوں گے۔

(۱) بتایا کہ ۱۴ ماہ حال بوقت ۷ بجے شب کے میں یہاں پہنچا جس دوست کا پہلے ذکر بھی میں آیا تھا اور ہوں نے مکان وغیرہ کا انتظام چاکر رکھا تھا اور اسٹیشن پر بھی لگے تھے۔ یونین کے ہمراہ اس مکان میں آیا اور اسوقت تک بنیات الہی خیر و عافیت سے ہمیں۔ یہاں بھی اسوقت تک اس قدر غلطی نہ ہوئی تھی پڑی جیسی ہمیشہ پڑتی ہے۔ ابھی برف مطلق نہیں پڑتی۔ اور سردی نہایت خوشگود ہے۔ میں یہاں آکر زیادہ سہولت

ہو گیا ہوں۔ آج شام کو انشاء اللہ تعالیٰ اؤکس فورڈ جاؤں گا۔ وہاں پر نیوٹرٹی میں خسر ہونے کا قصد ہے۔ مگر سنا جاتا ہے کہ اس موقع پر شرکت وقت طلب ہو۔ یہاں کپڑے وغیرہ بنوانے میں مصروف رہا۔ اور قواعد کی کوئی کتاب بھی نہیں ملی۔ کل وہاں جا کر پوری پوری کیفیت معلوم ہوگی۔ بیرسٹری کی ٹرم شروع ہوگئی ہے اور ۳۰ ماہ حال کو ختم ہو جاوے گی۔ پس اگر شرکت ممکن ہوئی تو بعد شرکت یہاں واپس آنا ہوگا تاکہ یہ ٹرم ضائع نہ ہو جائے۔ (۲) بیرسٹری کے واسطے (M.A. J. Law) میں شریک ہو گیا یہاں

جو چار مدرسے بیرسٹری کے ہیں۔ ڈیل ٹیل اوں میں سے ایک ہو۔ یہ ٹرم ضائع نہیں ہوئی اؤکس فورڈ کے قواعد وہاں جا کر دیکھئے۔ کیمرج میں بمقابلہ وہاں کے آسانی ہے سید علی بلگرامی صاحب بھی کیمرج ہی میں ہیں۔ غالباً وہیں داخل ہوں گا۔ مگر یہ ٹرم کیمرج کے ہاتھ نہیں آسکتی۔ ورنہ بیرسٹری کی ٹرم ضائع ہوگی۔ اگلی ٹرم سے شریک ہو جاؤں گا جو مارچ ۱۹۰۷ء سے شروع ہوگی۔ اس عرصہ میں بیرسٹری کے مضامین دیکھوں گا۔ سید علی بلگرامی صاحب سے بھی مشورہ لوں گا۔ یہ مکان وہی ہے جس میں پہلے ٹیپو تھا لیکن چونکہ جگہ ڈیل ٹیل سے بہت فاصلہ پر ہے لہذا اس ٹرم کے بعد جو ۳ ماہ حال کو ختم ہوگی مکان تبدیل کر دوں گا۔ یہاں سردی بہت زیادہ نہیں ہے۔ اس سال برف مطلق نہیں پڑی۔ بارش روزانہ ہوتی ہے ہے۔ ابر ہر وقت محیط رہتا ہے۔ تین چار روز میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے واسطے دھوپ بھی نکل آتی ہے۔

(۳) اس ہفتہ میں کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ بیرسٹری کے مضامین زیر مطالعہ ہیں۔ دو شنبہ ماہ حال کو نماز بقرعید قرار پائی ہے۔ اس سے فارغ ہو کر انشاء اللہ کیمرج جاؤں گا۔ چونکہ یہ ٹرم کلج کے ہاتھ نہیں آسکتی لہذا قصد ہے کہ بیرسٹری کے امتحانات میں سے ایک دو گیتے فراغت حاصل کر لوں۔

(۴) میں اس وقت تک صرف بی۔ اے ہوں۔ ہندوستان کا۔ ایل۔ ایل۔ بی کے پہلے

یہاں کے بی۔ اے کی ڈگری مفت میں ملتی ہے اور یہاں کے بی۔ اے کی ڈگری دو ایک سال کے بعد خود بخود ایم۔ اے کی ڈگری ہو جاتی ہے۔ یہاں دینا کچھ نہیں پڑتا۔ اور اسی طرح سے ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری بلازحمت مزید خود بخود ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری ہو جاتی ہے۔ جو قانون میں سب سے بڑی ڈگری ہو۔ پس اگر یہاں آکر یہ فائدہ بھی نہ ہو کہ ذاتی قابلیت تو بڑے یا نہ بڑے ایک آدھ یونیورسٹی کا خطاب (یعنی ڈگری) ہے لے لیا جاوے۔ تو اتنی دور آ کر وقت اور روپیہ برباد کرنے سے کچھ حاصل ہی نہوا۔ علاوہ ازیں۔ یہاں کے آدمی ۹۵ فیصدی بدکردار اور آوارہ ہیں لوگوں سے ملاقات پیدا کرتے اور اونہیں اپنے رنگ میں نگین کی فکر میں رہتے ہیں۔ زیادہ خالی رہنے کی صورت میں زیادہ اندیشہ ان کا شکا میں جانے کا ہے میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا کام ہو کہ مفید بھی ہو اور اوس میں مصروف بھی رہنا پڑے۔ اس ملک کے آدمیوں کا چال چلن تو جیسا ہے ویسا ہی ہے۔ ہندوستان کے شرفا و حقیقت اسکی کچھ داو نہیں دے سکتے۔ یہاں ہمارے شریف کے معنی اونہیں اون کے یہاں اور ہیں لیکن یہاں بعض باتیں مجھے بے انتہا پسند آئیں۔ یہاں لائق آدمی کی تعریف نہیں ہے کہ مضامین پر تقریر خوب کر سکے یا لکھ خوب سکے۔ بلکہ کچھ کر کے دکھاوے علم میں کچھ نئی باتیں دریافت کرے۔ ملک کے حالت کے بہتر کرنے میں۔ کوئی اثر بہت دکھاوے۔ غرض کچھ کرے اور وقت مستحق تعریف ہو گا۔ کچھ کہنے سے نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں بیرونی اخلاق ان لوگوں کا نہایت شستہ اور شائستہ ہے۔ یہاں چند ہندوستانیوں سے اور دو تین انگریزوں سے ملاقات ہو گئی ہے۔ مسٹر آرٹلڈ جو سابق میں علی گڑھ کالج کے پروفیسر تھے۔ ان سے اونکی لیڈی صاحبہ سے دو تین مرتبہ مل چکا ہوں یہ لیڈی فلسفہ میں ایم۔ اے ہیں۔ اور دونوں صاحب نہایت لیسٹق آدمی ہیں۔ میرے ساتھ بائیں چند معاشی بھی پڑھتے ہیں ان سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی تو۔

(۵) میں روغن لاکھی تیاری کر رہا ہوں۔ اور اگر تیار ہو سکاتا تو ۲ ماہ پہلے کو اس مضمون کے امتحان میں شریک ہو جاؤں گا۔ یہاں سردی پھر کم ہو گئی ہے۔ بہت جلد جلد تبدیلی موسم ہوتی رہتی ہے۔ صبح بارش اولہ باری۔ دس بجے مطلع صاف آج بکے برف۔ کل سردی نہایت سخت آج بہت خفیف۔ اس قسم کی کیفیت موسم کی ہے میں بنیائیت الہی غیر رعایت سے ہوں۔ یہاں رہنے کا انتظام اس قدر وقت طلب نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ خیال فرماتے ہیں۔ نہ کسی قسم کی تکلیف کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ یہاں قیام کے عین طریقہ ہیں۔ اول اور سب سے بہتر نوہ ہے جس طرح میں آج کل رہتا ہوں۔

(۱) بورڈنگ ہو میں رہنا۔ بورڈنگ ہو میں چارے یہاں کی سراؤں کے قریب قریب ہیں۔ لیکن سراؤں سے بدرجہا عمدہ۔ اکثر شریف عورتیں اپنے شوہروں کے انتقال کے بعد۔ جو کچھ روپیہ ان کے پاس ہوتا ہے بورڈنگ ہو میں کھول لیتے ہیں۔ ایک مکان جہیں متعدد کمرہ ہوتے ہیں کرایہ پر لے کر ادھیں مسافر کتے ہیں۔ ان کمروں میں سے بعض کو بیڈ روم۔ اور بعض کو ڈرائنگ روم قرار دیتے ہیں ہر بیڈ روم میں آہنی پلنگ مع نمکیہ بچھوئے۔ اور اوٹھنے کے سامان کے ہوتے ہیں سنہ و ہرنے کی میز مع صابون و طوال ایک الماری۔ ایک ٹیبل وغیرہ فرش۔ روشنی تصویریں۔ وغیرہ۔ غرض اچھا خاصہ شریف آدمیوں کی پسند کے قابل تمام سامان ہوتا ہے۔ ڈرائنگ روم میں بھی اسی طرح تمام آسائش و ضرورت کی چیزیں مع آرائش کے سامان کے ہوتی ہیں۔ اور اکثر ایک پیا نو بھی ہوتا ہے۔

کھانا اگر پورا قرار پائے جسے یہاں (فل بورڈ) کہتے ہیں تو چار مرتبہ دیا جاتا ہے (یعنی ناشتہ۔ کچ۔ ٹی۔ اور ڈنر) اگر نصف قرار پاوے تو ناشتہ اور ڈنر۔ یعنی صرف دو مرتبہ دیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ ایک بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ

شنگم کم لینا پسند کرتے ہیں۔ کراچی سب حیثیت سامان مکان و موقعہ عمارت کے بیش و کم ہوتا رہتا ہے۔ اوسط درجہ کے دو کمرہ۔ مع پورے کھانے کے تین ۳ شنگم یعنی ۳۰ روپے فی ہفتہ کے حساب سے ملتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح سے میں یہاں بہتا ہوں۔

بعض اوقات علاوہ ایسی بیویوں کے اور لوگ بھی بورڈنگ ہوس میں کھول لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ بورڈنگ ہوس جہیں میں ہوں ایک دلش آدمی کا ہے (دلش انگلستان کے مغرب میں ایک ملک ہے) قواعد عموماً ایسے ہوتے ہیں کہ خلافت شرافت اگر کسی امر کی کسی صاحب کوئی حرکت عمل میں آوے تو وہ نہیں مکان سے رخصت کر دیتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریقہ فیملی میں رہنے کا ہے۔ وہ کنہہ جبر و جہد فلاں۔ یا بوجہ جس اپنے تئیں ضرورت مند خیال کرتے ہیں۔ ایک یا دو آدمی اپنے یہاں لے لیتے ہیں اور ان سے فی ماہ آٹھ یا نو۔ پونڈ سے دس بارہ پونڈ تک وصول کرتے ہیں یعنی ماہانہ روپیہ ماہوار سے مالٹا روپیہ ماہوار تک۔

فرق یہ ہے کہ بورڈنگ ہوس میں جبوقت آپ چاہیں اور وقت کھانا دیا جاتا ہے فیملی میں اوقات مقررہ پر جبوقت سب کھاتے ہیں صرف اسی وقت بورڈنگ ہوس میں آپ حسب مرضی اپنی فرمائش کر سکتے ہیں۔ فیملی میں جو کچھ سب کے واسطے پکیتا ہے وہ ہی آپ کے واسطے۔ بورڈنگ ہوس میں آپ علیحدہ اپنے کمرہ میں کھانا منگا سکتے ہیں۔ فیملی میں ڈاننگ روم میں سب کے ہمراہ کھانا کھایا جاتا ہے۔ بیشک اتنا فائدہ ہو کہ اگر فیملی کچھ شریف ہو تو لڑکے کے چال چلن سے وقتاً فوقتاً اس کے والدین کو اطلاع دینے رہیں گے۔ ورنہ نہیں۔ یہاں نیک چلی اور شرافت کے وہ معنی نہیں ہیں جہاں سے یہاں ہیں۔ انشاء اللہ اگلے خط میں تفصیل کو لکھوں گا۔

کہ یہاں کے ٹیکہ علیحدہ سے یہاں کے ٹیکہ ملنے میں کیا فرق ہے۔ مجھے یہاں جلالپور
 تو سلطان پور میں سگور مجھے یہ کچھ میں سگور ملے گا۔ اس میں کو کھیت مجھے یہ لوگ ہم لوگ
 سے یہاں ہنسہ مستحق تشریف و عزت ہیں۔ ایک فرق بورڈنگ ہوس اور فمیلی میں یہ بھی
 ہے کہ فمیلی سے علیحدگی اختیار کرنے کی صورت میں ایک ماہ کا نوٹس دینا ضروری ہے
 ورنہ وہ مالش کر کے ایک ماہ کا کرایہ وصول کر لیتے ہیں۔ بورڈنگ ہوس میں بعض جگہ
 ایک ہفتہ کی نوٹس کی ضرورت ہے۔ اور بعض جگہ ایک دن کی بھی نوٹس کی ضرورت
 نہیں۔ بورڈنگ ہوس کا تلاش کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ نہ کسی دوسرے معاملہ کی ضرورت
 ہے۔ ہر ماٹار میں جہاں جہاں کمرہ خالی ہوتے ہیں۔ ایک تختہ بہت موٹے حروف میں
 لکھا ہوا لگا ہوتا ہے۔ دروازہ پر گھنٹی ہوتے ہی اس کے ذریعہ سے مالک خانہ کو بلایا
 کمرہ دیکھے۔ اگر پسند آیا تو کرایہ دریافت کیا۔ اگر کرایہ زیادہ ہوا تو ایک ہفتہ کے واسطے
 لے لئے۔ ایک ہفتہ میں (مالک خانہ) کا اخلاق بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مرضی ہوئی
 زیادہ رہے۔ ورنہ جگہ تلاش کر لی۔ فمیلی میں بغیر تعارف کے کم آدمی لئے جاتے ہیں۔
 مگر ہمیشہ تعارف کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ صورت رہنے کی سب سے امدان ہے۔ لیکن بہت بدنام ہے۔ کیونکہ اکثر ایسے
 کے شہدے یا غیر مالک کے برعین آدمی اس طریقہ سے رہتے ہیں وہ یہ کہ تین چار آدمی
 شریک ہو کر ایک (House) فلیٹ کرایہ کو لیتے ہیں۔ یعنی ایک منزل کسی عمارت کی
 یہ منزل شلنگ سے تین شلنگ یعنی چھ روپے سے چھ روپے فی ہفتہ تک
 مل جاتا ہے۔ بعض اوقات اس سے بھی کم بعض جگہ اس سے تاؤد ہیں۔ ایک یا خانہ
 ایک غسل خانہ و باورچخانہ۔ دو کمرہ مع ضروری سامان کے ہوتے ہیں یہ دو تین آدمی
 ایک ایک کمرہ میں ایک ایک رہتے لگتے ہیں۔ اس طرح سے کرایہ تقریباً ۵ روپے فی ہفتہ
 فی کس پڑ جاتا ہے۔ کھانا بازار میں جا کر کھاتے ہیں۔ لندن میں یہاں چھ منزل اور ستر

ہیں۔ امدان میں کھانا کبغایت اور اچھا ملتا ہے،

ایسے مکانات میں نہ کچھ قواعد ہوتے ہیں۔ نہ کسی امر کی پابندی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ وہاں رہنا پسند کرتے ہیں۔ چونکہ کاغذ میں جگہ باقی ہے اور مجھے کئی خاص امر گوش گزار کرنا نہیں۔ لہذا یہاں کے چال چلن کی بابت جہجگہ اس عرصہ میں سنا اور دیکھا ہے۔ وہ عرض کرتا ہوں۔ ہمارے یہاں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اون کے اختیار نہ کرنے کے بعد آدمی شریف نہیں رہ سکتا اور یہاں رہ سکتا ہے۔

مثلاً یہاں شراب پینا۔ اکثر تھقیٹر میں جانا۔ گانا۔ بجانا۔ ناچنا۔ شریف کے واسطے حرام۔ دستور سوسائٹی ضروری لوازمات ہیں۔ یہاں کا عام دستور ہے کہ بادشاہ وقت کی صحت پنی جاتی ہے۔ یعنی شراب پیتے ہیں اس نیت سے کہ بادشاہ تندرست رہے۔ عجیب مہل دستور ہے۔ خاک سجمہ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کے شراب پینے سے بادشاہ کی صحت پر کیا مفید اثر پڑنا ممکن ہے۔ مگر صورت یہ ہے کہ ہر ڈنر ہر جلسہ میں یہاں تک کہ ہمارے مدرسہ میں بھی بعد ڈنر بادشاہ کی صحت پنی جاتی ہے اور اس میں ہر شخص کا شریک ہونا ضروری ہے۔ میں اور چند مسلمان تو صرف پانی ہی سے یہ رسم ادا کر دیتے ہیں لیکن اسے بنگاہ عقارت دیکھا جاتا ہے۔ مدرسہ بیرسٹری کے ڈنر میں شراب شامل ہے۔ امداد کی قیمت لے لی جاتی ہے۔ علامہ ازیں ہمارے یہاں مستورات سے بے ضرورت باتیں کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے سامنے ہنسنا خلاف ہندوب ہے۔ یہاں اسکی ضد خلاف ہندوب بھی جاتی ہے۔

لیکن ہمارے یہاں بے ہمتی۔ بے کاری کے ساتھ آدمی شریف رہ سکتا ہے یہاں نہیں رہ سکتا۔ پابندی اوقات۔ ایفائی وعدہ و وعیزوں کی مدد ضرورت کے وقت ہر قسم کے کام کے واسطے تیار رہنا۔ فافہ مام کی تداپیر سوچنا۔ انکی اصلاح کرنا۔ انکی نگہبانی میں مدد کرنا ہر شریف کا فرض ہے۔ اسکے بغیر شریف رہنا ممکن نہیں۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں کا اصلی تصور یہ ہے کہ اگر ہم ایک خاص قسم کی زندگی بسر کریں گے۔ تو ہمارے ضرورتیں خود بخود پوری کر دے گا۔ یہاں کا اصلی تصور یہ ہے کہ ضرورتیں خود بخود پوری کرنی ہیں۔ خالی وقت میں اور غیر ضروری امور میں اچھی طرح زندگی بسر کرو تو اچھا ہے ورنہ خیر۔

ہمارے یہاں اب تک علم کو سمجھ لینا۔ اور اس سے متعلق کچھ کہنے لگنا۔ لائق کہلانے کے واسطے کافی ہے۔ یہاں ایسی حالت میں کوئی نام بھی نہیں جاتا۔ ہر چیز کی قدر اسی حد تک ہو جس حد تک لوں سے علمی طور پر فائدہ پہنچتا ہے۔ اور شہرت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب تمام عمر کی کوشش کے بعد کوئی شخص بعد حصول کمال کچھ کر کے دکھاتا ہے۔ سوسائٹی میں ان کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی صحبت کا لطف بغیر خرابی کے زیادہ سے زیادہ جس قدر حاصل ہو سکے اسی قدر اچھا ہے۔ ہمارے یہاں کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن صورتوں میں خرابی کا اشتباہ بھی ممکن ہو۔ اون سے بھی کوسوں پرے رہو۔ اس میں تو شبہ نہیں کہ زندگی تو ان کی نہایت لطف و مسرت سے گزرتی ہے۔ لیکن جس مصروفی کا یہ ادعا کرتے ہیں وہ تو کتابوں ہی تک محدود ہے یہاں کے چال چلن سے تو مجھے ملی نفرت ہے۔ گو برتاؤ غیروں کے ساتھ بہت اچھا کیا جاتا ہے۔

(۶) عریضہ سابق میں یہاں آنے کے قصد سے مطلع کر چکا تھا ایل پھینبہ کو ایک بچے یہاں پہنچا۔ پروفیسر مارشل کی رائے کے بموجب اس مدرسہ میں داخل ہوا یہاں علم اقتصاد اور قانون میں اوزر لینے کا قصد تھا جس سے مجھے بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری مل گئی اور حصول ڈگری سے تین سال بعد ضلع پونڈ میں پڑھنا شروع کیا۔ اسے کی ڈگری دیدیں گے۔ اب اس وقت میں پونڈ میں بطور ضمت جمع کرنے پڑے اور ضلع پونڈ میں سرکاری کے دن میں جمع ہیں یعنی کل سال کے سوا

قریب ضمانت ہی میں جمع ہیں۔ اور کچھ صرف ہیں۔ اور اس کا حساب میرے پاس ہے۔ اب اس وقت میرے پاس لغت پونڈ کے قریب ہیں۔ ان میں سے کچھ جاڑے کے کپڑے بنوائے ہیں۔ اور کچھ مدرسہ کی فیس ادا کرنی ہے۔

نیک ماہیٹر والوں سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ اگر انھوں نے یہاں کی ڈگری منظور کر کے مجھے شیلڈون کورس کی ڈگری فن تجارت کی دیدی تو اچھا ہے۔

واپسی کے وقت جج کرے گا بھی قصہ ہے۔ مولوی سید علی صاحب یہاں نہیں ہیں۔ لندن گئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(۷) میں نے ٹامس کلک گوہر قسم کی ہدایت تو کر دی ہے۔ نہیں معلوم کس وجہ سے اس نے خطوط واپس کر دیئے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ آخری لغت کو نام املی سمجھ رہے ہیں۔ اور باقی تمام الفاظ قابل کو غیر ضروری کہہ جین نام تصور کرتے ہیں مثلاً میرے نام میں جو بشیر الدین احمد خان، لکھنویا ہوتا انہوں نے "خان" اصل نام فرض کر لیا۔ اور باقی حصہ غیر ضروری فرض کر لیا۔ اگر آپ "بشیر الدین" یا "بشیر الدین احمد" کے نام سے مجھے خط بھیجیں تو یہ لوگ اتنے عقل مند نہیں ہیں کہ سمجھیں کہ وہی شخص جو بشیر الدین احمد خان ہے۔ بشیر الدین بھی ہے۔ بلا تامل یا تو "بشیر احمد" نامی ایک صاحب لندن میں ہیں۔ انہیں "مسٹر احمد" جان کر میرے خطوط ان کے پاس بھیج دیئے۔ اور یہاں اس کو دینگے۔ میں اس امر سے متعلق (اور میں مفصل لکھ چکا ہوں) لیکن پھر غلطی کرتے رہتے ہیں۔ اب پھر ہدایت کر دوں گا۔ قاعدہ مذکور کی وجہ سے لندن میں سب لوگ مجھے "مسٹر خان" کہتے تھے۔ اور خطوط پر پتہ میں "Mr. S. B. A. Khan" کہتے تھے جو مجھے بہت برا معلوم ہوتا تھا۔ اس وجہ سے میں نے یہاں کمیرج میں اپنا نام صرف "بشیر الدین احمد"

ذیل ہیں:-

(۱) اسوقت ہمارے پوزیشن یہ ہے کہ کچھ تو نئے قیود کی وجہ سے اور کچھ آپ کی مخالفت کے سبب سے اور بیشتر اسوجہ سے کہ مخالفین آپ کے حیدر آباد جلنے سے مانع ہیں میرے ساتھ کوئی خاص رعایت تو ہونے کی نہیں۔ لہذا ابتداء جو خدمت آپ کی خواہش ہوگی وہ نہیں ملنے کی۔ وہ جو چاہیں گے وہ دیئے گئے۔ اور ممکن ہے کہ اس میں بھی سچپ گیاں سپلا کریں۔ غیر مجب یہاں سے خوب اچھی طرح تیار ہو کھانا لگا کر مجھے خاص رعایت کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔ اگر خدا کی مدد اور آپ کی دعا شامل حال ہے تو اپنے آبائی حقوق ریاست سے زبردستی لوں گا۔ میری خواہش یہ ہے کہ ملازمت یا صیغہ تعلیم میں ملے۔ یا صیغہ صرف خاص میں۔

(۲) اگر ہنوز ہی دیر کے واسطے یہ فرض کر لیا جاوے کہ حیدر آباد میں ملازمت بالکل نہیں ملے گی۔ یا کسی وجہ سے میں نے حیدر آباد میں ملازمت کرنی پسند نہ کی تو یا میں کسی اور جگہ حکم تعلیم میں نوکری کر سکتا ہوں۔ یا بیرسٹری یا اخبار نکال سکتا ہوں۔ اور ممکن ہے کہ تجارت بھی کر سکوں۔

تجارت بہت اوجھا ہوا کام نکلا۔ میں جس قدر سہل اور شریفانہ کام سمجھتا ہوں تھا۔ وہ غلط تھا۔ بہر صورت روپیہ چاہل کرنے کا پھر بھی اچھا آلہ ہے۔

(۳) پرنسپل لکھو تھی۔ ان تمام رعایتوں سے مفید ہے۔ اگر ریاست میں جگہ ملی تو صیغہ مال کو میں اچھی طرح سنبھال سکوں گا۔ اگر صرف خاص میں ملے تو اس میں مفید شوق دے سکوں گا۔ اگر حکم تعلیم میں جگہ ملی تو سب سے بہتر ہے۔ اور کیرج کا ایم۔ اے ہو کر کی وجہ سے (اگر خدا نے اپنے فضل سے مجھے پاس کرا دیا جسکی امید قوی ہے) میں ہر طرح سختی ہوں گا۔ اور کسی کو سولے نقصان رسانی کے اور کوئی وجہ معقول مجھے صیغہ تعلیم میں جگہ دینے کی نہ ہوگی۔

اچھا اب دوسری صورت لیجئے۔ اگر کہیں اور پروفیسری کی تو جو مضمون میں نے لیا ہے۔ اس کے ماہر اس وقت جو لوگ ہندوستان میں ہیں وہ انھیں بول پر گئے جاسکتے ہیں تین سو چار سو ماہر اس کی جگہ ملنی بالکل ممکن ہوگی۔ اور اگر اخیر درجہ بیرسٹری کی تو اس میں بھی اس مضمون سے بہت مدد ملے گی اور تجارت کے واسطے تو ارباب مفید ہے۔ یہاں اور نر کے امتحان کے دو حصہ ہوتے ہیں۔ گویا یہ خیال فرمائیے کہ دو امتحان کے بعد ڈگری ملتی ہے۔ اگر میں پہلا حصہ علم اقتصاد کالوں اور دوسرا بھی علم اقتصاد کالوں تو مجھے صرف ایک ڈگری ملے گی۔ یعنی بی۔ اے جو تین سال بعد خود بخود ایم۔ اے ہو جاوے گی۔ کیمرج اور اکسفورڈ میں ایم۔ اے کا علیحدہ امتحان نہیں ہوتا۔ اور اگر میں پہلا حصہ علم اقتصاد کالوں اور دوسرا قانون کا تو مجھے دو ڈگریاں مل گئیں۔ یعنی بی۔ اے۔ اور ایل۔ ایل۔ بی۔

اگر علم اقتصاد میں مجھے سچا مذاق پیدا ہو گیا۔ اور یہ سمجھ میں آیا کہ اس سے کوئی بڑا فائدہ ہو سکتا ہے تو میں ایل۔ ایل۔ بی کی پورا راہ نہیں کروں گا اور دونوں حصہ علم اقتصاد ہی کی لوں گا۔ دوسرا حصہ قانون کالے لوں گا۔ یہ بھی ادھر تو ڈگری کے لحاظ سے مفید ہوگا۔ اور او دھری بیرسٹری کرنے۔ اور ملازمت دونوں میں مفید ثابت ہوگا۔ اسکے بعد مانچسٹر والے بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم کیمرج میں پورے ایکو نامی کا امتحان پاس کر لو گے تو ہم بھی بہت تھوڑی مدت میں تمہیں (B. Com) کی ڈگری جو عموماً تین سال کے کام کے بعد ملتی ہے دیدینگے۔ اگر دو تین مہینہ میں انھوں نے ڈگری دے دی تو وہ بھی لے لوں گا۔

تجارت کی ڈگری (B. Com) کا قصد اسوجہ سے ملتی ہے کہ دیا کہ ہندوستان میں نہ ریاست نہ غیر ریاست۔ اس ڈگری کو کوئی نہیں جانتا۔ لہذا ملازمت میں اس سے کوئی مستفیدہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ سوا اس صورت کے کہ تجارت میں خود کامیابی

حاصل کیا دے۔ اور وہ محتاج ڈگری کی نہیں ہے۔ یہاں وہ تمام مضامین سکھائے جا دیں گے۔ جہاں بیٹر میں سکھائے جاتے۔ اور ڈگری زیادہ عمر کے قابل ہوگا۔ مجھے ریاست حیدرآباد سے اپنا صرف تعلیم پاکستان وصول ہونے کا سید نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے اکثر حضرات محض آپ کی خوشی کرنے کے لیے یہاں اس سید دلایا کرتے ہیں۔ اور بعد میں ناحق افسوس ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کام سیکھنے کے بعد ممکن ہے کہ ملازمت مل جاوے۔ لیکن یہاں تو کسی سے پتہ نہیں لگتا کہ کہاں کن شرائط کے ساتھ یہ کام سیکھا جاتا ہے۔ اگر سید سراج الحسن صاحب مجھے یہ بتائیں کہ میں قواعد کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔ تو میں قواعد لے کر خود دیکھ کر سمجھ لوں گا۔ اور اگر آپ کے اور دیگر ذی عقل اصحاب کے نزدیک وہ کام اس سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ جو میں کرنا ہوں تو یہ چھوڑ کر دہ کرنے لگوں گا۔ یہ باطل ممکن ہے۔ ہم ہندوستان میں ناحق ڈرا کرتے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ انجیری اتنا اہم کام ہے نہ فارسیٹری میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر میرے اشلے قیام ولایت میں سرکار نظام انجیری یا فارسیٹری کے واسطے مجھے منظور کر لیں وہ کر دیں گا۔ اور نہ کریں تو خیر میں اپنا کام کر ہی رہا ہوں۔

اگر ابتدا سے شوق ہوتا اور مضامین درست کر لیے جاتے تو مجھے یقین ہے کہ میں سول سروس میں قطعی پاس ہو جاتا۔ لیکن خیر اب اس کا موقع ہی نہیں رہا۔ اس پر افسوس کرنا ہی فضول ہے۔

سرکار انگریزی کی نوکری ملنے کی طرح ممکن نہیں۔ سوائے ان صورتوں کے کہ میں اگرے کلچر کا امتحان پاس کر دوں اور قوی ذہنیہ سفارش ہو سکتا ہوں میں امتحان تو پاس کر سکتا ہوں۔ لیکن ذہنیہ سفارش نہیں پیدا کر سکتا۔ دوسری صورت یہ کہ میں نے گورنمنٹ ضعیف و ضعیف ہو کر میں ایک عرصہ تک سب سے شری کر کے اس نام پر ہوا

انہیں کی عجیب بلے لیکن یہ بہت ضعیف و مہم صورت ہے۔

آپ یہ صورت ذہن میں رکھیں، اگر نگر صرف خاص ہیں، یا تعلیمات میں جبرجہاں کر کے ممکن ہو تو اچھا ہے، ورنہ بیرسٹری تو نہیں لگائی نہیں۔

یہ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ بعد واپسی میں یہ کار تو خیر رہے گا۔ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ اپنی طرف سے لیاقت پیدا کرے اور علم کے سیکھنے میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ آئندہ جوتقدیر۔

(۸) کیمبرج کی ٹرم گذشتہ ۱۴ جنوری سے شروع ہو گئی ہے اور میں یہاں بغرض شرکت نماز بقرب عیادہ اتمام ڈنر بیرسٹری دو روز کے واسطے آیا ہوں، پر یہاں واپس کیسبج جاؤں گا۔

(۹) یہاں کثرت کام کی وجہ سے بہت کم فرصت ہوتی ہے۔ وہاں دفعہ بھی موقعہ اس امر کا نہیں ملے گا کہ میں بیرسٹری کے امتحان کے واسطے تیاری کر سکتا۔ میں مترود ہوں کہ کیا کروں۔ جنی الوسٹ یہاں کی ڈگری یعنی تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ خصوصاً سوچے کہ اس کی ہندوستان میں قہد بھی ہوتی ہے۔ حقیقت قابل عزت ہے۔ جہاں تک ہر اسکے گا دونوں ہی کام کرے گا۔ ورنہ اتنی حد تک ماباہل فضول ہے۔ وکالت دیاں بھی سیکھتی تھی۔ اگر ناں صنیہ قلم میں مرقہ عمل سکتا تو یہاں سے سند علیٰ ہمسامہ (۱۰) سے بھی حاصل کر لوں گا۔

(۱۰) میں نے یہاں بیرسٹری میں اس نیت سے کہ امتحان بی اے کا پاس کیا۔ ایک سال میں پاس کر لوں۔ اس قدر محنت کی کہ آپ کو یقین نہیں آ سکتا۔ لیکن کام میں قدر زیادہ طویل تھا کہ نہیں ہو سکا۔ اب دو سال میں جو اہل مدت اس کی تکمیل کی ہے اگر وہاں تو پاکستان میں تین سال سے بنیاد قائم کرنا لازمی ہے۔ صدر ہائی کورٹ کی پوری چاہیے۔ اور صرف بیرسٹری کی ترقی چاہیے۔

غالباً مجھے اس بات کی زیادہ تفصیل کرنی چاہیے۔ یہاں بی۔ اے کے اہلکار کے
 دو حصہ ہوتے ہیں۔ اور دونوں میں کامیاب ہونے کے بعد ڈگری ملتی ہے۔ پہلا حصہ دو
 سال میں پاس کرنے کی اجازت ملتی ہے اور دوسرا ایک سال میں لیکن چونکہ میں
 ہندوستان کا بی۔ اے تھا اس لیے مجھے اجازت ملتی کہ پہلا حصہ میں خواہ ایک
 سال میں پاس کر لوں۔ خواہ دو سال میں۔ اور میں ایک سال میں کرنا چاہتا تھا۔
 یہ ضروری نہیں کہ دونوں حصہ ایک ہی مضمون کے لیے جاویں۔ چنانچہ میں نے پہلا
 حصہ علم اقتصاد کا لیا تھا جس میں تمام یورپ۔ اور انگریزی نوآبادیوں مثلاً
 آسٹریلیا۔ امریکہ و جنوبی افریقہ کی تاریخ تھی۔ اور پولیٹیکل اکنومی۔ یعنی علم اقتصاد تھا۔
 کتابیں قدر میں اس قدر تھیں کہ اون کا ایک سال میں ختم ہونا کو محال معلوم ہوتا
 تھا لیکن میں نے کام کرنا شروع کیا۔ اور اس وقت تک جو کچھ کیا وہ اچھی طرح کیا۔
 لیکن امتحان پاس کرنے کے قابل نہیں ہو سکا۔ تو اب مجھے ایک سال اور اس
 ہی کو کر کے پہلا حصہ امتحان کا ختم کرنا چاہیے اور دوسرا حصہ قانون کا لینا چاہیے
 انہیں بیرسٹری کی ڈگری سے زیادہ قانون ہے تو گویا یہاں کی تیاری میں بیرسٹری
 کے امتحان سے بھی فراغت حاصل ہوتی رہے گی۔ بصورت کامیابی کیمبرج سے بی
 اے۔ ایل۔ بی کی ڈگری ملوے گی لیکن اس صورت میں مجھے سنہ ۱۹۰۹ء کے اواخر
 تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔ بصورت محض بیرسٹری ڈگری کے قریب فرصت ہجائیگی
 مگر یہاں رہنے سے بے انتہا طبیعت گھبرائے لگی ہے۔ اور ہندوستان میں
 جو حالات کاہل ہونا مشہور ہے وہ میں نے بالکل غلط پایا یہاں پونیوٹی میں ہندو
 سے بے انتہا زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور بیرسٹری کو اس کے مقابلہ میں اہل ہندو جن
 سال کی مدت کام کے واسطے ضرورت سے زیادہ ہے۔ لیکن اس قدر اہل ہرگز نہیں
 ہے جس قدر ہم لوگ ہندوستان میں خیال کیا کرتے ہیں۔ مولوی سید علی صاحب کی دفعہ

خیل ہوئے۔ اس ایک صاحب ہندوستان کے ایم۔ اے۔ ہیں۔ وہ فہمیل ہونگے
ہیں لیکن تاہم کچھ دشوار نہیں ہے۔ ہمارا سبب انہیں فہمیل سہولت امتحان کا نہیں بہت
نقصان پہنچاتا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ یہاں زیادہ رہنا پسند نہیں اور خلاف صحت
بھی ہے لیکن یہی چاہتا ہے کہ ڈگری حاصل کر ہی لوں۔ مگر دو دن کے بھی اور صرف
بیس ستر ہونگے تو کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ بہر صورت جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں اور کئی میل
کیجاوے۔ کام کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تقریباً (۳۰۰) سے (۳۵۰) ہفتوں
روز دیکھنے چاہئیں۔ لیکن میں تو باوجود تمام کوشش کے روزانہ (۲۰۰) یا (۲۵۰)
سے زیادہ ہرگز نہ کر سکا۔ یہ ضرور ہے کہ اس قدر پڑھنا مجھے پاس ہونے کے واسطے
ضروری نہیں لیکن اچھا پاس ہونے کے واسطے ضروری ہے۔ چونکہ اور پندرہ گھنٹہ
روز کے قریب کام کرتا رہا۔ اور یہاں ایسے آدمی بھی ہیں جو اس سے بھی زیادہ روز
کام کرتے ہیں گو ایسے بہت کم ہیں۔ بے انتہا کھنٹی قوم انگریزوں کی ہے۔

(۱۱) آج کل یہاں بناوٹ کا شوبل تو نہیں ہے۔ لیکن یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ
کہ انگریزی تعلیم ہندوستانیوں کو دینی اور نہیں مقابل کرنے کے واسطے گویا ہتھیار بن گیا ہے
اور جہاں تک جدید تعلیم کو روکنا چاہیے۔ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں
چند مضامین میں قسم کے عمل چکے ہیں۔

(۱۲) ستمبر ۱۹۰۴ء کو ہونے والے امتحان شائع ہوا میں ایسا ہوں میں
شریک امتحان ہونا عرض سابق میں عرض کر چکا ہوں۔ محمد شہد کیل امتحان فکوری
پاس ہو گیا۔ اب اکتوبر کے اخیر میں پھر امتحان ہو گا۔ اور میرا مقصد ہے کہ اس موقع پر
ایک وقت دیدوں۔

(۱۳) سابق کی تحریر میں سے دریافت ہوا کہ میں اس وقت محض سیرٹری
کے واسطے کام کر رہا ہوں۔ وہاں امتحانوں سے اگر اکتوبر میں نجات حاصل ہو جاوے تو صرف

ایک ہی اور باقی رہ جاوے گا۔

(۱۳) میں بہستور قانون دیکھ رہا ہوں۔ یہاں آج کل ہندوستانی طلبہ سے متعلق دو مسائل زیرِ تجویز ہیں۔

(۱) یہاں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہندوستانیوں کو عام طور پر ہندوستان میں دیتے ہیں۔ انگریزوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ ہندوستانیوں کو بنیادی کی جڑات ہوتی ہے۔ اور گورنمنٹ کے کاموں پر اعتراض کرنے کی لیاقت حاصل ہوتی ہے۔ قوانین حسبِ مشاغل گورنمنٹ پاس نہیں ہوتے دیتے۔ اخباروں میں شورشیں مچاتے ہیں چنانچہ اجلاؤں کی آزادی بھی۔ مگر چین نہیں سکتے۔ لیکن کم کرنی چاہتے ہیں۔ پس اب اس تدبیر میں ہیں کہ کسی طرح تعلیم کو کم کریں۔ اور گورنمنٹ کو تعلیم کو گراں تو کر دیا لیکن اور کچھ بہت بڑا اثر نہیں ہوا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ قریب میں ہندوستان کے مدارس کی تعلیم میں اور کوئی ہمارے منفرد طریقہ کو کچا کرے گی۔

(۲) دوسرا امر یہ کہ یہاں ہندوستانی طلبہ نے انگریزوں سے علیحدہ سوسائٹیاں قائم کیں ہیں۔ ان میں آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ پولیٹیکس اور انگریزوں کی حکومت کے بد اثرات پر لکچر ہوتے ہیں۔ وغیرہ۔ دو ایک بڑے لائق ہندوستانی مثلاً۔ دادا بھائی نوروجی (پارسی سابق ممبر پارلیمنٹ) وغیرہ بھی ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان سوسائٹیوں کو تو رولز کے تدبیریں کی جا رہی ہیں۔ قانوناً کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہر ملک میں سب کو آزادی ہے۔ لیکن کسی اور تدبیر سے جو ابھی ظاہر نہیں ہوئی توڑنا چاہتا ہوں میں مسٹر ملرے (سکرٹری آف اسٹیٹ فور انڈیا) وزیر ہند نے اپنی بحث پرچہ میں کہا تھا کہ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کا ہندوستان میں بڑا اثر ہے۔ ہم اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

(۱۵) یہاں سٹیڈی میسر علی صاحب جسٹس ہائی کورٹ کلکتہ نائیک نئی پولیٹیکل

سوسائٹی کا قیام کی ہے جبکہ مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق حسب مرقعہ گورنمنٹ سے طلب کئے جاتے رہا کریں۔ اور مسلمان طلبہ کو جہاں جاتے ہیں پرنسپل امور سے واقف کرنا بھی شامل مقاصد ہے۔ وہ بنیاد کا غل شود جو پہلے یہاں کے اجاروں نے پچانا شروع کیا تھا اب خاموش ہو گیا ہے۔ لیکن مسٹر مور کی بحث (پہنچ) اور یہاں کے مدبروں کی رائے اس جانب مایل ہے کہ ہندوستان میں ایسی سختی سے قواعد معززہ کی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ حکام کو حسب موقع لوگوں پر مہربانی اور سفارش سے اپنا اثر قائم رکھنا چاہیے۔ گورنمنٹ میں جو اصلاح ہو نیوالی ہے وہ توجہ داروں کے ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو ہی چکی ہوگی۔ یہاں انڈیا لوش میں دو ہندوستانی مقرر کئے جاویں گے۔ اور یہاں کی ہوس آف لورڈس کے نمونہ پر ایک (مجلسیہ ۱۸۷۰ء) ۱۸۷۰ء) کلکتہ میں قائم ہوگی۔ اور ہر مذہب و مذاہب کی عیسائیوں کو کونسل میں ہندوستان میں برہمنوں کی تعداد و معقول مقدار میں بڑھائی جاوے گی۔ لیکن اس طرح سے کہ کثرت انگریزوں کی رہے۔ اس کونسل متذکرہ کا کام یہ ہوگا کہ گورنمنٹ کو ہر موقع پر مشورہ دے۔ اس دفعہ مسٹر مور نے اپنی پیچ میں سیاستوں سے متعلق لکھا تھا کہ ریاستوں کی بڑی قدر کرنی چاہیے۔ اور انہیں آگے انتظام بنانا چاہیے۔

(۱۶) ڈبلن یونیورسٹی میں جہاں تک مجھے یاد ہو یہاں کی گیم بچٹ کو مرقعہ ایل۔ ریل ڈی۔ ہونے کا ہے۔ بہر کیف میں قواعد غور سے دیکھوں گا۔ اور اگر ممکن ہو تو فکر کروں گا۔ اب تو سب سے پہلے مجھے پیرسٹری کے امتحانات سے نجات حاصل کرنی ہے۔ قانون پر بالکل طبیعت نہیں لگتی۔ ضرورتاً کام کر رہا ہوں۔ مجھے کیمبرج سے آنے کا بہت افسوس ہے۔ کیمبرج کی ڈگری نہایت عزری معلوم ہوتی ہے۔ خیر تا وقتیکہ پیرسٹری کے امتحانات ختم نہ کر لیں۔ اور کسی طرف توجہ نہیں کروں گا۔ قانون سے مجھے قطعی نفرت ہے۔

اور قانون یہاں سکھایا جاتا ہے وہ ہندوستان میں کچھ مفید نہیں ہے۔ یہ سرکاری کے طلبہ کو جو قانون پر لکچر دیے جاتے ہیں۔ وہ نہایت مفید ہیں۔ میں نے روسن لا پیشتر ان ہی لکچروں کے مد سے پاس کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ جہاں کتابیں یہاں پڑھائی ہیں۔ وہ انہیں کے مصنف پڑھاتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض لکچر تو ایسے قابل ہیں کہ اس سے مافوق تصور میں نہیں آ سکتا۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں (M. A. ۱۵) (۱۵) ڈاکٹر اور جرز سے زیادہ قابل لکچر تو دنیا میں نہ ملے گا۔

(۱۵) یہ صاحب (M. A. ۱۵) پر لکچر دیتے ہیں۔ میں نے یورپ میں آکر چند باتیں ایسی دیکھیں کہ شاید ہندوستان میں ان سے متعلق غلط فہمی بھی رفع نہیں ہوتی۔

(۱) ہندوستان میں ہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں سے زیادہ لائین کوئی قوم نہ ہوگی۔ ریل۔ تار۔ دفعتی جہاز۔ وغیرہ انہوں نے ہی ایجاد کئے ہیں۔ اور دنیا کی تمام قوموں نے سب کچھ انہی سے سیکھا ہے۔

لیکن یہاں معلوم ہوتا ہے کہ علمی اور اختراعی معاملات میں جرمنی ان سے کہیں آگے ہیں۔ علوم مشرقی سے متعلق جو کچھ یہاں آتا ہے۔ جرمنی کے طویل یا اوس کے بعد فرانس کی بدولت۔ وہ لوگ تحقیق اور تدقیق کے ساتھ کتابیں لکھتے ہیں اور یہ ترجمہ کر لیتے ہیں۔ سائنس (طبیعیات) میں جو پایہ جرمنی کا ہے۔ انگریزوں سے کہیں نیچے ہیں۔ قریب قریب تمام چیزیں نئی وہاں ایجاد ہوتی ہیں۔ انگریز نقل کر لیتے ہیں۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان کی بدولت وہ یہ انھوں نے اس قدر منع کر لیا ہے کہ یورپ کی قوموں میں ان سے زیادہ مالدار کوئی نہیں ہے۔ امریکان سب سے آگے آگے ہے کہ انگریز امریکہ کو قریب قریب اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جس بچہ سے ہم لوگ انگریزوں کو دیکھتے ہیں یہاں تو انہیں ہمارے بالکل غائب ہیں۔

(۱) کام اور محنت ان کی سرشت میں ہے۔ سستی اور بیکار وقت کمزور اور نڈا پہا کوئی نہیں جانتا۔

(۲) قوم بہت بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔ شخصی عزت اسی موقع نہیں سمجھی جاتی تھی قومی عزت۔ اگر آپ اپنی ذات سے بہت بڑے قابل۔ یا متمول آدمی میں تو آپ کی اس درجہ توقیر نہیں ہوگی جس درجہ بصورت مسخر قوم میں سے ہونے کی ہوتی (منہ بنامہ مکر معہندہ) جاپان کا جرنیل پرنس فریڈریشی مقور اعرصہ ہوا کہ یہاں آیا تھا۔ یہ لوگ گودن میں تو انیشیائی قوموں سے جلتے ہی ہیں لیکن جو عزت اور سکی ہوئی۔ اس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتی۔

دو باتیں یہ اور تیسرا تصور بادشاہی کا بھی نیا ہے۔ ہم لوگوں کے نزدیک بادشاہ مرکز اختیارات انتظامی و وضع قوانین ہے۔ وہ اسے سو کرے جس طرح چاہے اس طرح اپنے ملک کا انتظام کرے۔ یہاں اس کے برعکس یہ تمام اختیارات تمام قوم کو ہیں۔ اور تصور گویا افراد قوم کے کثرت رائے پر عمل ہوتا ہے۔ بادشاہ مالک نہیں ہے۔ بادشاہ ہمیں ہے گویا تصور میں ہم لوگوں نے اس کو قابل ترین نہاں سمجھ کر یہ اختیارات امانتہ سونپ دیئے ہیں۔ غالباً یہی اسلام کا قدیم اصول خلافت ہے۔ علاوہ ان باتوں کے ہم لوگوں اور اہل یورپ میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ ہم لوگ ان سے بہتر ہیں۔ ذہن کے لحاظ سے یہ امر مسلم ہے۔ اور انگریز خود اقرار کرتے ہیں کہ ہندوستانی فرانس کے سوا تمام یورپ کی قوموں سے زیادہ ذہین ہیں۔ نیک چلنی بھی اغلباً ہم ہی لوگوں میں زیادہ ہے۔ یہاں شراب کی بدولت بہت سی خرابیاں پڑتی ہیں مذہب کی عزت ان لوگوں کے دل سے اٹھ گئی ہے۔ بہت کم فیصدی چند آدمی مذہب عیسوی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ مذہب برائے نام عیسائی ہیں۔ تیس تیس برس تک گرجا میں نہیں جاتے۔ یہاں یہ ایک عجیب وقت پیدا ہوئی ہے کہ اس قدر پادری دوسرے

حاکم ملک میں کہوں بلکہ مارے پھرتے ہیں۔ قطعاً ان کا مقصد پولیٹیکل ہے اگرچہ
 مذہب ہوتا تو پہچانیں اپنے گھر کی غیر ملکی چاہیے تھی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ پانچواں
 کے گرد ہوں گے پاس رہ رہتے بہت کثرت سے ہے۔ لوگ اسی وصیت کے ساتھ
 خرچ کو روپیہ چھوڑ گئے ہیں کہ اشاعت مذہب میں صرف کریں۔ ان میں سے بہت کم
 کم لوگ مسلمان بھی ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن جیلوگ مذہب کو غیر ضروری سمجھتے
 ہیں وہ نہ عیسائی ہیں نہ مسلمان۔ کچھ پور۔ ان کا مذہب پولیٹیکل ہے۔ مقصد
 دولت مندی ہے۔ اگر آپ اس نگاہ سے تحقیق کریں کہ لبرل کس قدر ہیں۔ اور
 کنسر ویٹو کس قدر ہیں۔ تو ایک فرد بغیر بھی عیسائی پائیں گے کہ کچھ بھی نہ ہو اگر
 اس نگاہ سے تحقیق کریں کہ عیسائی کس قدر ہیں اور غیر عیسائی کس قدر تو ہمارا ایسے
 ملیں گے کہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ ان کا خدائے مثلث بدیہ ادما اختیارات قوت کا مجرب
 ہے۔ خوشامدی کو یہ لوگ مل سے ذلیل سمجھتے ہیں۔ بہادر دشمن کی عزت کرتے ہیں۔
 میرا نام جس امیر علی نے اپنی پولیٹیکل سوسائٹی کی سلیکٹ کمیٹی میں شامل کیا ہے اور
 علی گڑھ کالج کی سلیکٹ کمیٹی میں بھی انتخاب کیا گیا ہے۔

(۱۷) لندن میں چونکہ کچھ غیر ختم ہو گئے تھے اور بلا ضرورت وہاں جتنا چندان
 مفید نہ تھا لہذا میں ایام تعطیل میں کام کرنے کے واسطے یہاں آ گیا ہوں۔ یہ مقام
 جزیرہ انگلستان کے مشرقی کنارہ پر ساحل سمندر پر واقع ہے آب و ہوا نہایت
 خوشگوار ہے۔ اکثر ذی استطاعت لوگ یہاں ایام تعطیل میں آتے اور رہتے ہیں
 جس مکان میں (یعنی بورڈنگ ہوس میں) میں ٹھہر رہا ہوں اور بھی ایک ڈاکٹر جو
 گورنر مداس کا ڈاکٹر تھا۔ اور بارہ سال سے پنشن لے چکا ہے۔ فزکس سائنس
 نحو اور غور سے رہتا ہے۔ مجھ سے کبھی بات نہیں کرتا۔ ہندوستان سے واپس
 آئے ہوئے انگریز ۹۹ فیصدی ایسے ہی بھوکے مغرور ہوتے ہیں اور ہندوستانی

طلبہ سے نہایت نفرت کرتے ہیں اور انگلستان کے رہنے والے انگریز ہم لوگوں کو
حکومت اور حقیر تو ضرور خیال کرتے ہیں لیکن نہایت اخلاق سے ملنے گفتگو کرتے ہیں۔
تا وقتیکہ ہم ان سے کسی مطلب کے خواہنگار نہ ہوں ان کے اخلاق میں فرق نہیں آتا
اور جو ہندوستانی تہذیب کے ساتھ رہتے ہیں ان کا ادب لحاظ انگریزوں کے
دل میں عزت پیدا کر لیتا ہے جس جس کی سہ میرا سابقہ ہوا ہے میں نے ہمیشہ ہی
کوشش کی ہے کہ اسے خوش کروں۔ خیر ان ڈاکٹر مسی کرل مارٹن کی بیوی کل میرے
کمرہ میں آئی تھیں۔ بہت دیر تک باتیں کرتی رہیں انھوں نے کرل کو بھی میرے کمرہ
میں بلایا۔ لیکن وہ کم بخت ویسا ہی متعصب رہا۔

اثنائے گفتگو میں یہ سیم صاحب فرماتے لگیں کہ ہم اعلیٰ درجہ کے ہندوستانیوں
کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ہندوستان کی آب و ہوا کی بے انتہا تعریف کرتی رہیں
ہندوستانی نوکروں کی سید تعریف کرتی رہیں۔ آج کل جو ہندوستان میں شورش ہو رہی
ہے اس سے متعلق انھوں نے گفتگو شروع کی۔

سیم صاحب۔ آج کل جو ہندوستان میں فساد ہو رہا ہے ہمیں اس کی
بابت کچھ علم ہے۔

میں۔ اخباری خبریں تو میں قدر میں جانتا ہوں اسی قدر اچانک معلوم ہیں
ذاتی علم اس وجہ سے نہیں کہ میری روانگی ہندوستان کے بعد تمام شہر شروع ہوا
ہے۔ لیکن لاہور کے خطوط سے اتنا مزید معلوم ہوتا ہے کہ مکاں کی رعایا غیر مطمئن
یقیناً ہے۔ لیکن انگریگو انڈین اخباروں نے اصل واقعہ کو چند چند مبالغہ کے ساتھ
آپ لوگوں تک پہنچایا ہے۔ ہرگز اس قدر ہیبت صوت فساد کی نہیں ہے جیسی یہاں
کے اخباروں سے معلوم ہوتی ہے۔

سیم صاحب۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہندو مائرم کے کیا سنی ہیں؟

کاش کہ ہم لوگوں میں بھی پردہ ہوتا۔ اس قدر سخت پردہ تو مجھے پسند نہیں لیکن میں اپنے یہاں کی یہ رسم بہت پسند کرتی ہوں کہ عورتیں ہر جگہ بھاگی بھاگی پھرتی ہیں۔ نہ گھر کی خبر لیتی ہیں نہ بچوں کی کافی نگہانی کرتی ہیں۔ مہارے ملک پردہ اگر اعتدال کے ساتھ ہو۔ تو اوس سے بہتر اور کوئی بات تصویر میں نہیں آ سکتی۔ ہاں مگر میں تم لوگوں کی یہ بات بہت پسند کرتی ہوں کہ کئی کئی شادیاں کر لیتے ہیں۔ سخت نشینی وغیرہ کے وقت خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ نہیں سمجھیں آتا کہ پہلی بیوی کی اولاد سخت پر بھٹائی جاوے یا چاہتی کی۔ تو یہ ہے اگر میرا خاوند دوسری بیوی کرے تو میں حسد ہی سے مر جاؤں۔ بڑی بری رسم ہے میں ہندوستانیوں کو تو پسند کرتی ہوں لیکن دو غلوں کی صورت سے مجھے نفرت ہے۔ نہ ہندوستانی نہ انگریز۔

پھر اپنے بیٹے کی تعریف کرنے لگی کہ اب اوسکی عمر ابرس کی ہے۔ جب وہ چھوٹا تھا۔ تو اس قدر خوبصورت تھا کہ فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ بہا لانی بڑو وہ میرے بچے کو دیکھنے میرے مکان پر آئی تھی میں اپنے بچے پر بہت ناز و خیر کرتی تھی۔ مگر بچپن میں وہ شریر تھا۔ مجھے بالوں میں برش نہیں کرنے دیتا تھا۔ کہتا تھا کہ میں کوئی لڑکی ہوں جو تم اس قدر کنگھا اور برش کرتی ہو۔ اور میرا کہنا نہیں مانتا تھا وہ میری میں جانا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ ہالا کی لڑکی ہے اور سب فوت ہو گئے۔ کرلے اجازت نہیں آتی اب وہ انجینیئر کی تیاری کر رہا ہے۔ پھر یہ دریافت کرنے لگیں کہ ہندوستان میں پھر غدر تو نہیں ہو جائے گا۔

میں۔ بھلا کیونکر ممکن ہے۔ رعایا کے پاس ہتھیار نہیں، ظلم و زیادتی اور بے انصافانہ حقارت کا برتاؤ اس میں شبہ نہیں کہ رعایا کو بدول ضرور دے دیتا ہے لیکن نہ اس دھمکہ کہ وہ غدر پر آمادہ ہو جائیں۔ اور بالفرض محال آئندہ چلکر ہو بھی جائیں تو بلا ہتھیار اور بلا فوجی ترقیب کے مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں یہ تو محض بے اصل افواہ ہے +

میسیم صاحب۔ یہ سب سچ بھی لیکن ہمیشہ نور علیا کی بدولی ہی سے بہت
 جڑاؤ پیش ہے کہ مبادا وہ روس سے سازش کر لیں اور ہم کو ہندوستان چھوڑنا پڑے۔
 میں۔ یہ بدولی رعایا کی آپ ہی صاحبوں کے پیدا کی ہوئی ہے۔ بے رحمی۔
 بے عزتی۔ بے انصافی کے تمام اثرات ہیں۔ آپ ہی اگر ذرا مہربانی سے ہندوستانوں
 کے ساتھ پیش آویں تو بہت دوسری قسم کے اثرات ظاہر ہونے لگیں۔ روس سے
 سازش کرنے کا خیال نہایت سوہم ہے اسوجہ سے کہ اول تو اخباروں کے ذریعہ سے
 ہم لوگوں کو جو کچھ روس کی نسبت معلوم ہوتا ہے وہ بہت ہی بری رائے پیدا کرتا ہے
 دوم یہ کہ جب آپ لوگ جو اپنے تئیں دنیا بھر کی حاکم قوموں سے زیادہ منصف شمار کرتے
 ہیں۔ ہم لوگوں کے ساتھ اس سے بہتر برتاؤ نہ کر سکے تو اور کسی غیر قوم سے آپ ہی فائدہ
 بہتری کی امید کیا ہو سکتی ہے۔ اور بغیر بھلائی کے امید کے ہندوستانی کیا جی بھی حکومت
 تبدیل کرنے کی خواہش نہ کریں گے۔

کرنیل صاحب۔ تو تم لوگ ہماری حکومت سے خوش نہیں ہو۔
 میں۔ آپ ہی فرمائیے کہ آپ ہماری جگہ ہوتے۔ تو آپ اس برتاؤ کو پسند کرتے۔
 کرنیل۔ نہیں ہرگز نہیں۔
 میں۔ تو میری طرف سے آپ ہی اپنے سوال کا جواب دینے دیجئے۔
 کرنیل۔ گورنمنٹ نے تم لوگوں کے واسطے بہت کچھ کیا ہے تمہیں شک نہ ہو
 رہنا چاہیے۔

میں۔ اگر آپ کچھ مثال دیں تو میری رائے عرض کروں۔
 کرنیل۔ مثلاً تیل، تار، اہتمام، ترو، آب پاشی، شفا خانہ، جات، رحمہ کی بدولی
 انگریزی تعلیم۔
 میں۔ بیشک یہ مثالیں ایسی ہیں جو عام طور پر اس سلسلہ میں بیان کی جاسکتی ہیں

لیکن مجھے آپ یہ بتائیں کہ تاروں کی بدلتا ہوا بجائے بجائے کھینچا۔ اور سر کو بی دس سو فیٹ
 کرنے کی نیت سے بنائی گئی ہے یا درمیان کی آسائش کی غرض سے۔ تاہم ایک جہاز سے
 یہاں تک غلہ اور پیداوار ممالک غیر کو بکثرت ان فاصلے سے جاتے ہیں۔ اثر یہ ہوتا ہے کہ
 جب گرائی و قحط ہوتا ہے اس وقت تو ہزار یا بیگناہ فائدہ کشی سے مرے ہیں لیکن جب
 انسانی ہوتی ہے تو اس سے مفلس غریب کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ تمام غلہ تجارتی بیرونی
 خرید لیتے ہیں۔ ممالک غیر کی بنی ہوئی چیزیں ہولت سے ہندوستان میں آکر سستی فروغ
 ہوتی ہیں۔ اس سے ہمارے ملک کے اہل حرفہ تباہ ہوتے ہیں۔ البتہ اندرون ملک کی
 تجارت۔ اور سفر کی آسانی سے جس قدر فائدہ باالطبع طور پر ہو گیا ہے۔ اس درجہ
 ہم لوگ بلاشبہ شکر گزار بھی ہیں۔ اہتمام نہرو آبپاشی سے خرچ اور فنی چند وچند
 زیادہ ہو گیا۔ اس کا شکر گزار آپ کو ہونا چاہیے۔ نہ کہ غریب مضارعین کو نرخ غلہ میں اگر
 اس نے کچھ فرق پیدا کیا ہو۔ تو آپ مجھے بتائیے۔ اہتمام شفا خانہ جات آپ جس قدر
 مفید سمجھتے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ آپ اتفاق سے ٹیڈی نہیں ہیں۔ ورنہ جو رتاؤ غریب
 مریضوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ بہت سخت ہے۔ تاہم شفا خانہ جات ایک حد تک
 مفید ہیں اور اس حد تک بلاشبہ ہم شکر گزار ہیں۔

رسم سستی کی موقعی کی داد کا حق میں نہیں دے سکتا۔ البتہ جن لوگوں کو اس
 اصلاح سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ضرور شکر گزار ہوں گے۔
 لیکن اسکی بابت یقینی طور پر کچھ کہنے کی میں ذمہ داری نہیں لیتا۔
 اگر زیری تعلیم۔ البتہ اس کے ہم نہایت شکر گزار ہیں۔ لیکن جن اصول پر یہ بنی ہو
 وہ نہایت غلط ہے۔ اور اس کا اثر جس قدر ہم لوگوں کو بھگتنا پڑے گا۔ اس سے زیادہ
 آپ کے حصہ میں آئے گا۔ میں نے اس مسئلہ سے متعلق بارڈر مٹا لے سر جین سر جی پائل
 ہنٹر۔ دی۔ سر نہری کاٹن وغیرہ کی تحریریں دیکھی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے یہ رائے

قائم رہتا ہے کہ گورنمنٹ نے ایک ایسا گروہ پیدا کرنا چاہا تھا کہ جہ مذہب کو مطلق نہ مانے
 تاکہ تعصب مذہبی بالکل منتہی ہو جاوے۔ اور اخلاق درست کرنے کے واسطے بڑے بڑے
 آدمیوں کی سوانح و کارنامے کافی سمجھے گئے۔ اثر ہوا کہ خوف خدا اور پابندی مذہب کے
 قید کمزور ہو گئی۔ اور غالباً ہوتی جاوے گی۔ گرا بتدار محدودے چند عیسائی بھی ہو گئے۔
 لیکن وہی سب اعتقادی جہ اپنے مذہب کے ساتھ ہی جڑتی گئی۔ اسی نے مذہب
 عیسوی کی بھی کچی پور کر دیا نتیجہ کی نسبت آپ اپنی ہی قوم کے اصحاب کی رائیں فلافل
 کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ علاوہ ازیں انگریزی تعلیم سے جس قدر فائدے پہنچے اور کچھ نہایت
 شکر یہ ادا کرتے ہیں۔

گورنمنٹ کی سکرٹریل سکرٹری کہہ دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ مذہب کی بابت کچھ داخل
 نصاب نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ہندوستان میں ایک مذہب نہیں ہے اور شفا خانوں
 کے تو لوگ یہاں بھی اسی قسم کی شکایت کرتے ہیں۔
 آخر آجکل کی خویش کا مطلب کیا ہے۔

میں۔ میں تو اس خدش میں شریک ہوں نہیں۔ میرے یہاں آئے کے
 عرصہ کے بعد اخباروں سے اس کا علم ہونا شروع ہوا۔ رعایا کی بددلی کے اسباب۔ آپ
 صاحبوں کی برکت سے بہت ہیں۔ اور آپ خوب اسکو سمجھتے بھی ہیں۔ منشیل کانگریس
 آج وجود میں نہیں آئی۔ مدت سے ایک ہی آواز بلند کر رہی ہے۔ کہ ہندوستانیوں کے
 حقوق تلف نہ کیے جاویں۔ تقسیم بنگال سے جو خویش شروع ہوئی اور اس کا مقصد
 منہج مذکور ہے۔ اس سے زیادہ نہ میں سمجھ جاتا ہوں نہ پاہو بتا سکتا ہوں۔
 گورنمنٹ میں آپ کا مشکور ہوں۔ پھر کبھی کسی روز ملاقات ہوگی۔

ہندوستان کے ساتھ انگریز عرصہ دلوں کو زیادہ ہرانی کا برتاؤ کرنے کی ہڈ
 گورنمنٹ کی طرف سے ہو رہی ہے لیکن مجھ کو امید نہیں کہ اس کا بہت بڑا اثر ہو۔ ہندوستانی

غلط طور سے شورش کر رہے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ سو کہہ کر رخصت ہوئے جو گریز
ہندوستان میں حکومت کرنے کے بعد یہاں آتے ہیں۔ وہ اکثر بلا سبب لہو کتنے کی زندگی بسر
کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ لوگوں کو نہایت مہربانی اور خوش اخلاقی کے ساتھ رکھتے ہیں
کام لیتے ہیں تو کہتے ہیں مہربانی کر کے یہ کام کر دو۔ اور اینگلو انڈین صاحبان کے عادات
خراب ہوتی ہیں۔ وہ بد زبان بن کر بیٹھتے ہیں۔ یہاں چونکہ سنہ ۱۸۵۷ء سے ۵۷ سال کی عمر
سے ۴۴ سال کی عمر تک ہر سچ ۹ سال تک مدرسہ جانے پر مجبور ہے۔ جیسے ہمارے یہاں
چھپک کالیکٹ لائی ہے اور تعلیم مفت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ قریب قریب تمام عورت مرد
انٹرنس سے زیادہ اور ایف۔ اے کے قریب تعلیم پائے ہوئے ہیں۔ نوکراپے تئیں
آقا کے برابر سمجھتا ہے۔ امدادس کو ایک اتفاقی امر خیال کرتا ہے کہ آقا آقا ہے اور وہ
نوکری ہے۔ خیر دوسرے ہی روز نوکر علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ تو گویا نوکر تو اینگلو انڈین
کے پاس کوئی ٹھیرتا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ ایسے عجیب خلق ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی ملنا جلنا
پسند نہیں کرتا۔ بیشتر الگ دو دیکھیں سڑکے میں ٹھیرے رہتے ہیں اور چپ چاپ
دن پورے کیے جاتے ہیں۔ بڑھے اور بڑھیاں بیاں کرتے ہیں کہ فتح ہندوستان کے
بعد سے افراد کے مول میں بہت نمایاں ترقی ہو گئی۔ اور عمریں بھی لوگوں کی بہت بڑھ
گئی ہیں۔ ہمارے یہاں اسکی برعکس اثر ظاہر ہے۔ عمریں کم اور افلاس زیادہ ہم لوگوں
کو عدم علم کی وجہ سے نہایت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور سخت نقصان پہنچتا ہے۔
یہ لوگ عیسائی برائے نام ہیں۔ ۸۰ فیصدی کے قریب نہایت بد اعتقاد بے مذہب
ہیں۔ اور سچے عیسائی تو شاید ۵ فیصدی سے زیادہ ہوں گے۔ اونکی طرف سے آپ
خواہ عیسائی ہوں خواہ مسلمان ہوں۔ خواہ کچھ اچھوں اور نہیں کچھ پرواہ نہیں۔ اون کا
خدا قوت ہے (God is with me) امداس قوت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ گزرے۔
کا سیابی حاصل کرنے کی قابلیت (Ability) لہذا اولاً روپیہ بنانا اختیارات۔ جس میں علیہ بن ساند

جس طرح سے حاصل ہوں۔ اور ان کے حاصل کرنے میں یہ حضرات ہمیشہ بہت حق معصروف نہیں
 جھوٹ کر بلا سوجہ سے نہیں جانتے کہ گناہ ہے۔ بلکہ اسوجہ سے کہ کمزوری کی علامت
 ہے۔ اور ناکامی کا گھر۔ اگر کامیابی کے واسطے جھوٹ بولنے کی ضرورت ہو تو بلا مبالغہ جھوٹ
 بول دینے لگے۔ آپ کتنے ہی خلیق ہوں۔ کتنے ہی لائق ہوں۔ کتنے ہی نیک ہوں۔ ان کی
 نگاہ میں آپ کی عزت کچھ بھی نہیں۔ ہاں اگر کچھ کر سکتے ہیں۔ خواہ اچھا۔ خواہ برا۔ خواہ
 نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ خواہ ناؤ۔ تو آپ کی عزت ہوگی۔ اور ہمارے یہاں کی حاجت
 آسمان خلاق کو تو یہ انتہا نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اب اسوقت جو رؤسا ہندوستان
 میں سے ماجرہ برمودہ کی عزت ہو رہی ہے دوسرے سرس کی تو ہے نہیں۔ اور ہمارا بڑا دودھ
 خوب صاف صاف سنا تا ہے کچھوں میں یہاں بھی اور ہندوستان میں بھی کاش
 کہ ہمارے یہاں کے رئیسوں کو بھی اب عقل آجائے۔

ڈبلن یونیورسٹی میں مبضون طلب قواعد لکھ چکا ہوں۔ اس سے متعلق دوسری
 ڈاک سے مطلع کروں گا۔ بیرسٹری سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں۔ مارچ ۱۹۰۷ء
 میں تمام امتحانوں سے فارغ ہو کر واپس ہندوستان آجاؤ۔ اس سے متعلق
 گزارش ہے کہ یہاں کے قواعد کے بموجب بیرسٹر بننے کے واسطے ڈویا تین ضروری
 ہیں۔ اولاً چار امتحان پاس کرنا۔ جس میں سے ایک پاس کر چکا ہوں۔ اور دوسرا قریب میں
 دوں گا۔ ثانیاً (۱۲) ٹرم پورے کرنے یعنی ۱۲ ٹرم (یا تین سال تک برابر چھپو
 ہر ٹرم میں کھانا کھانا۔ مثل مثل مال میں۔ خواہ میں اسوقت چاروں امتحانوں سے
 فارغ ہو چکا ہوں۔ بیرسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ تاوقتیکہ میں نے ۱۲ ٹرم پورے نہ
 کیے ہوں۔ اور چونکہ طویل عمل و سہ ماہی سے قبل ختم نہیں ہو سکتا۔ لہذا سند بیرسٹری ملے
 وقت میں جب ہی بارہ ٹرم ختم کر چکا ہوں۔ اگر میں چاروں امتحان پاس کر کے مل جاؤں ہندوستان
 چلا جاؤں تو سند بیرسٹری ملے گی نہ پکٹش کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ بارہ ٹرم پورے کر کے

لانی دنگر ہیں۔ دیگر علی ڈگریوں سے متعلق متناقب اطلاع دوس گا۔

(۱۸) ڈبلین یونیورسٹی میں میں فقط پنجاب کا بی۔ اے ہونے کی بنا پر شریک انجان
 ایل۔ ایل۔ ڈی نہیں ہو سکتا۔ اور امتحان ہی کوئی ہل چیز نہیں ہے لیکن اگر آپ اجازت
 فرمائیں تو میرا قصد ہے کہ پھر کمبریج جاؤں۔ اور ایل۔ ایل۔ بی کے کوشش کروں۔ عام
 قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی ٹرم بیچ میں نانہ ہو جائے تو پھر بی۔ اے۔ یا ایل۔ ایل۔ بی میں
 شریک ہونے کی اجازت نہیں ملتی لیکن بصورت خاص جمہوری کے اجازت ملتی ممکن ہے۔
 میں نے اپنے کلج کے ٹیوٹر (Mr. Stoddart) ڈاکٹر راگرو سے دریافت کیا ہوتا۔ وہ کہتے
 ہیں کہ ہاں ممکن ہے۔ اور میں مئی سنہ ۱۹۰۷ء میں امتحان میں شریک ہو سکوں گا۔ آخر دسمبر
 سنہ ۱۹۰۷ء سے قبل بیرسٹری کی ڈگری ملنی نامکن ہے۔ چاہے کل امتحانات میں کل ختم
 کر لوں۔ باوجود ٹرم ختم کرنے لانی ہیں۔ جو اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں ختم ہوں گے اس خانہ سے
 گویا پانچ مہینے زیادہ قیام کر۔ ہو گا۔ لیکن بصورت یہاں کہی دے۔ ایل۔ ایل۔ بی
 کی ڈگری حاصل کر لینے کے آپ خود خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ کس قدر فائدہ ہے۔ اول تو
 تعلیم فی الواقع ہندوستان سے لاکھ دو چار ہتر ہے۔ دوم یہ کہ انگریزوں کی نگاہ
 میں کمبریج کی ڈگری تو ایک چیز ہے۔ اور ہندوستان کی ڈگری کچھ ہی نہیں۔ نہ وہ کسی
 ہندوستان میں امتحان دیں نہ اس کی قد جانیں تیسرے ملازمت اور کالک و فزیشن
 میں نہایت وقت کے قابل چیز ہوگی۔ علاوہ اس یہ کہ خود بخود یہاں کلا ایم اے ہو جاؤ
 ورنہ ہندوستان میں تو اب کہاں۔ ایم اے کر لے کا موقع ملے گا۔ اس دفعہ آپ نے اگر
 اجازت دیدی تو میں وہاں قانون بھی پڑھوں گا (۱۹۰۷ء) کے واسطے کوچ ضرور
 کھنٹا پڑے گا۔ نظام الدین حسن صاحب کے فرزند ناصر الدین میں بھی جو ملے گا وہ کلج کے
 بی۔ اے میں کمبریج میں کوچ سے پڑھ رہے ہیں۔ مولوی سید علی گلانی نے جب
 بیرسٹری کا امتحان دیا نہ لڑ کر ہے بڑے صاحب اس صورت میں بیرسٹری کا امتحان

تو میں بلبر دیتا ہی رہوں گا بہر کیف اگر سخت ضرورت پانچ ماہ قبل ہی ہندوستان
 جاتے کی ہوتی تو کام چھوڑ کر واپس ہو سکتا ہوں۔ بیرسٹر اسوقت میں بھی ہمہی چکڑنگا
 ہمیں صرف کسی قدر زیادہ ہرگا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ واقعی کوشش کرنے کا موقع
 مجھے دینا چاہیے۔ اتنی دوسرا محض بیرسٹری کے واسطے محض فضول ہے۔ امتحان
 ایل۔ ایل۔ ڈی کے واسطے شرط یہ ہے کہ امیدوار کیمبرج اوکسفورڈ یا لنڈن گریجویٹ
 ہو۔ اور کم از کم ایک سال قبل گریجویٹ ہو چکا ہو۔ بہر صورت اس کا موقع مطلق
 نہیں ہے۔ اس سے قبل لنڈن یونیورسٹی میں اردو میں بی۔ اے کا امتحان ہوا کرتا
 تھا جو اب معروف ہو گیا ہے۔ فارسی اور عربی میں بھی۔ ایم۔ اے کا امتحان ہوتا ہے
 مگر تین سال کی مدت قیام اس کو ایک فقول چیز بنائے دیتی ہے یعنی شرکت لنڈن
 یونیورسٹی سے تین سال بعد امتحان کی اجازت ملے گی۔ گویا اگر میں اسوقت خرمک ہوں
 تو اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء میں فارسی میں بی۔ اے یا ایم۔ اے کا امتحان دوں۔ وغیرہ تو یہ
 محض بے کار ہے۔ بہر صورت اجازت آپ براہ عنایت ایک تارویں۔ دس تاخیر ہوئی
 تو کیمبرج میں مکان رہنے کے واسطے نہیں ملے گا۔ تمام مکان رک جاویں گے گویا آج
 کی پہلی کو مجھے کیمبرج چلا جانا چاہیے۔

(۱۹) اس سے قبل میں نے کیمبرج آنے سے متعلق اجازت طلب کی تھی لیکن اسوقت

تک اجازت یا ممانعت وغیرہ سے متعلق کوئی تحریر وصول نہیں ہوئی۔ میں نے بعد
 غور و جہد ذیل کیمبرج آجانا مناسب خیال کیا۔ افسوس مرم کی شروع سے یہی دس
 اکتوبر سے میں یہاں آگیا ہوں۔ وجہ یہ تھی کہ

(۲۰) اگر میں اس موسم میں یہاں نہ آجاتا تو بعد میں اگر آپ کی اجازت وصول ہو

جاتی تب بھی یہاں نہیں آ سکتا تھا۔ کیمبرج چھوڑ دینا ہر وقت اختیار ہی ہے لیکن
 اس موسم کے بعد یہاں آنے کا خارج از اختیار ہوتا۔

اولن پر خوب محنت بھی کرنا ہوگی لیکن قانون پر طبیعت نہیں لگتی۔ یعنی اشکال خیالی جزو قانون
 آئین جزو غموم قانون کے تصورات ہیں۔ اولن کے سوچنے میں طبیعت اور محنتی ہے۔ غالباً
 اس وقت کے پہلے بھی اس مضمون سے مس نہیں رہا۔ لیکن آپ کوئی بہتر طریقہ قانون سمجھنے
 اور یاد رکھنے کا بتا سکتے ہیں میں اس وقت تک قدم نہ لا۔ اس طرح دیکھتا ہوں کہ
 اولن میں کیا پس صفر یعنی ایک بات کو خوب غور کے ساتھ سمجھ کر چڑھتا چاہتا ہوں لیکن اس
 غور کرنے میں بعض حد میں تصور میں ماسے میں بہت سی تھکن ہوتی ہے۔ اور طبیعت اور محنتی
 ہے۔ تاہم انسان وغیرہ یہ بات ختم کرنے کے بعد اپنے دل میں داخلہ کرتا ہوں۔ بیشتر
 حصہ قانون کا اور مختلف مضامین کا تعلق یہی مادہ جاتا ہے اسلئے پھر نہیں بڑھتا
 لیکن کچھ حصہ یاد نہیں رہتا۔ اس حصہ کو میں پھر یاد نہیں کر سکتا۔ خیر ہر سڑی کا اتنا
 بہت فکر نہیں ہے کسی نہ کسی طرح ہر ہی جاوے گی۔ یہاں کے بی۔ اے۔ این۔ اے۔
 بی کے واسطے نہایت سخت فرارادہ محنت کی ضرورت ہے۔ خدا سے امید تو ہے کہ
 میں کر لینگا۔ آپ بھی دعا فرمایا کریں۔ جو مضمون یعنی ڈائیکل اگنامی میں نے لیا ہے یہ
 بے انتہا مفید مضمون ہے۔ ریاست اور غیر ریاست میں ہر طبقے میں مفید ثابت
 ہوگا۔ ابتدا کوئی نے صلاح نہیں دی تھی۔ لیکن جب میں اسے لیا تو اب سب نے
 گرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ نتیجہ سب کچھ ملے گا۔

(۲۱) مولوی سید علی صاحب بگلوانی نے خط عنایت یہاں نشر فرمائے تھے چند
 مفید نصیحتیں کے فرمایا کہ ہفتہ کو راج کی دس تاریخ تم کیمبرج آ جاؤ۔ انھوں نے فرمایا کہ ریاست
 میں ہاؤس و فیلڈ شنگ کی محنت کم امید ہے کیونکہ وقت موافق نہیں ہے اور بیشتر
 واکر اس خیال کے آدمی معلوم نہیں ہوتے۔ اس مکان کو اگر اس موقعہ کو نہ گزرتا تو
 بہت پسند کیا۔ میں نے اس واقعہ پر جو (Darius College Manchester) (Darius College Manchester)
 خط کتابت کی تھی اور کا تذکرہ مولوی صاحب ممدوح سے آیا۔ انھوں نے منکر میر سے

خیال کی تائید کی اور فرمایا کہ بیشک میرے نزدیک وہاں چلا جانا نہایت مفید ہے
 اور میں بھی اپنے (لے) کے کو بخلت کے واسطے بیروت بھیجے والا ہوں (Mansur
 College Manchester) میں (Bachelor of Commerce) کی
 ڈگری دیتے ہیں۔ مضامین امتحان اکثر وہی ہیں جو مسٹر ایچکنڈا نے اپنے نوٹس میں
 لکھ کر دیئے تھے۔ مولوی سید علی صاحب فرماتے تھے کہ اگر تم نے یہ امتحان پاس کر لیا
 تو تم فحاشی میں بھی خدمت کے مستحق ہو جاؤ گے۔ میں کلچ مذکور سے مختلف امور
 دہر دی پر خط و کتابت نہ کرنا ہوں۔ اور اگر آپ اجازت دیں تو شریک ہوجاؤں۔ مولوی
 ایک ٹرم ۱۹۱۲ء اپریل سہ ماہیہ شروع ہوئی۔ اور دوسری ٹرم ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو
 میں پروس پیکٹس دستہ عدد ۱۵۰۰ میں بھیجا ہوں آپ اسکو مسٹر ایچکنڈا کو
 ڈاکٹر سراج الحسن صاحب کو بھی دکھائیے۔ اس سے قبل کے عریضہ میں میرا کیمبرج
 پہنچنا دریافت ہو گیا ہو گا۔ میرے یہاں کام شروع کر دیا ہے لیکن میں اپنا قیام
 یہاں اسوقت تک مستقل خیال نہیں کرتا جب تک کہ آپ اجازت نہ دیں۔ یہاں آنا
 اسوجہ سے بہتر سمجھا گیا۔ کہ مجھ کو ہر وقت مل سکتا ہوں۔ اسوقت آپ نذر مرفر ہوں تو
 اسوقت ممکن ہے لیکن اس ٹرم کے بعد یہاں آنا ناممکن تھا۔ اگر میں یہاں کا صرف
 بی۔ اے ہی ہو جاتا تو ہندوستان میں تعلیم اے کرنے سے مجھے نجات مل جاتی
 اور پھر کیمبرج کے گورنمنٹ کالاج میں شامل ہوتا۔

اور اگر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ جی۔ جی۔ تو پھر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایم۔ بی۔
 سکورنگ۔ اور یہ بالکل ممکن ہے کہ دونوں ڈگریاں لے لوں۔ میری سرکاری کے امتحان
 اس دفعہ دے چکا ہوں۔ ممکن ہے کہ پاس ہو جاؤں لیکن کام عجیب تھا۔ اور تیار
 جیسی چاہئے۔ ویسی نہ تھی نیز امتحان کے قریب یہاں آنے میں کسی قدر عرصہ ہو گیا
 بی۔ اے۔ تو میں اگر خدا کو منظور ہے تو چندہ سٹی میں ہو جاؤں گا۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ کے واسطے

اگر آپ کی اجازت ہو تو پانچ ماہ اور قیام کرنا پڑے گا۔ ورنہ غیر۔ اور جس مدت تک
یعنی آخر دسمبر ۱۹۰۸ء تک تو مجھے بیرسٹری کے واسطے ٹھیکرانا لانی ہے اور اس وقت سے
نیا دہ ٹھیکرانا اگر آپ کی رائے ہو تو ہرگز نہیں ہوگا۔ فارسی عربی کو اس قدر مفید
نہی لیکن ڈگری کے خیال سے اور سہولت کی امید سے لے لئے ہیں۔ آپ براہ کرم
غیرست مسئلہ کے مطابق کتابیں بی بی وجہہ سے خریدنا کر حتی الامکان جلد رسال
فوائد۔ یہاں قیمت وہ چند روپی پڑے گی اور بعض کتابیں یہاں ملتی ہی نہیں ہیں
مجھے اس امر کی اطلاع اس طرح میں ہوئی ضروری میں کہ میں مادہ قیام بجائے لندن
میں رہنے کے یہاں کمیرج میں رہ سکتا ہوں یا نہیں۔ بلاشبہ اجازت کے میں
یہاں ہرگز نہیں ٹھیکرانا ہوتا۔ یہاں آنے کی صورت صرف اسوجہ سے کی گئی کہ آپ نے
مختلف پرمانعت نہیں فرمائی تھی۔ اور میں یہ جانتا تھا کہ بصورت عدم اجازت
یونیورسٹی سے ملنے کی اختیار کرنی بالکل اہل ہے۔ اور بصورت اجازت بعد از وقت
کے یونیورسٹی میں شریک ہونا محال ہے۔ یونیورسٹی میں رہنا گو ہر طرح سے مفید ہے
اور نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور یہاں انگریزی زبان اور انگریزی
معاشرت سیکھنے کے نہایت اچھے موقع ہیں۔ جو لندن میں ملنا میسر نہیں آسکتے
لیکن میرے یہاں آنے کی زیادہ تر یہ وجہ ہے کہ اگر میں نے یہاں کابی اسے کر لیا۔
جو بالکل ممکن ہر تین کم از کم ہندوستان میں الیم اسے کہنے کی زحمت سے بچت
جائزہ گا۔ اور مقصد بیرسٹری سے نیا دہ ٹھیکرانا ہی نہیں پڑے گا۔ اگر مجھ کو
میں میں نے عربی۔ فلسفہ میری اسے پاس کر لیا تو پھر الیم الیم بی بی اسے کامی تو
ہوگا ورنہ صرف بی بی اسے ہی پیدا ہوگا۔ اور بیرسٹری کے امتحانات بطور کرنا ہوگا
اسد نصیب لکھنؤ شاہیں امتحانات میں کامیاب نہیں ہو یا یہاں آنے کی وجہ سے
امتحان کے قریب بہت مرنے ہوا۔ اور قانون سے بالطبع بھی مجھے بہت نفرت ہے۔

آئینہ دبیر میں پھر شریک ہو گا۔ امید ہے کہ پاس ہو جاؤں گا۔ آئینہ ہر ٹرم میں ایک امتحان ضرور پاس کرنے کی کوشش کر دوں گا۔ آپ یہ اندیشہ ہرگز نہ کیجئے کہ میں بی۔ اے ہونے کے خیال کی وجہ سے دبیر سٹری کے ختم مدت تک دبیر سٹری کے اقامات بھی پاس کر سکیں گا۔ میں ضرور پاس کر دوں گا۔ بہر کیف اجازت یا ممانعت کی کوئی اطلاع ضرور ہونی چاہیے۔ اس وقت تک یہاں کے پروفیسروں سے بھی کہہ دیا ہے کہ ابھی گھر سے صاف اجازت یا ممانعت کی اطلاع نہیں آئی ہے۔ آئینہ ٹرم کے واسطے کہہ نہیں کہہ سکتا اگر اس ٹرم کے اخیر تک میں اونہیں جواب نہ دے سکا اور بالآخر اپنے دبیر سٹری چھوڑنے کا حکم دیا تو بہت کہہ کر ایہ کمروں کا اور کلج کی فیس وغیرہ مفت دیتا چیتے گا اور بیکار پریشانی ہوگی۔

(۱۲۲) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۳) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۴) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۵) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۶) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۷) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۸) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۲۹) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔ (۱۳۰) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جلاؤں گا۔ دو ہفتے کے قریب مصروف رہوں گا۔

۱۳۳ قبل ازین گزارش خدمت کر چکا تھا کہ میرا امتحان یکم جن سے شروع ہوگا۔ کل امتحان کے گیارہ پرچے مقرر ہوئے ہیں جن میں سے اس وقت تک ۵ ختم کر چکا ہوں۔ الحمد للہ کہ ان میں بھی امید ہے۔ تین روز کے وقفہ کے بعد آٹھ ماہ حال سے پھر امتحان شروع ہوگا۔ امد ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ماہ حال تک باقی رہے گا۔ اگر آئندہ چھ پرچہ بھی قابل اطمینان ہوں تو اچھا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ہفتہ کی ڈاک سے جناب کی خدمت میں اطلاع بقیہ امتحان کی دوڑ گا۔ بقیہ پرچوں کے حل سے قبل تو یہ دریافت کرنا غالباً قبل مدد وقت ہوگا کہ مجھے ایل ایل۔ بی کے واسطے تیاری کرنے کی اہانت ہے یا نہیں لیکن بصورت اجازت حتی الوسع جلد اطلاع ہونی مفید ہوگی۔ کیونکہ جو عمدہ کوچ اور ٹیڑھیں لڑی کے پاس اتنی دشواری آ جاتی ہیں۔ کہ وہ پڑھانے کا وعدہ نہیں کر سکتے۔ ناچا دوسرے درجہ کے آدمیوں سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اسلافہ جیسا ہونا چاہیے ویسا نہیں ہوتا۔ نتیجہ اس ہی ہینہ کے اواخر میں معلوم ہو جاوے گا۔ اسید تو خدا سے اچھی رکھتا اہل لیکن زیادہ ترقیہ چھ پرچوں کے حل پر منحصر ہے۔ بقیہ پرچوں کے حل سے مشکل ہی زیادہ ہوں گے۔

(۲۴) اس سے قبل ایک عریضہ دست برس ہوا ہوگا جس میں نصف پرچہ جات امتحان کی کیفیت عرض خدمت کی گئی تھی۔ بقیہ نصف امتحان پر سون ختم ہو گیا۔ ان چھ پرچوں میں سے دو کسی قدر خراب ہوئے لیکن باقی چار ترقی سے زیادہ اچھی ہو گئی۔ اسید فوری ہے کہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ نتیجہ امتحان زیادہ سے زیادہ ۲۰ ماہ حال کو شائع ہو جانا چاہیے لیکن اس سے قبل تمہنوں کی رائے پر منحصر ہے چاہے جب شائع کیوں۔ اگر میں پاس ہو گیا تو آپ کو بذریعہ تازہ مطلع کر دوں گا۔ اور تاد بہر صورت اس عریضہ سے قبل آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔ آپ براہ نذرش حتی الوسع جلد اپنے منشاء سے مطلع فرمادیں کہ میں ایل۔ ایل۔ بی کے واسطے کوشش کر دوں یا نہیں۔ میرے نزدیک نو کوشش کرنی مناسب ہے۔ کیونکہ بصورت کامیابی پانچ ماہ کے زیادہ قیام میں۔ قانون کے ایک

ایسی ڈگری آجاوے گی۔ جنہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اگر بالفرض میں پھر یہاں آکر یہ ڈگری حاصل کرنی چاہوں۔ تو مجھے تین سال پھر یہاں رہنا پڑے گا۔ اس وقت چار ہائیج ماہ میں یہ مرحلہ بھی ساتھ ساتھ طے ہو جاوے گا۔ اور قانون کے امتحان پر میری شری کے بھی ہوجاویں گے۔ یہ امر تو مزید یہ ہے کہ اگر مہافتات مالی و خانگی نہ ہوتی تو میں ایک دفعہ پھر یہاں آکر جو مضمون، اقتصاد و پہلے سیکھ رہا تھا اوس میں ضرور ڈگری لے لیتا اور اگر آپ کی رائے میں مجھے یہاں مطلق زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیے تو کم از کم ایک ٹرم تو مجھے ڈگری لینے کے واسطے ضروری ٹھہرنا ہوگا۔ یعنی وہ ٹرم جو کہ میری چھوڑے کے زمانہ میں پوری نہیں ہو سکتی تھی اوس کے بدلہ کی ایک ٹرم ضرور دینی پڑے گی۔ معضیل کیفیت نتیجہ شائع ہونے کے بعد گوش گزار کروں گا۔

(۲۵) گزشتہ ہفتہ کو بتایا کہ ۱۳ ماہ حال میرے امتحان کا نتیجہ شائع ہوا تھا۔ بذریعہ تارکامیابی کی اطلاع خدمت اقدس میں پہنچ گئی ہوگی۔ بہت سے ضروری امور جو میں اس امتحان کا نتیجہ نکلنے سے قبل عرض کرنا قبل از وقت خیال کرتا تھا۔ اب گوش گزار کرنے چاہتا ہوں۔

(۱) سب سے اول عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی دعا سے اس امتحان میں میں پانچ مدارج کامیابی میں سے دوسرے درجہ پر پاس ہوا۔ پہلے نصف حصہ میں اول درجہ میں (مسلک نمبر ۱) پاس ہوا تھا لیکن دوسرے نصف حصہ میں چند پرچہ غلط ہو گئے تھے۔ لہذا دوسرے ہی درجہ میں رہا میرے نمٹنوں میں سے ایک صاحب کہتے تھے کہ وہ میرے پرچوں سے نہایت خوش ہوئے۔ عربی کے محقق نے یہ الفاظ فرمائے کہ اگر تم اس سے بہتر کامیابی حاصل کرتے تو باطل معجزہ ہی ہو جاتا۔ میرے خیال میں تم نے اپنے قبیل وقت کو بہت ہی اچھی طرح صرف کیا ہوگا۔ جو رقم ایسے اچھے پاس ہوگا۔ غالباً جب میں اس سے سائرفیکٹ حاصل کر دیں گا تو یہ رقم اپنی رائے میں اپنی اہلی و عیال کا

اعادہ کریں گے۔

عربی۔ فارسی کی دقتوں کو تو آپ بندہ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر تعطیلوں کو ملحوظہ کر دیا جائے تو مجھے صرف ۲۵ بیٹے تیاری امتحان کے واسطے ملے۔ اس وقت میں مجھے (۱۵۰۰) صفحہ تاریخ ادب ایران و عرب کی انگریزی زبان میں یاد کرنی پڑی۔ اور عربی کی خاصی مشکل کتابیں تیار کرنی پڑیں۔ جن میں :-

- قرآن شریف۔ تفسیر بیضاوی۔ سبع مصلحت۔ ابن قطیبہ کی کتاب الشعراء

وغیرہ شامل ہیں۔ کل تقریباً ایک ہزار سے زائد عربی تھی۔ تمام کتابیں (تقریباً ۵۰۰ صفحہ) مجھے تیار کرنے پڑے۔ جو مشکل چند ان نہ سہی لیکن وقت تو درکار ہوتا ہی ہے۔ اس قسم کے آتے ہیں کہ میں وقت تک آپ نے کتاب نہ دیکھی ہو آپ حل نہیں کر سکتے مثلاً یہ سوال کہ دبستان مذاہب میں صوفیہ کے کتنے طبقہ قرار دیئے گئے ہیں۔ تصوف کیا چیز ہے۔ اور مختلف مذاہب صوفیہ کس فرقہ پر مبنی ہے۔ یا مثلاً مصنف شاہنامہ نے کن کن ذرائع سے اپنی معلومات حاصل کی تھی جہاں سے شاہنامہ میں نظم کی ہے وغیرہ میں طلب کسی امر میں مبالغہ نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکیم میں نے اس قلیل وقت میں کیا وہ سہل ہو گزرتا تھا۔ میرا ٹائم ٹیبل تو غالباً اپنے انگریزی ٹیبل فرمایا ہو گا۔ لیکن الحمد للہ کہ فیچر نے میری شرم رکھ لی۔ روز میں جاتا تھا کہ اگر نخواستہ فیل ہو گیا تو میرے پاس کوئی ذریعہ آپ کو یہ امر یاد رکھانے کا ہو گا۔ کہ میں نے محنت کے ساتھ کام کیا۔ مثلاً اس سے قبل علم اقتصاد میں میں نے جو کچھ کیا وہ آپ کس طرح یقین آ سکتا ہے۔ اگر میں امتحان میں شریک ہونے تک اہلیت پاتا تو نتیجہ سے ظاہر ہوتا کہ میں نے کچھ کیا تھا یا نہیں۔ قانون کے نتائج سے تو غالباً آپ یہی قصود فرماتے ہوں گے کہ میں انگلستان میں بے کار ہی ہو گیا ہوں۔ اور اس خیال سے مجھے بھی رنج ہوتا تھا کہ آپ یہ خیال گورافتی نہ بھی لیکن ضرورت کے واسطے میرے پاس تھا

لیکن بیرسٹری کے واسطے مجھ سے کام بھی نہیں ہو سکتا۔ کتاب لیکر بیٹھتا ہوں اور خیال
کھینک لکھیں چلا جاتا ہے تو میری نہیں جم سکتی۔ کیونکہ بیرسٹری سے مجھ کو ولی نعمت ہے
بہر صورت اگر آپ (ق. ب. م. م. کی اجازت دیں تو) (ق. ب. م. م. کے حقوق میں یہ
بھی سب کچھ ہو جاوے گا۔ اور صرف چار پانچ مہینے۔ زیادہ عیام رہے گا۔

اگر میں باوجود کوشش کے اس دفعہ فیل ہو جاتا۔ تو میں نے مصمم قصد کر لیا
تھا کہ واپس ہندوستان نہیں جاؤں گا۔ یہیں کہیں چھوٹی سی نوکری کر لیتا۔ خود کچھ
بھی کرتا لیکن آپ کو کبھی صورت نہ دکھاتا۔ کیونکہ میرے پاس کوئی ثبوت اس امر کا
نہو تا کہ میں بے کار نہیں رہا۔ آپ کی ناراضی جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس خیال پر
بنی ہے کہ میں بعض امور میں غیر مناسب طور پر خود راہی کو کام میں لاتا ہوں جو اوقات
میں وہ میں بلا آمیزش جوٹ و مبالغہ عرض کے دیتا ہوں۔ اور جس حد تک میری
غفلت ہے اس حد تک اپنے قصور کی سزا فی ما گھنا ہوں۔ آئندہ آپ کے فیصلہ
اس آپ کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) قانون سے مجھے نفرت ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ میں قانون سمجھ نہیں سکتا
بلکہ اس وجہ سے کہ مجھ کو یہ فریب و غیرہ کو جو کالت کا جوہر ہے بلوا جاتا ہوں
اور بیرسٹری کے امتحانات کو کوئی علمی ڈگری کی بجائے حرم ہے۔ نہیں سمجھتا کہ میں
یہاں سے صرف بیرسٹر ہو کر جاتا تو دنیا میں اپنے سے زیادہ ذلیل کسی کو نہ سمجھتا
الحد شد کتاب الہم سے تو بلا کسی مزید وقت کے چار سال بعد خود سوچو ہو جاؤں گا۔
اور اگر آپ اجازت دی (جو خدا کرے آپ دیدیں) تو (ق. ب. م. م. ملنا ہوئے
کی جی امید رکھتا ہوں۔ اور اگر خدا کو منظور ہو تو پھر ایک دفعہ (ق. ب. م. م. ملنا
یعنی اقتصاد میں ضرورت ڈگری اور لگے۔ مجھے نہیں معلوم آپ میرے اس حقوق کو پسند
فرماتے ہیں یا نہیں۔

۱۱) میرے نزدیک طالب علم اور میل ملاقات دونوں ایک وقت میں جی طرح سے نہیں ہو سکتے مجھے اس امر کا نہایت رنج ہے کہ میں (M. Cam) سے نہیں ملا جسکو غالباً آپ نے نہایت ناپسند فرمایا ہو گا۔ واقعی وجہ ذیل میں عرض کروں گا۔ گو یہ تو مجھے یقین ہے کہ نتیجہ تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ شاید کچھ غیر مفید ہی اثر ہوتا لیکن ایک بہت بڑی بات یہ ہو جاتی کہ آپ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ میں نے حکم عدولی کی اس میں فی الواقع میرا تصور ہے۔ اور اسکی میں معافی مانگتا ہوں۔ علاوہ ازین وہ گھڑی وغیرہ کے معاملہ کی نفیث میں کوئی بڑا نتیجہ میری کوشش سے نہیں پیدا ہوا۔ ممکن ہے آپ نے وہ امر میری لا پرواہی پر محمول کیا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری جگہ اگر کوئی اور صاحب ہوتے تب بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ غالباً جو شبہ لکر آپ کو خوش کر دیتے۔ لیکن لندن میں ایک طوفان بے تیزی ہے وہاں کسی کا پتہ لگانا پولیس کے سوائے معمولی انگریز کے بھی سب کا کام نہیں ہے میں اس پتہ پر غور کیا۔ پولیس سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ اس نام کی کوئی کمپنی وہاں کبھی نہیں تھی۔ ایک انگریز دوست سے مدولی وہ بھی دو تین روز کے بعد بغیر کسی پتہ لگانے کے واپس آگیا۔ اور کہا کوئی بد معاش ہو گا۔ غالباً ایک اور میری کوتاہی یہ ہوئی کہ ضرورتاً کی اطلاع ہر امر میں آپ کو نہیں کرتا رہا۔ اس میں فی الواقع کچھ قصہ سنی اور لکائی کا بھی ہے اور اس حد تک میں ملوثی مانگتا ہوں اب ایسا نہ ہو گا۔ اور یہ بھی وجہ تھی کہ اتنی دور کے فاصلہ سے جواب آتے آتے ڈیڑھ مہینہ کے قریب عرصہ لگتا ہے۔ چوٹی چوٹی باؤنڈ لکھنا اور جواب کا انتظار کرنا مصیبت معلوم ہوتا ہے۔

مسٹر کمپیل سے کیوں ملاقات نہ ہو سکی؟

آپ کا خط آنے کے بعد میں نے بہت عرصہ تک اس غرض سے خط نہیں لکھا تھا کہ میں یہاں کے آداب و قواعد سے واقف نہ تھا کسی بھلے مانس سے ملتے ہوئے

شرم آتی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ مدد باقی نہ رہا۔ جب انگریزوں نے ان میں سے پہلی دفعہ
 کیمبرج آیا تو میں نے انہیں ایک خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے اس
 قسم کا ایک گونہ مہربانی ہمیں خط بھیجا تھا جیسا اننگلو انڈین (یعنی وہ انگریز جو ہندوستان
 میں حکومت کرتے ہیں) اکثر لکھا کرتے ہیں یعنی "میں تمہارے اور مہربانی کر رہا
 میں یہاں مصروف رہتا ہوں۔ یہیں جب فرصت ہوتو مجھے پہلے سے لکھ بیویا۔
 میں ملاقات کے واسطے وقت مختار کر رہا ہوں گا وغیرہ" خط میرے پاس موجود ہے
 میں پریشان رہا کہ اس کا جواب کیا دوں۔ کوئی معقول جواب مجھ میں نہیں آیا کچھ دن
 تک روزیہ سوچتا رہا کہ کن دوں گا۔ اور اس ہی طرح ایک عرصہ ہو گیا۔ پھر یہ خیال آیا
 کہ اب بہت دیر ہو گئی ہے۔ اس ہی طرح بہت زیادہ عرصہ ہو گیا۔ اور اس وقت
 تک میں نے انہیں دو سہ خط نہیں لکھا۔ یہاں واقعی قصور ہے۔ لیکن وجہ یہی ہے
 جو میں نے عرض کی تھی کہ میں جانتا ہوں انگریزوں میں پسند کرتا ہے۔

(۱) لیاقت اور کچھ گزرے کا حوصلہ۔ (۲) یہ بات کہ لیاقت اور محنت میرے
 فائدہ کے واسطے استعمال ہوگی۔ اس کے سوا دوستی اور رشتہ داری وغیرہ سب
 لفظ ہی لفظ ہیں۔ کچھ تو مجھے اننگلو انڈین فرقہ سے ہی نفرت ہے اور کچھ میں سمجھتا
 رہا کہ میں ایک دفعہ تو ان کے پاس ہوا تو ان کے پاس دو سری دفعہ نہ دے مجھے بلادیں گے
 نہ مجھ سے ملنا چاہیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو پھر عذر معذرت کر کے سلسلہ خط و کتابت
 شروع کر دیں۔ لیکن میری بیوقوفی کی وجہ (یا جو کچھ آپ چاہیں اسے کہیں) مرقعہ اب
 پہلے جتنا ہی عیس رہا۔ اصلی واقعات یہ ہیں جو میں نے عرض کر دیئے۔ اور حضرات
 سے بھی ابھی نہیں بتلا ہوں۔ اس دفعہ آپ میرے کوتاہی و قصور کو معاف فرمائیے
 آئندہ اطاعت میں گروہ میرے نزدیک خلاف مصلحت ہے ہر تیب بھی قصور نہ ہو گا
 میں نے آپ کی حسب ہادیت بہت عرصہ تک آپ کی خدمت میں ہر ہفتہ خط لکھا

لیکن آپ کی جانب سے ایک بھی دلائل نامہ وصول نہیں ہوا اس وجہ سے پھر میرے
جانب سے بھی تاخیر ہونے لگی۔ اب انشاء اللہ اکثر عریضہ لکھتا رہوں گا۔

مجھے دلائل نامہ کا انتظار رہے گا کیونکہ اگر ایل ایل بی کرنا قریب پایا تو مجھے ایک
ایک دن سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اور حق البوسع امتحان بھی طرح پاس کرنے
کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس صورت میں بیرٹری خود بخود ہو جاوے گی۔ اس کے
واسطے علیحدہ کام نہیں کرنا پڑے گا۔ مجھے کوچ ضرور دیکھنا پڑے گا۔ تمام انگریز اسکے
بھی جو قانون پڑھتے ہیں تقریباً (۹۰) فیصدی کوچ رکھتے ہیں۔ کوچ کا کام یہ ہے
کہ بے شمار کتابوں میں سے یہ بتائے کہ کیا کیا کتاب پڑھنی جائے۔ اور کس کس کتاب
کا کون کون سا حصہ زیادہ ضروری ہے۔ اور کون کونسا حصہ غیر ضروری ہے
نیز جواب لکھنے کا طریقہ بتانا اور کچھ کام ہے۔

(۲۶) کیمبرج میں تعطیل شروع ہو گئی ہے اب میں پرسوں سے بارگی ڈنر کھانے
کی غرض سے لندن گیا ہوں۔ بوجہ خرچ کافی نہ ہونے کے فرانس و جرمنی کی سیر کے
واسطے نہیں جاسکتا۔ اور بوجہ جناب کی اجازت وصول ہونے کے ایل ایل بی کی
بڑھائی ابھی تک شروع نہیں کی ہے۔ لیکن چونکہ ایل ایل بی کے دوسرے حصہ اور
بیرٹری کے بقیہ امتحانات کے واسطے ایک ہی مضامین تیار کرنے ہیں۔ دو چار
روز میں کتابیں خرید کر بڑھائی کا کام شروع کر دوں گا۔ میرے پاس کتابیں بہت
جمع ہو گئی ہیں اور خرچ آنے کے بعد بہت سی کتابیں خریدنی چاہتا ہوں کیونکہ اکثر
ہندوستان میں نہیں ملیں گی اور یہاں سے منگوانے میں گران پڑے گی۔ غالباً مغرب
وہ کتابیں جو پڑھ چکا ہوں۔ اور یہاں اب الکی ضرورت نہیں ہے ہندوستان ورنہ
کرتھک تاکر دفت رٹھی میرے ہمراہ زیادہ بوجہ باقی نہ رہے۔ اور اس عریضہ کی
رسید سے قبل اپنے منشاء سے ایما کرنے کے واسطے تحریر روانہ فرما چکے ہوں گے۔

یہاں کے تمام امتحانات میں ڈاکٹر سراج الحسن بھی تھڑی کلاس میں پاس ہوئے تھے۔
 اور مولوی نغملہ الدین جن کے فرزند ناظر الدین جن چار سال آٹھ ماہ سے یہاں تشریف
 فرما ہیں۔ اس دفعہ وہ ایل۔ ایل۔ بی کے امتحانات میں گئے تھے۔ انوس کہ کامیاب
 نہیں ہوئے۔ ایک سال اور قیام کرنے کا قصد ہے اگر میں ایل۔ ایل۔ بی میں گیا تو وہ
 میرے ہمراہ پھر دوبارہ شریک امتحان ہوں گے۔ ان کے ہمراہ ایک نوکر بھی ہندوستان
 سے آیا ہے۔ وہ بھی اتنے ہی عرصہ سے انکی خدمت میں ہے۔ سرود جنگ بہادر کے
 چھوٹے صاحبزادے مرزا عباس بیگ ایک دفعہ یہاں کے داخلہ کے امتحان میں کامیاب
 ہو چکے ہیں۔ اس دفعہ پھر شریک ہونے والے تھے۔ سول سروس کی غرض سے
 تشریف لائے ہیں۔ اسوقت تک نیک چلنی اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔ مسٹر
 محو کے فرزند اور سر سید احمد خان کے پوتے مسٹر اس سعید بھی یہاں تشریف
 رکھتے ہیں کچھ معلوم نہیں کیا کر رہے ہیں لیکن اسوقت تک انھوں نے کوئی
 امتحان غالباً نہیں دیا۔

(۲۷) اب وقت اس قدر باقی نہیں کہ میں ممالک بیرون کی سیر کروں کیونکہ
 بار کے دو امتحانوں کے واسطے نام روانہ کر چکا ہوں جو ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شروع
 ہوں گے لیکن کوئی والا نامہ وصول نہ ہونے کی وجہ سے مجھے یہ نہیں معلوم ہوا کہ
 مجھے ایل۔ ایل۔ بی کے امتحان کے واسطے ہملت دی جاوے گی۔ یا نہیں۔ بہر صورت
 میں وہ کام کر رہا ہوں جو باقاعدہ ایل۔ ایل۔ بی دونوں کے واسطے مفید ہے۔ اور
 بار کے امتحانات سے نجات حاصل کرنا میں نے پہلا مقصد قرار دے لیا ہے۔
 اصل کیفیت یہ ہے کہ کمبریج سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے واسطے
 مجھے ایک ٹرم یعنی اکتوبر ۱۹۰۸ء سے دسمبر ۱۹۰۸ء تک کمبریج میں قیام کرنا پڑے گا۔
 خواہ میں وہاں کچھ پڑھوں یا نہ پڑھوں۔ اور کمبریج میں قیام کرنے کے یہ معنی ہیں کہ

مجھے تمام کالج وغیرہ کی فیس تقریباً چھ سو پونڈ یعنی لاکھ آڑ پیسہ کے قریب علاوہ مکان مکان دکھانے کے ادا کرنے پڑی تھیں۔ اور ڈگری کے خاص مصارف علیحدہ دینے پڑے تھے۔ جسکی تفصیل مجھے معلوم نہیں۔ میں سابق میں تفصیل گزارش کر چکا ہوں کہ ڈگری حاصل کرنے کے واسطے اہل میں تین سال کیمبرج میں ٹیئرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہر سال میں پڑھائی کے تین ٹرم ہوتے ہیں۔ اور ٹرم کا خیال ملادی ہے۔ مجھے پنجاب کی ڈگری کی وجہ سے تین ٹرم معاف ہو گئے تھے یعنی صرف چھ ٹرم پورے کرنے تھے اور چونکہ میں اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء میں شریک یونیورسٹی ہوا تھا۔ لہذا جولائی سنہ ۱۹۰۷ء میں مجھے بشرط کامیابی ڈگری لینے کا استحقاق ہو جاتا۔ لیکن اس عرصہ میں چونکہ میں کیمبرج میں چلا آیا تھا ایک ٹرم ضائع ہو گئی۔ اور دوبارہ شریک ہونے کے وقت مجھے یہ وقت پیش کی تھی۔ کہ مجھے ثابت کرنا پڑا تھا کہ ناگزیر اور غیر اختیاری ضرورت کی وجہ سے میں کیمبرج چھوڑنے پر مجبور ہوا تھا۔ اور اس وقت یہ امید نہ تھی کہ میں پھر واپس آکر شریک ہوں گا۔ اب جو وقت تک میں ایک ٹرم اور ختم نہ کر لوں اور چھ ٹرم پورے کرنے کی شرط پوری کر دوں مجھے ڈگری نہیں ملے گی اور ڈگری ملنے کے یہ معنی ہیں کہ مجھے کیمبرج کے (Senate Hall) میں کیمبرج یونیورسٹی (Chancellor) بی۔ اے۔ کا سارٹیفیکٹ دیں گے اور اس وقت سے میرا پئے نام کے آگے (B.A. Cantabrigia) لکھنے۔ کیمبرج کے (Senate House) کا گون پہننے کا مجاز ہوں گا۔ پڑھائی اور امتحان کی کوئی مزید شرط باقی نہیں۔ صرف ایک ٹرم جو ضائع ہو چکی ہے اسکی تکمیل ضروری ہے اور اگر ایل۔ ایل۔ بی کیا تو اس کے بعد دو ٹرم اور ٹیئر۔ جن سنہ ۱۹۰۷ء میں شریک امتحان ہر سکول۔ گو کام اس ہی نیت سے کر رہا ہوں۔ لیکن آپکی بلا جانت میں ضرورت سے زیادہ کیمبرج میں نہیں ٹیئر دوں گا۔ غبار سے مولوی فضل حسین صاحب کے انتقال کی خبر دیتا ہوں۔ بہت افسوس ہوا۔ نہیں معلوم ان کے فرزند کیا کرتے ہیں۔ اگر میں نے اکتوبر میں یہ

یہ دونوں امتحان پاس کر لئے۔ اور امید کرتا ہوں کہ پاس کر لوں گا۔ تو پھر دسمبر میں آخری امتحان کی تیاری کر دیں گا۔ اور دسمبر ہی میں بار کے ٹرم پورے ہو جاویں گے۔ میں نے کیمبرج میں جو عربی فارسی کا امتحان پاس کیا۔ اسکی نسبت میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی عمدہ فائدہ کا بہت بڑا کام ہے لیکن یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسوقت تک جس قدر ہندوستانیوں نے کیمبرج سے عربی فارسی کا امتحان پاس کیا ہے کسی نے تھوڑا کلاس سے زیادہ نہیں حاصل کیا۔ میں نے پہلی دفعہ سکندھ کلاس حاصل کیا ہے اور اگر میں دو سال کے بعد یہ امتحان دیتا تو یقیناً فرسٹ ہی کلاس لیتا۔ لیکن اگر ایسی ناچاگی کی حالت نہ ہوتی اور وقت اتنا قلیل نہ رہ گیا ہوتا تو میں کبھی اپنے پہلے مضمون کو نہ چھوڑتا اور میں جملائی سائنس میں یہ دہرے کرتا۔ جو عربی فارسی میں گوشہ جملائی میں ملے ہو گیا۔

آر مجھے اسوقت ٹیئر نے کا یقین نہ تھا لیکن پھر بھی صرف بی۔ اے کی ہی ڈگری ملتی۔ بہ صورت اگر میں نے آئندہ اکثر میں دو امتحان بار کے پاس کر لئے۔ جسکی امید کرنی میں بچا نہیں سمجھتا۔ تو روبرو بہت ہلکا ہر جاوے گا۔ میں نہیں بیان کر سکتا کہ بلا مرضی امتحان کی تیاری کرنا۔ یعنی ایسا کام کرنا جو آپ برا سمجھتے ہوں کس قدر تکلیف دہ اور ناگوار ہوتا ہے۔ کم از کم مجھے کرنا قابل بیان تکلیف ہوتی ہے۔ اور نتیجہ قابل اطمینان مرتب نہیں ہوتا۔

(۷۸) میں حتی الوسع اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ اپنی واپسی کے زمانہ سے قبل پیرسٹری کی سند حاصل کر کے آپکی خدمت میں بھیج دوں۔ جن سائنس کے بعد تمام کر لے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہے گی۔ آپ دعا فرمائیے کہ میں ایل۔ ایل۔ بی میں کامیاب ہو جاؤں میں نے کام تو بغیر ختم امتحان ہی شروع کر دیا تھا اب پیرسٹری شروع کر دی ہے۔ اگر اکثر میں ان دو امتحانات میں کامیاب ہو گیا۔ تو پیرسٹری کا

تو مزید تین سال میں مکمل ہوگی۔ ناظر الدین حسن فرزند مولوی نظام الدین حسن صاحب سابق
جمعہ ہائی کورٹ حیدرآباد سلسلہ ۷ سے یہاں ہیں۔ گزشتہ جون میں ایل۔ ایل۔ بی میں
بیچارے ناکام رہے۔ اور بیرسٹری کی آخری امتحان میں بھی کامیاب نہ رہے۔ لہذا اب
ایک سال اور ٹھہر میں گئے۔ اور میرے ہمراہ واپس ہوں گے۔

(۲۹) میں بہنوئی ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کر رہا ہوں۔ اور ساتھ ساتھ بقیہ امتحان
بیرسٹری کی۔ ۱۶ مارچ کو بیرسٹری کے ایک امتحان میں شریک ہوں گا۔ پھر آخری امتحان
باقی رہ جائے گا۔ ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان ۳۰ جون سلسلہ ۷ کو شروع ہو گا لیکن ہر چہ
کوشش کر رہا ہوں۔ کچھ تیاری قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی۔ آپ خدا سے دعا کرو
(۳۰) میں حتی الوسع سخت کوشش کر رہا ہوں۔ کہ اس دفعہ آخری امتحان بیرسٹری
میں کامیاب ہو جاؤں۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ امید تو ہے کہ پاس ہو جاؤں گا لیکن قطعی طور
پر نتیجہ سے معلوم ہو گا۔

اگر وہاں کسی خدمت پر آپ کی درخواست کے جواب میں میرا تقرر ہو جاوے تو
جیسا آپ مناسب خیال فرمادیں گے ویسا عمل کیا جاوے گا۔ میری خواہش تو بہت ہے کہ
ایل۔ ایل۔ بی جون میں پاس کروں۔ کیونکہ یہ ایک مفدی ڈگری ہے اور مجھے محکمہ تعلیمات کے
وسطے مستحق کر دیگی۔ لیکن میں قطعی طور پر بیرسٹری پاس ہونے کے بعد عرض کروں گا میں
امتحانات سے اب بالکل تھک گیا ہوں۔ اور آپ لوگوں سے ملنے کو بھی بہت دل
چاہتا ہے۔ بہر صورت بیرسٹری ختم ہونے کے بعد میں آپ کو تار دوں گا۔ اور اگر اس وقت بہت
ہوئی تو لکھوں گا اور آپ کے جواب کے مطابق عمل کروں گا۔

(۳۱) امتحان آئندہ ہفتہ سے شروع ہوتا ہے۔ دیکھیے جو کچھ نتیجہ ہو گا آپ اجازت
دیں تو میں کیمبرج جا کر پھر نعمت آسانی کروں۔ کلچ سے حفظ و کتابت بہتی ہے اور کلا
خلاصہ یہ ہے کہ مجھے پاس ہونے کی بہت قوی امید کرنی چاہیے۔ میں آئندہ ڈاک سے خطوط

روانہ کر دیں گے۔ تاکہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔

زیادہ تر مجھے اس فائنیل امتحان کا لکھ رہے تھے امید کامیابی (۵۰) سے زیادہ نہیں ہے۔ پرچہ لکھنے کے بعد باقی عرض کروں گا۔

(۳۲) مجھے ناظر الدین حسن فرزند نظام الدین حسن صاحب سابق بیج حیدر آباد کی بانی دریافت ہوا تھا کہ اون کے چچا اونہیں دو تین خطوں میں لکھ چکے ہیں۔ کہ بہت عرصہ سے میرا کوئی خط آپ کی خدمت میں نہیں پہنچا۔ اس خبر سے مجھے بھی پریشانی ہوئی۔ لہذا میں نے ایک تار فوراً آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جو وصول ہوا ہو گا۔ میرا امتحان ختم ہو گیا لیکن اس دفعہ ایک پرچہ میرا بہت خراب ہو گیا ہے۔ کامیابی کی امید کم ہے۔ یہاں کیسبرج میں پھر شریک ہو گیا ہوں۔ آپ کا والا نامہ وصول ہونے پر میں نے یہاں کے پروفیسر سے رائے لی تھی۔ انھوں نے کہا کہ کامیابی کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔ اون کا خط آئندہ ڈاک سے روانہ کر دیں گا۔ اگر اس دفعہ پیرسٹری کے فائنیل امتحان میں پاس ہوا تو دسمبر ۱۹۵۷ء میں پھر شریک ہوں گا۔ امتحان ۱۵ اور ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء میں ہو گا۔ کیسبرج کا امتحان جن سالہاء کے اوائل میں ہو گا۔ کامیابی کی قوی امید مجھے بھی ہے۔

پیرسٹری کے امتحان میں مجھے ایک پرچہ کے خراب ہو جانے کا بڑا افسوس ہے گو میں کچھ عرصہ تک علیل رہ چکا تھا۔ لیکن اس پرچہ کی خرابی علالت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ سوالات ایسے بے ربط اور غیر متعلق تھے کہ بہت لوگ شاک میں تھے۔ میرا پاس ہو جانا گزشتہ امتحان میں ممکن ہے۔ لیکن زیادہ امید کامیابی کی نہیں ہے۔ غالباً پاس نہیں ہوں گا۔ اگر فیل ہوا تو دسمبر میں پھر شریک ہونا پڑے گا۔

(۳۳) میں حسب وعدہ اپنے کوچ خطبہ ترجمہ کے روانہ کرتا ہوں۔ کلچ کے (مجموعہ ۱) (یعنی نگران کار) نے بھی مجھے شریک امتحان ہر ایل دیل۔ بی جی حاصل کرنے کا

مشورہ دیا تھا۔

میں نے جس خط میں اپنے کمبرج اگر قانون پڑھنے کے واسطے اپنی کوبیت مشورہ کیا تھا۔ اس کے جواب کا ترجمہ یہ ہے۔

”تمہاری مدد کے واسطے جو کچھ میں کر سکتا ہوں۔ اس کے کرنے میں مجھے نہایت مسرت ہوگی۔“

ابتداءً تعلیم سے قبل جبکہ میں کمبرج میں تھا تو مسٹر ایڈوٹس (Mr. Edw. Adwott) (یہ وہ مسٹر ایڈوٹس) میں (۱۸۷۵ء) یعنی نگران تعلیم (پس) سے تمہارے تعلق گفتگو کرنا تھا۔ تمہاری قابلیت کی نسبت انکی رائے بھی ایسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ میری میری ہے۔ مجھے دل سے یقین ہے کہ تم قانون کا امتحان ٹراپٹوس (۱۸۷۵ء) (ایساں اوز کے امتحان کو) (۱۸۷۵ء) کہتے ہیں اسکا مختصر (۱۸۷۵ء) پاس کرنے کی قابلیت رکھتے ہو اور اس میں اچھا درجہ حاصل کرنے کی قابلیت رکھتے ہو۔ لیکن بائیں ہمہ میرے نزدیک تمہیں پورے طور پر (۱۸۷۵ء) غور کرنا چاہیے قبل اسکے کہ تم قطعی طور پر ڈگری حاصل کرنے کے واسطے فیصلہ کر لو (۱۸۷۵ء) اس امر پر کہ کس نیت سے تم کام کرتے ہو۔ اگر تمہاری نگاہ میں قانون ایسی ہی مکروہ چیز ہو جیسا تم اسے سال گذشتہ خیال کرتے تھے۔ تب میرے نزدیک تمہارا یہاں آنا غلط معلوم ہوگا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ تعلیم تمہاری عقل کی تعلیم کی ایک اچھی تکمیل ہوگی۔ مگر تم قانون کی نسبت اپنی ناپسندیدگی پر غالب آسکے تو گو مجھے تمہارے ساتھ ملی ہمدردی ہے۔ کیونکہ قانون ان لوگوں کو جن کا مزاج علم و صنعت پسند ہوتا ہے آفت معلوم ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بغور اپنے کمبرج آنے کے میرے مکان پر (۱۸۷۵ء) (۱۸۷۵ء) آؤ تاکہ میں تم سے مفصل گفتگو کر سکوں۔ نص

(۱۸۷۵ء) میں دن رات امتحان کی تیاری میں مصروف ہوں۔ میں نے صرف ایک

کو یہاں کے ایک پروفیسر (Mr. Walker) کو دکھایا۔ اس میں مترجم صاحب نے اپنی طرف سے کچیزیا تکیاں کردی ہیں۔ اور اکثر مقامات پر مطلب غلط ہو گیا ہے۔ بلاخر جہنمت سے میں بچنا چاہتا تھا وہی پیش آئی۔ یعنی اہلی اردو کے چار پانچ صفحات کا ترجمہ مجھے سننے کے بعد (Mr. Walker) نے کہا کہ تم طر فخطی ترجمہ اصلی کتاب کا کرو۔ پھر میں اسے صحیح کر دوں گا۔ اس ترجمہ میں غلطیوں کے علاوہ مترجم کی جانب سے ایسی زیادتیاں ہوئی ہیں کہ بیشتر مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ میں دسمبر کی تعطیل میں اس کا ترجمہ کر کے اور صحیح کرا کے روانہ کر دوں گا۔ یہاں اگر آپ فرمادیں تو اپنے صرف سے چھپوایا جاوے۔ کوئی (معاذ اللہ) اس وجہ سے نہیں چلیا کتا کما دے نفع کی امید نہیں۔

میں نے اخبار میں دیکھا تھا کہ مولوی عزیز مرزا ظفر علی خان۔ عبدالحکیم شرمادہ ایک صاحب حیدر آباد سے معزول کر دیئے گئے۔ وجہ کوئی نہیں معلوم ہوئی۔ انہیں معلوم ہے خبر کہاں تک درست ہے۔

(۳۵) پرسوں نتیجہ امتحان شائع ہوا۔ اور میں بیرسٹری کے فائینل امتحان میں پاس ہو گیا۔ الحمد للہ کہ اس عذاب سے توجات ملی۔ اب صرف کیمبرج کا ایک امتحان باقی ہے۔ انشاء اللہ میں بھی آپ کی دعا سے کامیابی ہوگی۔ میں ہمہ تن مصروف ہونا علیحدہ الفاظ میں یہاں کے اخبار موسومہ (The Pioneer) کا وہ حصہ جس میں نام شائع ہوا ہے۔ ارسال خدمت کرتا ہوں۔

(۳۶) پرسوں میں ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۰۷ء کو کال ہو چکا ہوں۔ میرا کل سر روبرٹ فیملر (Mr. Robert Fowler) نے جوائنڈہ لورڈ چانسلر ہونیوالے میں (۲۷-۱۹۰۷) روکھا ہوا۔ اور کیمبرج سے میرے ٹیڈ نے مجھے بہت اچھا سلوک دکھایا ہے۔ جب کاغذ آپ کی خدمت میں آئندہ ڈاک سے روانہ کرتا ہوں

اس وقت میں کال کے واسطے لندن آیا تھا۔ آج واپس کیمبرج جاتا ہوں۔ امتحان کی تیاری میں بہت تن مصروف ہوں۔ تیاری کچھ اطمینان کے قابل نہیں معلوم ہوتی۔

(۳۷) میرا امتحان ختم ہو گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ میں پاس ہونے کی امید نہیں کر سکتا۔ دو پرچہ بہت خراب ہو گئے۔ گو پاس ہونا ناممکن نہیں ہے لیکن اغلب یہ ہے کہ ناکافی ہی ہو۔ بہر صورت ہفتہ بھر کے بعد نتیجہ دریافت ہو جاوے گا۔ مجھے نہایت افسوس ہے۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ واپسی کے متعلق نتیجہ دریافت ہونے کے بعد لکھو لگا۔ اگر پاس ہو گیا تو طوفان کے ایام ٹھل جانے کا انتظار چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ ایم۔ اے کے واسطے درخواست دی ہے جواب کا منتظر ہوں۔

(۳۸) افسوس کہ میں امتحان ایل۔ ایل۔ بی میں فیل ہو گیا۔ یہ نہایت افسوس کی بات معلوم ہوتی ہے کہ دو۔ مال کی محنت کے بعد بلا ڈگری حاصل کئے ہی چلا جاؤں۔ پس یہ ذیل کی صورتیں ممکن ہیں۔ ان میں سے جو کچھ آپ پسند فرماویں یا اون کے علاوہ جو کچھ آپ کے نزدیک مناسب ہو اس پر عمل کروں۔

(۱) یہاں اکتوبر تک قیام ہے میں فوراً ہندوستان روانہ ہو جاؤں۔ اکتوبر تک ٹھل جو کچھ آپ فرماویں وہ کروں۔ اکتوبر میں واپس آکر جون میں ڈگری حاصل کروں۔ مصداق آمد و رفت بمقابلہ یہاں قیام کرنے کے کم ہی ہوں گے۔ اس عرصہ میں اگر ملازمت ملتی ممکن ہو تو ملازمت سے رخصت لے کر واپس آ جاؤں۔

(۲) بیرسٹری کا سارٹیفکیٹ آپ کی خدمت میں وصول ہو چکا ہو گا۔ آپ اس کے ذریعہ سے ملازمت کی کوشش فرمائیں میں یہاں عدالت میں بیرسٹری کا کام سیکھوں اگر ضرورت ہو تو واپس ہندوستان حسب طلب آپ کے معائنہ ہو سکتا ہوں۔ مددہ بعد امتحان (۳) ہندوستان ہی میں تیاری امتحان ایل۔ ایل۔ بی کی کروں۔ کیونکہ لب کیمبرج میں

دھنا میرے واسطے ضروری نہیں ہے۔ اور سٹی میں انگلستان اگر امتحان میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ ہندوستان میں کوپ کے دو میسر نہ آنے کی وجہ اور نیز دیگر امور غانہ داری کی پریشانیوں کی وجہ سے کام میں خلل واقع ہو گا۔ بہر صورت جو کچھ آپ کا ارشاد ہوا پس عمل کروں۔

(۳۹) میں اپنے سارٹیفکٹ وغیرہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ میری روٹنگی اور آخر اکتوبر سے قبل مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ اکتوبر کے ٹرم میں مجھے ایلم لے۔ کی ڈگری حاصل ہو جاوے۔ قاعدہ یہ ہے کہ (M.A. & B.A.) کی تاریخ سے ۶ سال کے بعد ایلم۔ اسے کی ڈگری ملتی ہے۔ میرا (M.A. & B.A.) سلسلہ میں ہوا۔ لیکن خاص رعایت کی صورت میں کم سے کم گیارہ ٹرم پورے ہو چکے لازمی ہیں۔ گزشتہ جن میں میں نے گیارہ ٹرم پورے کر لئے۔ لیکن امتحان کا نتیجہ بد قسمتی سے ایسا خراب ہو گیا۔ کہ اس نے رعایت کا مستحق نہ رکھا۔ میں نے اب پھر اکتوبر کے واسطے درخواست کی ہے۔ ممکن ہے منظور ہو جاوے۔ ممکن ہے نہ منظور ہو۔ بہر صورت غالباً آئندہ ہفتہ میں مجھے جواب وصول ہو جاوے گا۔

میں اس عرصہ میں برابر قانون کا کام کرتا رہا ہوں۔ کیمبرج سے واپس آتے ہی میں نے یہاں کی عدالتوں میں جانا شروع کر دیا ہے۔ اس سے تھوڑا بہت تجربہ قانون کا حاصل کر لیا ہے۔

آپ کی رائے اور مصلحت ہر حال میں مقدم ہے۔ لیکن مجھے نہایت شرم آتی ہے کہ ناظر الدین حسن فرزند نظام الدین جن جو بچا رہے ایک دفعہ ایل۔ ایل۔ بی میں۔ اور ایک دفعہ ایل۔ ایل۔ ڈی میں فیل ہو چکے ہیں۔ وہ بلاآخر۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پاس کر کے جاوے ہیں۔ میں یونہی واپس ہوں۔ میری محنت کی کیفیت آپ کو خط منسلک سے دریافت ہو گی۔ کلج میں سب کی رائے میری نسبت اچھی ہے۔ اور امید ہے کہ کلج میں تعطیل ختم ہونے کے بعد

مجھے بھی سٹائٹیکٹ بھی مل جاویں گے۔ بہر صورت اگر کسی طرح آپ اس امر کو مناسب سمجھیں تو میں یہاں لندن کے کسی سیرسٹر کے جو نیز کی حیثیت سے لندن میں کام شروع کر دوں۔ اور ساتھ کیمبرج کی تیاری کرتا رہوں۔ آئندہ جون میں ایل۔ ایل۔ بی پاس لے گا۔ انٹار انٹو اور کاکم بی بی اچھلے تجربہ ہو جاوے گا۔ ورنہ اکتوبر میں سٹائٹیکٹ وغیرہ حاصل کر کے روانہ ہو جاؤں گا۔ شروع اکتوبر سے ستمبر کا تلام شروع ہو جاتا ہے تاہم ستمبر کا تلام کوئی ایسی فرمائش چیز نہیں ہے۔

(۴۰) مجھے کیمبرج سے اس وقت تک کوئی جواب نہیں ملا۔ غالباً ٹیوٹر اپنی تعطیلاتوں سے واپس کیمبرج نہیں آئے۔ میں کل کیمبرج روانہ ہوتا ہوں۔ تاکہ وہاں سے ضروری سٹائٹیکٹ وغیرہ حاصل کروں۔ اور اپنی کتابیں وغیرہ ہندوستان روانہ کر دوں۔ نیز ایم۔ اے کی ڈگری سے متعلق جواب حاصل کروں۔ مجھے کو ایل۔ ایل۔ بی۔ اور ایل۔ ایل۔ ڈی کرنے کے واسطے پھر ایک دفعہ ولایت آنا پڑے گا۔ کیونکہ اور لوگ جو یہاں سے یہ ڈگریاں لے گئے ہیں۔ وہ اپنی نگاہ میں میری اتنی وقت نہیں خیال کر سکیے۔ تا وقتیکہ میں بھی یہ ڈگریاں نہ لے لوں۔ یہاں میں نے ایل۔ ایل۔ ڈی کی یہ شرط کہ انگلستان میں کم از کم پانچ سال قیام ہو۔ قریب قریب ختم کر دی ہے۔ اس امر کی تحقیق کر رہا ہوں کہ یہ قیام بالانضال ہونا تو ضروری نہیں ہے۔ اور اگر بیچ میں وقفہ ہو تو اور کچھ مضائقہ ہے یا نہیں۔ اس وقت اگر آپ کی رائے فری واپس کی ہے تو میں حتی الوسع اکتوبر کے آخر میں بصورت ایم۔ اے کی منظوری کے نو مہینوں روانہ ہو جاتا ہوں۔

(۴۱) ایک عرصہ سے عرضیہ لکھنے سے قاصر رہا۔ وجہ یہ تھی کہ مجھے کیمبرج سے اس وقت تک ایم۔ اے کے متعلق کوئی قطعی جواب نہیں وصول ہوا۔ غالباً انہیں پینسٹی کی کاپی کے بلبے سے قبل کوئی فیصلہ نہیں معلوم ہو سکتا ہو گا۔ میں خود کیمبرج گیا تھا۔ نہائی کے ہیں۔ تاہم کہ نہیں بتایا گیا کہ تہائی دفعہ استراحت (انٹرن) ہو سکتی ہے۔

کے جلسہ میں شرکت کیجاوے گی۔ اور حق الوسخ جلدافان کے فیصلہ سے تمہیں مطلع کیا جائیگا۔
 لہذا میں خود نہیں جانتا کہ فیصلہ سینٹ کا کیا ہوگا۔ ۱۸۔ ماہ محل کو ایم پلیس کی ڈگری
 اگر میری درخواست منظور ہوگئی تو وصول ہو جاوے گی۔ دینا انکاری جواب اس سے
 قبل مل جاوے گا۔ علاوہ ازیں ایک بیرسٹر کا سارٹیفکٹ تو آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا
 دوسری کا سارٹیفکٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کیمبرج سے سارٹیفکٹ حاصل
 کرنے کے واسطے لکھ چکا ہوں۔ بعض وصول ہوگئی ہیں بعض قریب تر آ جاوے گی۔

(۴۲) میں یہاں سے ۶ جنوری یعنی آئندہ جمعہ کو روانہ ہوں گا۔ میرا ہمارا ہجوزی
 کو بھی پہنچے گا۔ آپ اگر ممکن ہو تو نعمت اللہ خاں کو ۲۶ جنوری کو بمبئی روانہ فرما دیں
 اللہ کچھ محوڑا سنا دے پیہ ادن کے ہمدست روانہ فرما دیں۔ تاکہ میں چند تحفے بمبئی سے خرید
 سکوں۔ میں نے یہاں کپڑے اس غرض سے بڑھائے ہیں کہ ہندوستان میں ممکن نہیں
 کہ جدید فیشن کے عمدہ کپڑے بن سکیں۔

یہاں کے کتب فروشوں نے میری کتابیں بلا ادائے کرایہ آپ کی خدمت میں
 روانہ کر دیں۔ مجھے اسکی اطلاع صرف اسوقت ہوئی ہے۔ جبکہ میرے پاس حساب کا
 بل آیا مجھے نہایت ناسوس ہوچکی تھی کی وجہ سے میں براہ پیرس سٹون کا قصد فتویٰ کر دیا۔
 جو خطر مرحوم نے اپنی بعض اعزہ کرکھے ہی انہیں سے بعض سب ذیل ہیں:-

(۱۹) نمبر ۱۰ والا نامہ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۸۷۸ء وصول ہوا۔ عزت بلا اندازہ
 بخشی۔ ادیس دو امر خصوصاً جواب طلب معلوم ہوتے ہیں:-

(۱) ضرورت کس امر کی ہے۔

(۲) طریقہ حصول کیا اختیار کیا جاوے۔

میں ان کا تسلی بخش جواب دینے کے واسطے اسوقت تک بالکل تیار نہیں ہوں۔ میرے
 نزدیک یہ دو امور فیصلہ طلب نہ صرف میرے ادس کے خیال میں ہیں۔ بلکہ فی زمانہ ہر ایک

ذی فہم مسلمان۔ بلکہ ہر ایک ذی عقل ہندوستانی کی عقل و قوت اختراع کا اتحان کر رہی ہیں
میں اس عریضہ میں ان مسائل سے صرف اس حد تک بحث کر دینگے جتنا تک
میرے اور میرے نو عمر عزیزوں کی ضرورتیں ان سے متعلق ہیں۔

میری ضرورت کے واسطے امور ضروری اقسام ذیل پر منقسم ہو سکتے ہیں۔
الف) امور ضروری :-

(۱) اخلاق۔ (۲) تعلیم۔ (۳) طریقہ اکتساب معاش۔

(۱) اخلاق :-

لفظ اخلاق سے عموماً آداب اور کورنش اور تسلیمات کے وہ طریقہ سمجھے جاتے ہیں
جو ایک وقت میں علامت شرافت خیال کئے جاتے تھے۔ نیز اخلاق میں لحاظ و مردت
اسد وجہ شامل ہے کہ جھوٹ بولنا۔ پہانہ کرنا۔ دہوکہ دینا وغیرہ تمام باتیں بد الحالی
کے مقابلہ میں قابلِ غور خیال کئے جاتے ہیں۔ میرے اخلاق سے وہ مراد نہیں ہے جو
سابق میں لیجائی تھی۔ میرے نزدیک اخلاق کے معنی یہ ہیں۔ اول سچ بولنا بہر حال
میں۔ ہر موقع پر ہر شکل و خطرناک حالت میں۔ جس امر کی ضرورت محسوس ہو۔ یا جس
امر کا عزم کر لیا ہو۔ اسکو بغیر پورا نہ کرنا۔ خواہ اس میں تکلیف ہو۔ خواہ اس میں
محبت و شفقت مصیبت کچھ بھی پیش آوے۔ انتہا درجہ کے ہستی اور محنت و طبیعت
ثانیہ بتاتا تھا۔ مزاج میں انگسار پیدا کرنا۔ اس قسم کا مصنوعی انگسار نہیں جیسا ہم
پرانی قسم کے بعض آدمیوں میں دیکھی ہیں۔ کہ دل میں اون کے انگسار ہرگز نہیں ہوتا۔
قدم قدم پر لو نہیں یہ تمنا رہتی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ہماری عزت و تعظیم کریں اور نہ
سے کہتے ہیں کہ میں تو خاکسار ہوں۔ میں تو ناچیز ہوں۔ وغیرہ۔ آپکو اس قسم
کے ہزاروں آدمی ہندوستان میں مل سکتے ہیں۔ جو اپنے دل میں خدا کے بعد اپنا ہی
درجہ سمجھتے ہیں لیکن زبان سے اپنی خاکساری و ناچیزی و بے چارائی کا اقرار و توبہ و توبہ

ہمیشہ کرتے ہیں۔ بلکہ سچا۔ واقعی انکسلا۔ جو اپنے نفس کے صحیح اندازہ پر مبنی ہو جسے نہ تمام
 دنیا کی شناختی ذرہ بھر کم کر سکے۔ نہ تمام عالم کی ملامت ذرہ بھر بڑھا سکے۔ اس مقام پر
 یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانی قسم کے آدمیوں کا تخمینہ ممکن ہے کہ یہ خیال پیدا کرے
 کہ میں مستقدمین کو بے نگاہ حقارت دیکھتا ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میرا ولی یقین ہے
 کہ ایک وقت میں مسلمان دنیا کے واسطے اخلاق حمیدہ کا نمونہ تھے۔ اور سو وقت تک
 ہم لوگوں کا اخلاق مسترزل ہوا اور سو وقت تک ہماری فتوحات ہمارے علوم ہمارے فنون
 اور سب سے زیادہ ہمارے اخلاق اہل عالم کی اہل یورپ کی رہبری کرتے رہے۔ جو وقت
 سے اخلاق میں خرابی نیت میں فتور واقع ہوا۔ آپس میں جھگڑے لڑائیاں بڑھیں
 اسی وقت سے شان و شوکت میں فرق پیدا ہوا۔ اور بالآخر سلطنت حکومت عزت
 سب کچھ برباد ہو گیا۔ ان امور کے اسباب اندرونی و بیرونی میں بحث کرنا بہت ضروری
 نہیں معلوم ہوتا۔ اور یہاں اخلاق کے اور حالات سے بحث ہے جب آفتاب کمال
 غروب ہو چکا تھا۔ اور ہندوستان میں پرانی تہذیب کا نام ہی نام رہ گیا تھا۔ لیکن میل
 ولی یقین ہے کہ اخلاق اعلیٰ کی غربی وہ قوت ہے کہ جس کا اثر ہر انسان پر پڑتا ہے
 اور سو وقت خصوصاً اخلاق کے کمزوری نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو اقوام ہند کے
 اندازہ میں پست کر دیا ہے۔ خیر انکسار اعلیٰ اور انصاف اپنے نفس اور غیر دونوں کے
 ساتھ دس بارہ روز کا عرصہ ہوا۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایم
 سول سروس وغیرہ نے لندن کے (۱۸۷۵ء) (۱۸۷۶ء) میں ایک مضمون سنایا
 تھا جسکی سرخی یہ تھی "ہندوستان کے مسلمان" اور کی تاریخ گزشتہ حالت موجودہ۔
 اور اسید آمیندہ "اسمیں انہوں نے سابق کے مسلمان کی تاریخ سنائی تھی۔ اور موجودہ مسلمانوں
 میں سے بعض کے نام نامی لے لے تھے اور انکی تعریف کی تھی۔ آمیندہ کے واسطے بہت اچھی
 اسیدیں ظاہر کی تھیں۔ میں اس لکچر میں موجود تھا۔ لاڈل پبلی۔ سابق گورنر اس نے

جو اعتراض کیے ان میں سے بہت بڑا اعتراض یہ تھا کہ تمام مسلمان برائی تاجیک کے کلامے
 سنا کر غرض ہوتے ہیں اور اپنی سرحد وہ حالت کی خبر نہیں لیتے نیز یہ کہ موجودہ مسلمان
 (موجودہ مسلمانوں کا حال) نہیں ہیں اس کا صحیح ترجمہ کرنا تو بہت دشوار ہے
 مطلب کچھ ایسا ہے کہ "اپنے عیوب کو جاننے اور اچھی اصلاح کرنے کی کوشش نہیں
 کرتے۔ خود اپنے نفس کو اپنی صحیح حالت بتانی نہیں چاہتے۔" دو سرور کو اود خود اپنے
 نفس کو دہر کو دینا ہماری جبلت میں داخل ہو گیا ہے۔ جس ذی علم مسلمان نے سنا اس نے
 کہا کہ یہ بات بالکل درست ہے نیز لارڈ ایمپٹیل نے نظریہ دی کہ مسلمان جو میرے پاس
 آتے تھے ان سب کے یہ التجا ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو کچھ عمدہ سرکاری ملازمت میں بادیہ
 دئے جاویں۔ یہاں یورپ میں اخلاق سے جو مراد لی جاتی ہے اس کے مختصر یہ معنی ہیں کہ
 ہمیشہ جو کچھ ہو صحیح امد انصاف ہو وہ کرنا۔ اود قوت لراوی کا اس قدر زبردست ہونا کہ
 سفارش۔ رشوت اود کسی قسم کی ذاتی عرض۔ آسائش۔ عزت۔ خوشنم۔ غرض کوئی امر اس
 قسم کا اس عزم بالجزم پر غالب نہ آسکے۔ یعنی مختصر یہ سمجنا چاہیے کہ "آبادکاری بہت کم
 اود اولوالعزمی"۔ خاص کے محمد کا نام اخلاق ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر تربیت میں
 ذیل کے تین امور کا لحاظ رکھا جاوے تو باقی خوبیاں اکثر خود بخود آجاو گی۔ اور اکثر کا
 حاصل کرنا سہل ہو جاوے گا۔

(۱) سچ بولنا۔

(۲) محنت شاد اور جفاکشی کی عادت۔

(۳) کفایت شعاری۔

بہت سی ناجائز۔ اود بے جا باتیں جو ہم سے سرزد ہوتی ہیں۔ وہ یا اپنے پہلے جبرٹوں کو
 ثابت کرنے۔ اور چہاڑہ کرنے کے خیال سے ہوتی ہیں۔ یا کسی قسم کے لالچ و طمع کی وجہ سے۔
 یا مشکل اود وقت سے بچنے کی وجہ سے۔ اگر ہم بچوں کو یہ عادت ڈالیں گے وہ ہمیشہ سچ بولیں

کو کسی جھوٹ کے ثابت کرنے اور پوشیدہ رکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ اور اگر کچھ
سے بچوں کو نہایت محنت اور جفاکشی کی عادت ڈالی جاوے تو۔ وہ تمام مذاہل جو کم
ہمت۔ بزدلی۔ سہل انگاری۔ آسان پسندی۔ آسائشی کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔
اور کلام قدیم میں لکھا اور یہ مسئلہ اہل جرمی کے طریقہ تربیت نے ثابت کر دیا ہے۔ وہ ذہن
اور طباطبائی کی اچھی قدر نہیں کرتے جتنی جفاکشی اور محنت پسندی کی۔ آج ان کی قوم وہ ہو
کہ انگریزوں سے ڈرتے ہیں۔ اور حقیقت جس قدر جرمی میں نے دیکھے ایسے مضبوط اور
محنتی ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

پلچ اور طمع کا مسئلہ کفایت شعاری سے حل ہو جاوے گا۔ ایک مقتدر مقرر کے
اوس کے واسطے سچی ایمانداری اور تندہی سے محنت کرنا میسر الفش کو پاک کرتا ہے میرے
خیال میں ایسی مفید دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ آئیں فیل ہونا بھی مفید ہے۔ اور پاس
ہونا بھی مفید ہے۔ محنت کر کے دوسروں کے کمال کی کچی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے
ادب اور محبت کے سنی ہی ایسے آدمی کے نزدیک کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ انصاف اور
شفقت خود بخود آ جاتے ہیں۔ انکسار سچا اور خالص ایک حد تک پیدا ہو جاتا ہے۔
دوسرے آدمیوں کی قدر و منزلت کا صحیح میاں اسکو معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ اپنا
فرض پورا کرنا کس قدر دشوار کام ہے۔ اور اچھا وہ ہے جو اپنے فرائض منصبی گھر میں
رشتہ داروں میں۔ خدا کے سامنے۔ اور مخلوق خدا کے سامنے بحسن و خوبی پورے کرے
اور جو یہ نہیں کرتا۔ اور کرنے کی نیت نہیں رکھتا۔ کوشش نہیں کرتا۔ وہ اچھا نہیں خواہ
کپڑے اچھے پہنے۔ خواہ گورا چٹا خوبصورت ہو۔ خواہ قوی ہیکل ہو۔ خواہ بوٹ۔ سوٹ
میں چپت ہو۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

تاج بومر نہ علم بردوش
قد عمل کوش ہر چہ خواہی پوش
انسان کی اپنی نگاہ میں اپنی عزت (صحیح قسم کی) خود پیدا ہو جاتی ہے اور اگر سارا عالم اس

اچھا کہے۔ اور اپنا نفس گواہی نہ دے تو اسے بجائے خوشی کے کچھ تاسف ہی ہوتا ہے۔ اس ہی کا نتیجہ سچا انکسار ہے۔ یہ اپنا ذاتی اندازہ ہی دوسروں کے بھروسہ رکھنے کی آنکھ دیتا ہے۔ اس سے عقل کو نور قوت فیصلہ کو کھنگی مائل ہوتی ہے۔ بنفس۔ مستد۔ ریا نمود۔ نمائش۔ خود پسندی۔ تکبر۔ غرور سب یک قلم کا نور ہو جاتے ہیں۔ فرائض کا پورا کرنا کسوٹی پڑھ جاتی ہے۔ جو کہے کہ وہ اچھا۔ جو کہے کہ وہ برا۔ خواہ پادشاہ ہر خواہ فقیر خواہ غیر ہو۔ خواہ عزیز ہو۔ خواہ اپنا نفس ہو۔ خواہ نہ ہو لیکن یہ بات آپ وعظ کے ہزار بار دفنوں سے بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسکے حاصل کرنے کا طریقہ وہی ہے جو ادب پر عرض کیا گیا اس ہی کیفیت کو یہ لوگ (Readers) کہتے ہیں۔ ابتدائی مسلمانوں میں یہی بات تھی مکی وجہ سے سب ان کی عزت کرتے تھے۔ وہ صرف اس ہی کی عزت کرتے تھے جو نیک ہو۔

جب ایک کام کو فرض مان لیا تو پھر صدق دل سے اس کے پورا کرنے کی کوشش شروع کر دے۔ کوشش میں کامیاب ہوئی تو غازی۔ مرگے تو شہید۔ دونوں پہلو اچھے۔ ہر صورت میں فائدہ۔

طریقہ :-

سب سے بڑی بات اور سب سے اہم اور مفید چیز اس مقصد کے واسطے اپنی معاشرت ان اصول کے مطابق کر کے بچوں کو دکھانی ہے۔ اس سے زیادہ مفید کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی۔ اسکے بعد طرز عمل بچوں کے ساتھ ادب کے آپس کے چھکڑوں کو انصاف کے ساتھ طے کرنا۔ ادب کو اس قدر آزادی دینا کہ وہ ہر امر میں واقعہ بیان کر دینے کی جرات کر سکیں یہاں کے ماں باپ بچوں کے ساتھ اس طرح رہتے ہیں جیسے دوست۔ ملائت کبھی نہیں کرتے۔ مارنے اور سزا دینے کے خلاف تو قانون ہے لیکن اپنی معاشرت سے تربیت کرتے ہیں۔ اشد ضرورت کی صورت میں زنی اور سنجیدگی کے ساتھ

فہمائش کرتے ہیں۔ دوسرے بڑے بڑے اور عمدہ لوگوں کی سوانح عمری کے مطالعہ وغیرہ سے مدد لیتے ہیں۔ ان ذرا بعد کو استعمال ہر لگتے ہیں۔ میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ جو نتیجہ اوسط وجہ کی سختی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے بہتر نتیجہ اس معاملہ میں اوسط وجہ کی نرمی سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک لائق ہندوستانی کا قول ہے کہ ہمارے یہاں کے مرقہ عورت اور بچہ کا مجموعہ ہیں، ”یعنی ان میں عورتوں اور بچوں کے خواص جمع ہیں۔ عورتوں کے تویہ کہ انتہا درجہ کی بیجا محبت۔ نرم دلی۔ بلکہ کم ہمتی۔ جن کا تقاضا اول تویہ ہے کہ بچوں کو رحمت تکلیف گو لوانہ کرنی پڑے۔ ہر ایک کام جہاں تک ہو سکے ہم ہی کر دیں۔ حتیٰ کہ ان کے کرنے کے کام بھی اگر ہو سکیں تو ہم ہی ہر سے کر دیں۔ ان کی قیمت کا فیصلہ بھی ہم ہی کرتے ہیں۔ انہیں اس کی بھی تکلیف ہونے دیں۔ بچوں میں اس سے کم ہمتی پیدا ہوتی ہے اور وہ مراد قربت فہم و فیصلہ کی زندگی میں ہر شخص کو ضرورت پڑتی ہے۔ پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ بچوں کے خواص یہ کہ جو چیزیں بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں سب اگر ہمارے بچوں میں جمع ہو جائیں نہ تویہ دیکھنے کی کوشش و زحمت گوارا کرتے ہیں کہ خوبی کیا ہے یا کیا نہیں ہزاروں خوبیوں کے پیدا ہونے کے امکان اور بظاہر امکان پر غور کرتے ہیں۔ نتیجہ ہمیشہ معجز ہی رہتا ہے۔

بعد ازاں سوانح عمری ہے انگریزی میں لائف ریکارڈ، ہیکلے ہیں انگریزی اور آدی کی ہر اور اچھی طرح لکھے ہوئی ہر قرائت کا بہت بڑا اثر بچوں پر پڑتا ہے۔ بلکہ بڑے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ آنحضرت رسول خدا کی سوانح عمری اپنے عزیزوں میں سے کسی بڑے آدمی کی سوانح عمری۔ اس کے بعد انگریزی اور ہندی میں بڑا اثر ہے۔ آدمیوں کی سوانح عمریوں سے بچوں کو بڑھاپائی اور سنجائی بہت بخشنے والی۔ مگر دونوں زبان میں اس قسم کی کتابیں سننے اصول کے بموجب لکھی جانی چاہئیں ضروری ہیں۔ میں نے سوانح عمری شہلی کی کتابوں کو بہت غور و محنت کے ساتھ پڑھا تھا امام غزالی امام غزالی وغیرہ

کی لائیٹ لکھ کر انہوں نے قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور عالی کی حیات جامد یعنی سرسید کی لائیف بھی از بس ضروری ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ سرسید کی عالی نے ایسا عمدہ طریقہ نسخہ نگاری کہاں سے افذ کیا یہ تو انگریزی نہیں جانتے لیکن یہ کتاب طویل بہت ہو گئی ہے۔ بچوں کے واسطے چنداں مفید نہیں ہے۔

اپنے بزرگوں کی معاشرت۔ اور طرز عمل۔ بزرگان قدیم کی سوانح و اہل از بس ضروری ہیں۔ اسکے بعد ابد بہت سی قومیں ہیں جو اخلاق پر اثر ڈالنے والی ہیں ان سب کو استعمال کرنا چاہیے۔ اور ایسے واقعات پیدا کرنے چاہئیں کہ ہوتے تمام قوتوں کا اثر پر اہل پڑے۔ بخندان قوتوں کے ایک اپنے اعزہ اور ہم جنموں کی سامنے ہے۔ ہر انسان باطنیہ یہ چاہتا ہے کہ میرے ہم جنم مجھے برا نہ جانیں۔ اس کے واسطے اچھے آدمیوں سے زیادہ گہرا میل جول ہونا چاہیے۔ لیکن اصلی سوسائٹی۔ اور سوسائٹی کی۔ صرف انگلستان نہیں تمام بد پ کو سمجھائے دیتے ہے ابھی ہم لوگوں میں پچھلے نہیں ہوئی ہے۔ اور کچھ عرصہ تک یہ سید اہل نہیں سکتی۔ جو یہاں پوچھنے سے تیار ہو گئیں بچوں کی ابتدائی تعلیم و اخلاق کی محض اپنے اثر اور اپنی کوشش سے کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں نہ صرف بچے ملے ہیں۔ بلکہ موجب تحریک اخلاق ہیں۔ انہیں تعلیم اور حریت دینا انتہاء ضروری ہے۔ لیکن اس میں بھی عرصہ کی کوشش کی ضرورت ہے۔ تاہم کوشش شروع ہو جاتی چاہیے۔ عورتوں کی تعلیم سے میری طرف توجہ ہے کہ عطا بھی سے مدد نہ جا کر رہی ہے۔ ایم اے پاس کرنے لگیں۔ مگر بعض آدمی اس قسم کے بھی خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور مجھے اختلاف کی کئی مثالیں دہ نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن میں صرف اس کی تعلیم ضروری سمجھتا ہوں۔ (۱) ایچو لکھنا چڑھنا۔ حساب اس قدر کہ عالمی تمدن کا بہت۔ اور گھر کے حساب میں یہ دینی مدد کی ضرورت نہ پڑے۔

(۲) مذہب کی ضروری اطلاع - اخلاق جو کچھ مذہب سکھاتا ہے۔ نامزد وہ

ضروری فرائض و ضروری مسائل۔

(۳) گلیل انگریزی - مختصر تاریخ و جغرافیہ۔ تاکہ تاریخ و جغرافیہ کے بارے میں کچھ سیکھیں۔ خطہ کا پتہ انگریزی
 لکھ پڑھ سکیں۔ ایک تو اپنی ہستی کا علم اور انہیں ہر جا سے کہ ہم کہیں ہیں۔ دنیا کے کون سے
 میں ہیں۔ پہلے کیا ہے۔ وغیرہ۔ اور ایک یہ کہ ہمارے چچو نکا کیا کرنا ہے۔ انکی صحیح تہذیب
 کیا ہو سکتی ہے۔ بچہ اور راست پر ہیں۔ صحیح طریقہ سے کام کر رہے ہیں یا نہیں۔ اس
 غرض سے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی امتحان خواہ خانگی ہو یا کہ بیرونی ہو۔ ہر نامزد ضروری ہے۔

مسئلہ مقصد میرا یہ ہے کہ بچوں کے نیک و بد اس زمانہ کے بہت
 سمجھ سکیں۔ اور بعد میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ اب آئندہ کی نسل
 کو جو محنت میں مبتلا ہو جائے گی۔ وہ راستہ پھیلے گا۔ پھر اپنے فرائض کے
 فرض وہ ادا کرے گی۔ اور اسے اس لیے کہ ہم سے ضرور بچھڑ جائے۔ اور اپنے
 چھوٹوں کو ہمیں اپنے سے بہتر نہ بنایا تو ان کا تصور نہیں۔ ہمارا مقصد ہے۔ کہ ہم ہر
 بچے کو جنہوں نے اور قسم کی تعلیم پائی تھی اور قسم کے خیالات میں پرورش پایا تھا۔ وہ
 ہمیں ہماری ضرورتوں کو۔ ہمارے خیالات کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ معذرت ہے۔ ہمیں یہ
 باتیں سمجھنی چاہئے کہ ہمارے چھوٹے ہم سے بہتر نہ ہوں تو حق
 ہے ہماری ہمت پر اور ہماری کوشش پر۔ آپ بہت غلط فہمی کا باعث بن رہے ہیں
 والا نامہ بات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حامد مجھ جیسا ہوئے کی کوشش کرتے ہیں وغیرہ۔
 میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں تو کوئی چیز نہیں جانتا۔ حامد مجھ سے لاکھ
 درہم بہتر ہوئے۔ اور ان کی تربیت مجھ سے بہتر ہوئی۔ تعلیم مجھ سے بہتر ہوئی۔ ماشاء اللہ
 ابھی لوگوں کے سیکھنے کی عمر باقی ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ مجھ سے بہتر نہ ہوئے۔
 اور احمد انشاء اللہ ان سے بہتر ہوگا۔ یاد رکھنا کہ ان کا فرض یہ کہ وہ ہم کو اپنے سے بہتر بنائیں۔

ہر آدمی کی عمر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس وقت اسے اپنے اخلاق اور
اپنی طبیعت مختصراً اپنا نفس بہتر کرنے کا شوق دلی پیدا ہوتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ
حامد کا وہ وقت اب ہے۔ اور حالات خدا کے فضل سے بہت مریاد بہت مناسب
ہیں مجھے ایسے اچھے حالات نہ ملے تھے۔ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ حامد مجھ سے
ہزارہ جہ بہتر ہوں گے۔ میں خود حقیقت کوئی چیز نہیں۔ حامد انشاء اللہ بہت اچھو
آدمی بن جائیں گے۔ لیکن یہ آپ کو اور حامد کو دونوں صاحبوں کو واضح رہے کہ یہ وقت حامد
کی مدت العمر میں پھر کبھی نہیں آنے کا۔ اسکو انگریزی میں ایک قسم کی دھندلہ دہائی
کہتے ہیں۔ جو ایک وقت پیدا ہوتی ہے۔ اور کچھ مدت بعد گرجانی رہتی ہے۔ پھر اس
جوش و رقت کے ساتھ نہیں آتی۔ میں وقت موجود ہوا اس وقت اس سے پہلے
میں غلط فائدہ حاصل کر لوں۔ میں سمجھتا ہوں سروری الطاف حسین صاحب کے دل میں یہ
مسئلہ محتاج اب انھوں نے لکھا ہے کہ

وقت جبر تھا کام کامی گزریا اوسے جائے اب عمر بھر بیٹھے تاسف کہتے
الغرض تعلیم سلول ایسا وسیع معنوں ہے کہ تنہا اس ہی کے متعلق پر غور کر نیکی
واسطے ایک سالہ چاہیے۔

بعد ازاں۔ قوم کی محبت انسان کے انسان بنانے میں تریاق اکبر حکم
رکھتی ہے۔ لیکن یہ لکچر دل اور عقلوں سے پیدا نہیں ہوتی طرز عمل۔ معاشرت۔
اور محبت علی سے جسے آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں پیدا ہوتی ہے۔

غرض بہت بڑا اصول ہے جو تحصیل اچھے ہیں۔ یا جس قدر قوت اور عقلی
کی ضرورت انہیں ذاتی فلاح کے واسطے اہم ہے اس سے زیادہ کا وغیرہ دوسروں
کے کام اور خدمت کر کے جمع رکھنا چاہیے تاکہ ضرورت کے وقت اگر حالات مخالف
ہوں تب بھی اپنے پاس اتنا کم وغیرہ نہ ہو کہ اپنی ضرورت کی واسطے بھی کافی نہ ہو سکے

اسلام کے ایک ایک مسئلہ میں ذاتی اور قومی فوائد کوٹ کوٹ کے بھرے گئے ہیں۔
 جمل جمل زیادہ غور کرنے کا وقفہ ملتا ہے دوں دوں مجھے خوب یقین ہوتا جا تا ہے۔
 کہ اسلام سے بچا۔ اور اسلام سے اچھا دنیا میں کوئی مذہب نہیں۔ اگر کوئی بچے
 ایمان داری سے بڑا پورا سچا مسلمان ہو کر بسر کرے تو بلاشبہ محسن الدنیا
 و دین کا خزانہ، اس ہی کا حصہ ہے۔ اس تمام مع خواشی کا خلاصہ یہ ہوا
 کہ ہماری پہلی ضرورت حسن اخلاق اپنے بچوں میں پیدا کرتا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ اپنی
 معاشرت اپنی انصاف پسندی۔ و طرز عمل کو نمونہ بنایا جاوے۔ بڑے بڑے آدمیوں
 کی سوانح عمریاں پڑھ کر سنائیں اور بچوں سے پڑھوائی جاویں۔ عورتوں کی تعلیمی اور عقلی
 و اخلاقی حالت بہتر کیاوے۔ اچھے نیک خیال علم دوست لوگوں سے میل جول بڑھا
 جاوے۔ تعلقات گہرے پیدا کئے جاویں۔ اس قومی بحسن تدبیر پیدا کیا جاوے۔ اور
 آخر میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ ۱۷-۱۸ سال کے سن میں ایسی جگہ نسبت کر دیں
 جہاں لڑکے کار جہاں طبع خود ہر نہایت مفید ہے۔ لیکن ہمیشہ بشرط یہ ہونی چاہیئے۔
 کہ اگر لڑکا تالیق ہو تو نسبت سرفہ جو وہ ہندو سے بیس بائیس سال کی عمری
 تک پہلی علم اور عقل حاصل کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد تجربہ بڑھتا رہتا ہے لیکن
 آدمی میں تغیر بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ وقت شادی لڑکے کی ماں پر چھوڑنا چاہیئے
 غرض تربیت اخلاق میں ہزار اتفاقی۔ اور جنٹی جیٹی باتیں ایسی پیدا ہو سکتی ہیں کہ
 اس سب کو قلب بند کرنے کی کوشش موجب طوالت ہے۔

اس سلسلہ میں یہ اور عرض کرنا ہے کہ مجھے گالیاں بکنے۔ خفا ہونے۔ بڑبڑانے
 میں بہت بڑا نقصان دکھائی دیتا ہے۔ قطع نظر ناشائستگی کے اس سے اس خاص
 عیب کی بنیاد پڑتی ہے جسے اہل یورپ خاص طور پر ایشیائی کہتے ہیں۔ یعنی کہنا بہت
 کچھ اور کرنا بہت کم۔ قوت فاعلہ (کال لفظوں اور باتوں میں کھونا۔ یہ بات

ان لوگوں کی قابل تحسین ہے کہ شیخی۔ نمود۔ بکواس کا نام و نشان بھی نہیں منہ سے
 کہنے اور ہاتھوں سے کر دینے میں بہت ہی کم فرق ہے بلکہ ہمیشہ تو کہنا پسند ہی نہیں
 کرتے۔ جو کچھ اچھا یا برا۔ نیک یا بد کرنا ہو وہ کر دیتے ہیں۔ لاکھ کہہ بیٹے حتیٰ یہ ہے
 کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارے غیر میں کابلی اور سی موجود ہے۔
 زبان میں۔ خادرات میں۔ رسمیات میں۔ اخلاق میں خفگی میں۔ تعریف میں۔ سوسائٹی
 میں۔ جہاں آپ دیکھیں گے وہاں اس کم بخت عیب کا پتہ موجود ہے اور اس بات سے
 بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اخلاقاً انگریز ہم سے زیادہ مسلمان ہیں۔ مسلمان وہ جو مسلمانوں کے
 کام کرے۔ جو مسلمانوں کے اخلاق رکھے۔ خلیا گلے کھائے۔ اور ڈاڑھی بڑھانے سے تو
 کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ راستبازی۔ ایقانے وعدہ۔ ہمت اولوالعزمی۔ ہر بات میں
 سچائی۔ اگر ہمدردی ہے تو سچی۔ دوستی ہے تو دلی۔ غصہ ہے تو سچا۔ دشمنی ہے تو سچی۔ غرض
 ذاتی اخلاق میں ان کے شرفا ہم سے لاکھ درجہ زیادہ شریف ہیں۔ مجھے اچھی انگریزوں سے
 ملنے ہوتے شرم آتی ہے۔ قصہ ہمارے انزبیت کا ہے۔ یہاں مسجد ٹاچر اعلیٰ درجہ کے
 فاضل کی تصنیف پڑھتا ہوں بڑا جوت ہے۔ اور پھر سوسائٹی کا اثر دیکھ کر ہر سالگاہ پہلے
 یہاں بچے اونے درجہ کے آدمیوں کے اونے تصانیف سے قوت عقل و فہم حاصل
 کرتا ہے۔ یعنی گل بگاولی۔ چھانڈویش۔ طوفان کمانی۔ فسانہ عجائب و دواویں علیٰ ہذا تقیاً
 بھلا پھر ہم تباہ اور برباد ہوں تو کون ہو۔ ہم محکوم نہ رہیں تو کیا انگریز محکوم رہیں سلطان
 بدنام نہوں تو کون بدنام ہو۔ اگر ہم میں اور کوئی کمال نہ ہو۔ لیکن ہم سب مسلمان کس
 طرح سے بن جاویں۔ اخلاق حمیدہ میں اغوش ممالکی۔ ایسا نداری میں ترجمے یقین ہے
 کہ ہر قوم میں ہماری عزت ہو۔ اور ہم میں سے ایک بھی بھوکا نہ رہے لیکن مسلمانوں
 کتاب و مسلمان دگر وہ نہ اسلام سمجھنے والے نہ اوپر عمل کرنے والے نظر آتے ہیں۔ بلکہ
 اور فقرائے جنہیں اندوہ نہ سوانچ پیشوائی پہنچی تھی۔ یہی سہی ادب ہی لٹیا ڈھری۔ کچھ مہتر

کہ مولوی احمد الدین دہلی کے داعظ عربی میں وعظ کہتے اور روٹیاں کھا۔ تہ نفع۔ مہلی ہندو بنانے اور چلاسنے کی علت میں پانچ سال کی تید کاٹ کر شاہ باب مجیسے ہوں گے۔ اور ایسی ہزار ہا مثالیں اور موجود ہیں۔ غیر اخلاق کے بعد دوسری ضرورت ہے تعلیم۔

(۲) تعلیم

موجودہ حالات میں ادنیٰ رائے میں دوز بانیں سیکھنی ضروری ہیں۔ اول عربی۔ جو ہمارے مذہبی زبان ہے۔ جس زبان میں کلام خدا ہے اور ہمارے قدیم علوم ہیں۔ دوسرے انگریزی جو اس وقت سلطنت کی زبان ہے جس کے جاننے اور نہ جاننے پر دنیاوی اسیدوں کا عدم و حصول موقوف ہے لیکن قدیم طریقہ تعلیم اب بوسیدہ ہو گیا ہے اس سے مفید تر طریقہ تعلیم انگریزوں سے۔ اور خصوصاً اہل جوہن نے دریافت کئے ہیں۔ اور ان سے قلمبیاں ترتیب کر رہے ہیں۔

میرے نزدیک علم اس سے کہ موجودہ پرنسپل سٹیٹس ہندوستان میں تقاضاں ہوں یا ہوں۔ انہیں ڈگری لینے پسند اور ناپسندیدگی بات نہیں رہی ہے بلکہ ضروری اصلاح دی ہوئی ہے۔ اور ہمیں ذرا بہرہ نیک و شبہ کی تجاویز نہیں کہ گھر پر دسواں حصہ بھی ایسا اچھا انتظام تعلیم نہیں ہو سکتا۔ جیسا عمدہ مدارس میں ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ اگر آپ گھر پر بھی لائیت اور ستارہ کھیں تو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ (۱) لائین اور ستارے اندرون میں نقصان پہنچے گا (۲) پانچ روپیہ مہینہ کا دستار کھانا ایسا ہی ہے کہ "دعا دوم و دوم سر خریدم" مڈل تک بچہ کو لائین اور ستارہ کی حفاظت میں چلنے دینا چاہیے۔ اور پھر اپنی معلومات۔ اور ستارہ کے مشورہ۔ اور بچہ کے میلان طبع سے اندازہ کر کے یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ اسے کیا پائیں۔ ڈاکٹر یا انجینئر یا تاجر یا سول یا اسول سرورس میں کاسیائی کی امید ہو سکتی ہے یا نہیں مگر مڈل سے آگے مریضہ قرار پادے اس کے بموجب مفید مضامین انتخاب کر کر پڑھوانے چاہئیں۔ آپ کے بلا ترو

و تشویش بچہ خود بخود امتحان پاس کرتا رہے گا بلکہ اگر استاد قابل ہو۔ اور آپ کا شوق و توجہ شامل حال ہوں تو بالکل ممکن ہے کہ بچہ یونیورسٹی میں داخل پاس ہو کر نام پیدا کرے جیسے حادثے کیلئے اسی طرح ایم۔ اے تک پہنچ سکتا ہے۔ یعنی اگر بلا تردد و تشدد پانچ سال کی عمر میں بچہ کو مدرسہ داخل کیا جاوے تو بیس سال کی عمر میں ایم۔ اے سہجیتا ہے۔ عربی خوب لکھنے بولنے سیکھ جاوے گا۔ انگریزی خوب لکھ بول سکے گا۔ اور بجا ط سن اور قابلیت کے جو فن آپ سکھوانا چاہیں اس کے سیکھنے کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھے گا۔ لیکن اگر آپ اپنی امتیاط کریں۔ اور میں اس طریقہ کو مزعج سمجھتا ہوں تو ایک اچھا ہوشیار استاد نوکر رکھیں۔ چار سال کی عمر کے بعد بچہ اس کے حوالہ کریں۔ وہ تین سال گھر پر پڑھا کر اسے پانچویں جماعت مدرسہ میں پاس کرا دیگا۔ اور پھر برابر دو دینا رہے گا۔ تو اس حساب سے بچہ ۱۰ سال کی عمر میں چھٹی جماعت میں ہو جاوے گا۔ اور بجائے بیس کے اٹھارہ سال کے سن میں ایم۔ اے بن سکے گا۔ اور آپ کو کسی بڑی تکلیف و تردد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ کے دیکھنے کے یہ کام ہیں۔

(۱) انتخاب استاد۔

(۲) انتخاب مدرسہ

(۳) نگہداشت اخلاق۔

میں مدرسہ میں داخل کرنا ہوا اس ہی مدرسہ کا وہ استاد نوکر رکھے جو پانچویں جماعت کو پڑھا تا ہو۔ تنخواہ غالباً ۲۰ روپے سے ۳۰ روپے تک لے گا۔ مدرسہ دہلی میں گورنمنٹ سکول۔ پائسن سکول (مشن سکول) میں ہمیشہ انجیل پڑھائی جاتی ہے (لیکن میں نے ان تمام امور پر غور کے بعد ڈنک اور اتالیق مقرر کرنے اور علی گڑھ میں تعلیم دلانے کی صلاح دی تھی۔ مدرسہ میں عموماً ہر قسم کے بچوں میں مل کر بچہ کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ گھروں میں ماؤں کا اثر نہایت خراب پڑتا ہے۔ جو وقت بچہ پوٹا ہوتا ہے اور نیز خاصی بڑی عمر

تک تو یہ کہتا ہے کہ کہیں بچہ کی زندگی پر کوئی صدمہ نہ ہو سچے۔ اور اس خیال سے
 بچہ کو بیاہ کر دیا جاتا ہے وہ بچہ کو خراب کرتا ہے۔ تدبیر اس امر میں وہ کام میں لائی جاتی
 ہے جو باوجود بچہ کو خراب نہیں رکھتی۔ یا مضر ہوتی ہے۔ مثلاً تنویر گنڈے۔ قتیلہ وغیرہ۔ کھانا
 بہت سا کھلا دینا۔ حکمت اور حفظان صحت کے اصول نہ جانیں نہ برتیں۔ خیر جب اس
 سیرچی کو طے کر لیا تو مفارقت گوارا نہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔ اگر وہ تعلیم کو جانیں
 اور اسکی ضرورت اور فائدہ کو سمجھیں تو بنظر ادب تمام مفاد کے بچوں کی تعلیمی و نجوشی کو راز
 کر لیں۔ لیکن اس کا علم تو انہیں ہوتا نہیں۔ تو بچہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ بچہ کی مفارقت یا اس
 شاق نہ کر دے۔ اچھا اس سے قطع نظر اگر بچہ نے ایک دوا امتحان پاس کر لی تو پھر وہ
 جانتی ہیں کہ بچہ اس کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ اب کبھی امر معاون کی ضرورت نہیں ہے ضرورت
 سے زیادہ ادنیٰ عزت و تعریف اور سے کبھی و کبھی غیل کر دیتی ہے۔ ورنہ اخلاق تو خراب
 ہی کر کے رہتی ہے۔ ہرگز باپ کوئی تدبیر بچہ کی درستی اخلاق یا تعلیم کے نہیں کر سکتا۔
 ارسوقت تک کہ یا تو ماں بھی ہم خیال اور معاون ہو یا ماں کا قدم در میان نہ ہو مجھے
 حامد کے خطوط سے اور ان کا شوق اور میلان دلی تحصیل علم کی طرف معلوم ہو کر خوشی ہوتی
 ہے۔ اور میاں غلام تفسی کی تحریروں سے لا بردائی۔ اور بے توجہی کے آثار دیکھ کر افسوس
 ہوتا ہے۔ گو تحریر میں سست و دونوں صاحب ہیں۔ حامد کو خاندان کی محبت اور آپکی
 شفقت و امداد تندی پر مایل کرتے ہیں۔ اور غلام مرتضیٰ کو چوٹی خالہ صاحب کی سنجش اور
 ماں صاحب قبلہ کی بدمزگی شاید کسی قدر کم ادا دتی پر مایل کرتے ہوں۔ تاہم مجھ سے بجا
 تعریف کی توقع کبھی دونوں صاحبوں کی غلطی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بے موقع غرض پہنچنے
 اور بے ضرورت تعریف کرنے والے چوٹے اور بڑے دل بڑھانے کے واسطے بہت کافی
 ہیں۔ میرا فرض یہ ہے کہ ادنیٰ اصلی حالت کی نبض پر ہاتھ رکھوں۔ اور جو کچھ واقعی مفید
 ہو وہ کر دوں۔

اگر اسوقت احمد علی کا خلائاکاں ہی کے پاس رہنا مفید ہے تو آپ ضرور کریں کہ ماسٹر ذاکر حسین یا ان کے چوٹے بھائی ماسٹر عباس حسین کو نوکر رکھ لیں یا کسی اور تجربہ کار استاد کو۔ اور انہیں یہ تاکید کریں کہ اسکے پانچویں جماعت کے امتحان کے واسطے تیار کریں۔ اور امتحان پاس کرا دیں۔ لیکن پھر اسے وہی ہی رکھنا ہو گا۔ میں احمد علی کا آپ کے پاس نہ رہنا باعتبار تجددِ اشتِ اخلاق مضر سمجھتا ہوں لیکن لحاظِ تعلیم مجھے نہیں معلوم کہ ٹونک میں کوئی معقول انتظام ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو پھر ٹونک ان میں رہنا مفید ہے۔ علاوہ احمد علی کے صفدری بگم کی تربیت اور سلیقہ خانہ داری سکھانے کے ہمراہ تعلیم کا خیال بھی رکھنا از بس ضروری ہے۔ میری جو کچھ رائے ہے میں اوبر عرض کر چکا ہوں۔ اور آئندہ آپ خود ہر امر کو مجھ سے بدرجہا میسر سمجھتے ہیں۔ حقیقت آپ کے سامنے ان امور پر گفتگو کرنی ایک قسم کی گستاخی ہے۔ ایک طرف سے یہ لیکن بمقتضائے شوق بے اختیار بے باتیں قلم سے نکلی چلی آتی ہیں اور بات میں سے بات پیدا ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ خط اس قدر طویل ہو گیا کہ جس وقت لکھنے بیٹھا تھا اسوقت یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ اس قدر طویل خط لکھوں گا۔ لیکن امید کرتا ہوں کہ آپ بزرگ میں جہاں اور بہت سے قصوروں سے چشم پوشی فرماتے ہیں یہ قصوبھی معاف فرمادیں گے۔ بہت سی باتیں جو گزارش کر کے کوئی چاہتا ہے قلم اوراد کر چکا ہوں مجھے بچوں کی پرورش کرنے کا موقع نہیں ملا لیکن نوکروں اور خصوصاً چوکروں چوکروں کی تربیت کا موقع ہوا ہے۔ اسوقت مجھے صرف یہی ایک اصول معلوم تھا کہ ہر قصور کا ہونا سزا ہے اور ہر خوبی کا خفی ہونا انعام کے ذریعہ ان کے دل پر نقش کر دینا چاہیئے اور اس ہی اصول پر میں ہمیشہ عمل کرتا رہا۔ غریب بچوں پر بہت سختی کی۔ اور کجا مفید اثر بہت میں ظاہر ہوا۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثر اس سے بہتر نہیں سختی کے بجائے حاصل نہیں کھاتا تھا۔ میری حماقت اور نادانی سراسر سختی۔ خدا معاف کرے۔

میں تانبرگ نانی صاحبہ کا ہزار درجہ مشکور ہو گیا۔ اونکی لیاقت اور اونکی تربیت کے معنی اثر مجھے اب محسوس ہوتے ہیں۔ ایسی لائق بیبیاں ہی بہت کم ہونگی۔
تعلیم سے متعلق مختصر گزارش یہ ہو کہ احمد علی کو پانچویں جماعت کے واسطے گھروہ استاد رکھ کر تیار کیا دوائے۔ چاہئے دہلی میں یا کہیں اور۔ پھر بعد میں تدریس ہوتی رہے گی۔
اس عرصہ میں شاید میں بھی ہندوستان پہنچ جاؤں۔

تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ ذریعہ اکتساب معاش کا مسئلہ ہے اس میں سب سے بہتر تو میں سول سروس۔ یا میڈیکل سروس کو سمجھتا ہوں۔ اگر بچہ کی لیاقت ذہن اور جفاکشی سے قوی امید کامیابی کی ہوتی تو اگر اس میں چند سال کے واسطے ولایت بھیجنا۔ اور کافی مدد پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بالکل ممکن ہے کہ احمد علی کو ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد سول سروس کے واسطے بھیج دیا جاوے۔ یا میڈیکل سروس کے واسطے دہلی کے ڈاکٹری کی ڈگری لے کر بھیج دیا جاوے۔ اور مصارف میں خدا کے فضل سے آپ کو ہر قسم کی توفیق ہے۔ لیکن بصورت ضرورت ہم لوگوں میں سے اون کا جو استطاعت رکھتے ہوں۔ مدد کرنا فرض ہے۔ اسکے بعد انجینیئری۔ معدنیات کا کام۔ دونوں ایسے ہیں کہ ابھی سچا نش برس تک دنیا کے ہر حصہ میں ان کی ضرورت۔ بلکہ شدید ضرورت باقی رہیگی۔ اگر کوئی سچے برجہ ذہن۔ یا حالات تعلیم سابق کے ان چیزوں کے واسطے مناسب نہ ہو تو پھر بیرسٹری۔ اور سوداگری ہیں۔ اگر زیادہ مقدمہ بازی سے طبیعت کو مناسبت ہے تو دکانالت یا بیرسٹری۔ ورنہ سوداگری بصورت اول ضرورت یہ ہے کہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد۔ دوطریقہ ہیں۔ اول اوسپنل قریہ ہے کہ ہندوستان کے کسی تجارتی کمپنی کے میاں کا راز موز کر دیا جاوے۔ ہندوستان میں تلاش سے ایسی کمپنیاں مل سکتی ہیں۔ ورنہ بیروت کی تجارت کے مدرسہ میں جہاں مولوی سید علی بلگرامی نے اپنے مہاجرین کو بھیجا ہے۔ وہاں بھیج دیا جاوے۔ دہلی کے مصارف بھی بہت کم ہیں۔ اور تعلیم تربیت اعلیٰ

درجہ کی ہے۔ بعد کار آموزی۔ یا بعد تعلیم اصول تجارت کسی کمپنی کا حصہ دار مقرر کر دینا چاہیے تجارت سیکھنا ہی ہوتا رہے گا۔ اور نا تجربہ کاری کی وجہ سے نقصان ہی نہ ہوگا ریاست کی نوکری کو تو میں سم قائل سمجھتا ہوں۔ انکار و مصایب بہت شدت سے اور فائدہ بہت قلیل۔ خیر حامد علی خان۔ اور احمد علی خان کے واسطے یہ باتیں سر پہنے لیے بہت مدت باقی ہے۔ ابھی تو انھیں انٹرنس پاس کرنے دیجئے۔ حامد علی خان اگر مولوی عالم کے بعد محض انگریزی کا امتحان دے کر انٹرنس پاس ہو سکتے ہیں یا مولوی فاضل کے بعد ہی۔ اسے ہو سکتے ہیں۔ تو یہی طریقہ بہتر ہے۔ اس کے بغیر چارہ نہیں مولوی محمد اللہ وغیرہ سے قاعدہ دریافت فرمائیے یہاں کہیں پنجاب یونیورسٹی کا (Calcutta) مل گیا۔ تو میں بھی دیکھوں گا۔ اور اطلاع دوں گا۔

ان تمام باتوں کے بعد جناب کے والا نامہ موضع ۲۸ نومبر ۱۹۰۴ء کے بعض دیگر امور کے متعلق گزارش ہے کہ تمام تعلیم اور تربیت بلکہ تمام زندگی کی ایک قسم کی چڑھائی ہے۔ اور چڑھائی ایسے پہاڑ کی ہے جسکی چوٹی نہیں۔ چڑھائی میں جس قدر وقت گزرتا رہتی ہے وہ ہمیشہ اوپر درجہ کے آدمی کے واسطے ہر مقام پر موجود ہے۔ جو بہت کئی ترقی علوم و فنون میں کر چکے اون کے واسطے بہت بہت وسیع بلندیوں۔ اور چڑھائی کے لیے موجود ہیں۔ کہیں ہمارے سطح نہیں ملتا۔ کمال جبر کا نام ہم کہتے ہیں۔ وہ صحیح فائدہ اپنی قوت اپنی کوشش اور اپنے فرائض کا ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہمیشہ ماحولی ہمیشہ یکساں رہتی ہے تعلیم و تربیت کا مقصد کتابیں حفظ کر لینا نہیں ہے۔ دنیا کو اد تعلقات دنیا کو سمجھنا ہے

نہ محقق بود نہ دانش مند

چاہا پائے بر و کتاب چہند

آپ باوجود اپنے معاملہ فہمی۔ نیک نافی۔ ہر دلعزیزی۔ اخلاق نیک کے جب اس قسم کے خیال رکھتے ہیں تو اس سے مافوق کیا تصور ہو سکتا ہے۔ آپ کے درجہ کو پہنچا اگر

میرے خیالات آپ جیسے رہیں تو میں خدا کا شکر کروں گا میں تو کوئی چیز نہیں ہر شخص
کیواسطے یہ بات مقام شکر ہونی چاہیے۔ کتاب میں حفظ کئے ہوئے آدمی اس زمانہ میں
ہزاروں موجود ہیں لیکن آپ جیسے شریف النفس۔ نیک ہمار۔ پاک باطن لوگ تو
انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ میری رائے میں خوشامد کی آمیزش مطاق نہیں ہے مجھ
پر عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں جیسا بے ضرورت چوڑوں کی تعریف کرنا
گناہ سمجھتا ہوں۔ اسی طرح یہ مطلب یا بلا مطلب خوشامد کو بھی ارذل حرکت جانتا ہوں
یہی وجہ ہے کہ چوٹی خالہ صاحبہ اور ماموں صاحبہ قبلہ مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن
میں ان کے بچوں کی اصلاح کر کے رہوں گا خواہ یہ مجھے برا سمجھیں خواہ اچھا سمجھیں۔ ذاتی
کوئی غرض میں رکھتا ہی نہیں جسکی وجہ سے مجھے ناراضگی کا خوف ہو یا اپنے نفس سے شرم کئے
میں جہاں تک خیال ہے ماموں صاحبہ قبلہ کے پاس دو بیٹے بچوں کی تعلیم کے واسطے
بہت کافی ہے۔ اس قسم کی مدد کی ادنیٰ ضرورت نہیں۔ میرا مطلب غلام مرتضیٰ کے
اخلاقی اصلاح کے متعلق تھا۔ مثلاً یہ خاندانی مرض کہ تندرستی میں اپنے تئیں بیمار سمجھنا جس
کی ابتدا چوٹی خالہ صاحبہ کی ذات سے ہوئی ہے۔ بچوں تک بھی اپنا استعداد اتر پھلنے
لگا۔ دو برس سے غلام مرتضیٰ کے خط میں برابر بیماری کی شکایت ہوتی ہے۔ خط کا
جواب دینے وقت ایسی لاپرواہی کرتے ہیں کہ مدت کے بعد جب سب کچھ خط کا مضمون
اور امور جواب طلب بھول جاتے ہیں اور سرفت بغیر خط سامنے رکھنے کے جواب لکھتے
ہیں۔ اور پیشتر امور جواب طلب کا جواب شکریہ سے ادا کرتے ہیں۔ یا مثلاً میں سناؤں
کے (بسم اللہ) فرسٹ ایر کے اطفال کے نمبر دریافت کئے تھے کہ صحیح اندازہ لندن کے
کلام پاک کو سکوں اور اسکے جواب میں طویل سکوت کے بعد محض شکر لکھنا۔ ان باتوں
کو میں اچھی علامت نہیں سمجھتا۔ اب ایک عرصہ سے بیماری کی شکایت میرے خط میں
نہیں لکھی گئی ہے۔ لون کے خاندان میں توفیق فیلہ عشر۔ وظیفہ وغیرہ کی رسوم مجھے بہت

مضر معلوم ہوتی ہیں۔ بے محل بجائے صحیح طور پر کوشش کرنے کے منتر پڑھنا مجھے
ان رسوم سے اتفاق نہیں رفتہ رفتہ اسید کرتا ہوں کہ اصلاح ہو جاوے گی۔ مجھے معلوم
ہے کہ انسٹرنس پاس کرنے کے بعد ان حالات میں کیا اثر خراب ہونا ممکن ہے لیکن
درحقیقت مجھے کوئی صحیح اندازہ غلام مرتضیٰ کی حالت و شوق کا کرنے کا ملا نہیں۔ تمام
امور تیسری ہیں۔ اسید ہی کرتا ہوں کہ وہ برابر کوشش کر رہے ہوں گے اور امتحان
میں کامیاب ہوں گے۔

نمبر (۲)۔ انگریز جہاشیا بناتے ہیں اپنے جہازوں پر لاوہ کر دنیا کے ہر
میں بچانے اور دھڑکی لاگت کی چیز کے دو آئے میں بیچتے ہیں۔ چونکہ یہ چیزیں یہ
لوگ مشین کے ذریعہ سے بناتے ہیں۔ لہذا دوسری قومیں جو ہاتھ سے کام کرتی ہیں
وہ نہ اتنی سستی بنا سکتے ہیں۔ نہ ایسی صاف و خوشنما بنا سکتے ہیں اور ظاہر ہے
کہ اگر ایک چیز خوبصورت اور سستی ہو تو اسے چوڑ کر بھدی اور گراں چیز کو کوئی بیچے
لہذا اس سے دوا فر پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ دھڑکی لاگت کی چیز دو آنے کو بیچنے
والے خریداروں کی تمام دولت کمائی لیتے ہیں۔ خود مالدار ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں
فقیر کئے دیتے ہیں۔ دوسرے جو دستکار اپنی دستکاری کی بدولت دھڑکی گماتے
تھے ان کی چیزوں کو کوئی پوچھتا نہیں۔ وہ ناچار اپنا پیشہ چھوڑ کر اور محنت مزدوری
کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح سے بہت سے پیشے اور حرفہ کچھ مدت یا ایک دو سن گزرنے
کے بعد بالکل معدوم ہو جاتے ہیں۔ اور سابق کے خریدار اور دستکار دونوں یہ چیزیں
انھی یورپ والوں سے خریدنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ کہ اگر روپے یہ چیزیں
بند کر دیں۔ تو خریداروں کو منفعت حیرانی ہو۔ اور وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکیں
جب کچھ مدت تک یہ طریقہ جاری رہتا ہے تو اس عرصہ میں یہ لوگ کافی مالدار اور ان
کے خریدار کافی بے مایہ ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ جنگ میں ہمیشہ روپیہ کی بہت ضرورت

ہوتی ہے۔ اور وہیہی ان یورپ کے سوداگروں کے پاس خریداروں سے زیادہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ پھر جنگی سامان شروع کر دیتے ہیں۔ گولہ بارود۔ اور رشوت ایک مدت کے بعد حکومت تک انہیں پہنچا دیتے ہیں۔ اس ہی ترکیب سے انہوں نے بہت سی حکومتیں حاصل کی ہیں۔ پہلے جن کے ہاتھ چیزیں فروخت کرتے تھے۔ پھر انہیں پر حکومت کرنے لگتے ہیں۔ غرض دونوں صورتوں میں تجارت کی صورت میں بھی۔ اور حکومت کی صورت میں خصوصاً۔ انکی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ تیسرے۔ علوم اور نئی ایجادیں۔ ان لوگوں کے پاس عورت بہت کچھ جمع ہو گئی ہے۔ حکومت ایک مدت سے ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لازمی بات تھی کہ یہ فرسٹو سے علوم کو ترقی دیں۔ اور طبعیات کے ذریعہ سے کلیں پر رزے ایجاد کرنے میں انہوں نے بہت بڑی ترقی کی ہے۔ تمام دنیا کے قومیں جڑی کلیں خود نہیں بنا سکتے ان سے کلیں خریدتے ہیں۔ انکا استعمال سیکھتے ہیں۔

جاپان نے سب سے پہلے ان سے اسی سرعت کے ساتھ علم حاصل کئے کہ بالا فر مستغنی ہو گیا۔ اپنی ضرورت کی تمام چیزیں خود ہی بنانے لگا۔ اپنی آزاد حکومت حاصل کر لی۔ اب جاپان کی جڑوں سے چین۔ اور قریب قریب تمام قومیں بسرعت ان سے علم حاصل کر رہی ہیں۔ اور یہ سلسلہ ایک صدی کے قریب جاری رہے گا۔ لہذا کوئی توقع اس بات کی نہیں ہے کہ یورپ کی زبانیں قریب میں سیکھنی چوڑی جاویں۔ نئے علوم کے واسطے تجارتی۔ اور پولیٹیکل ضرورتوں سے یہ زبانیں برابر سیکھی جاتی رہیں گی۔ ہمارے علمائے بہت سخت غلطی کی کہ ہمیں انگریزی سیکھنے سے ایک مدت تک روکا۔ اور یہ غلطی قریب قریب تمام دنیا کے مسلمانوں نے کی۔ اور سب سے نقصان اٹھایا۔

مردانہ تدبیر ہوئی چاہیے تھی کہ جب ہم جانتے ہیں کہ ہمارا مذہب سچلے تو کیونکہ ہم ان کی زبان سیکھیں اسکا پنا مذہب انہیں سکھاویں۔ اگر ایک مدت تک یہ اندیشہ

کہ انکی زبان سیکھ کر ہم ان جیسے ہو جاویں گے۔ تو یہ بھی موقع ہے کہ انہیں اپنا مینا بنالیں گے۔ لیکن ایک مدت تک انہیں جاہل اور اعمیٰ سمجھے رہے۔ اور عاقبت دہل اپنی ہمتی۔ موجودہ فلسفوں کو خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سپین کے عرب مسلمانوں نے یورپ میں مسیحی تہذیب کی بنیاد رکھی اور دارالعلوم قائم کی جس طرح ہم آج ہندوستان اور عرب میں آتے ہیں اسی طرح تمام یورپ کے لوگ ان سے علوم سیکھنے آتے تھے۔ لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ باقی رہے تو اس پانچ سو سال کے عرصہ میں وہ بھی تو کچھ ترقی کرتے پا کر کرتے۔ وہ باقی نہ رہے۔ جہاں انہوں نے چھوٹا تھا۔ اس سے آگے موجودہ قوموں نے ترقی کی۔ ریل۔ تار۔ جہاز و خانی وغیرہ ذرا لے لیں بہت مدد دی۔ اور تجارت سے دولت بھی ہوئی اور حکومت بھی۔ اسپین ذرا شبہ نہیں کہ ہم لوگوں سے علم ایجاد۔ دونوں میں کیسے زیادہ ہیں۔ جیسے تہذیب و تمدن۔ جہاں یہ لوگ ضرور ہیں۔ ان معاملات میں ہم ان سے بہتر ہیں۔ لیکن ہم لوگ اچھوتہ تہذیب کو بری طرح استعمال کر رہے ہیں۔ اور دونوں باتوں میں تو اوکھی اور ہماری غور شدہ ذرہ کی نسبت ہے۔ اول انتظام و معاشی میں۔ دوسرے صنعت پسندی و جماعتی میں تیسرے نزدیک موجودہ زمانہ میں انسان کو انسان بننے کے واسطے لازمی ہے کہ یورپ کی قوموں سے غمزدار کے۔ جیسے ہم انسان ہیں۔ ویسے ہی یہ انسان ہیں۔ عیوب و دونوں میں ہیں انہیں اور طرح کے عیوب ہیں۔ ہم میں اور طرح کے ہیں۔ لیکن اس وقت اقبال ان کا ہے عزت۔ قوت۔ حکومت۔ تجارت۔ سیاحت۔ علم ایجاد۔ سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے جو چیزیں حاصل کرنی چاہے ان سے سیکھے۔ جیسے انہوں نے پہلے ہم سے سیکھا تھا۔ اور ہم نے یونان سے۔

الغرض انگریزی سیکھنی لازمی و ضروری ہے۔ بلکہ میرے نزدیک نو ہم لوگ انگریزی کے ساتھ فرانسیسی یا جرمنی سیکھیں تو بہت اچھا ہے۔ اب ایسی تدبیر کی تلاش ہے کہ ہم لوگ

سہولت سے بھی حاصل کریں۔ اور اچھی طرح سیکھ بھی لیں۔ یورپ کے بیشتر زبانیں بہت باہم مشابہت رکھتی ہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی میں اتنا فرق ہے جتنا اردو اور فارسی میں ہے۔

بہت بڑی وقت ہمارے یہاں یہ ہے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس چیز کے واسطے کوشش کریں بعد میں روزی کیونکر کمائیں۔ خیر اس خط میں مجھے صرف تعلیم سے بحث کرنی تھی لہذا معاش کی بابت کسی آئندہ خط میں لکھوں گا۔

خلاصہ مطلب تمام طول کلام سے یہ ہے کہ خواہ آپ اچھا سمجھیں خواہ برا سمجھیں انگریزی۔ اور دوسری یورپ کی زبانیں بوجہ ضرورت زمانہ سیکھنی ضروری ہیں۔ انگریزی زبان بلا وقت و مشقت آجاتی ہے۔ لیکن یہاں اگر یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا تو ان زبانوں میں ایسے آدمی دیکھے ہیں جو دس دس اور پندرہ پندرہ سال سے ہیں۔ نہ صرف ہندوستانی بلکہ جرمنی۔ فرانسیسی۔ اٹلی۔ سپین۔ جو انگریزی کے چند فقرہ صحیح نہیں بول سکتے انہیں مشینیں کہ چیزوں کے اسماء یاد کرنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن (۷-۷) اور (۷-۷) کا استعمال نہیں آتا۔ لکھنے اور بولنے میں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ تاوقتیکہ ہندوستان سے مقبول ذخیرہ معلومات کا نہ ہمارے پاس پادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک شخص منشی عبدالعزیز نامی عیسائی یہاں تین سال سے زیادہ سے جو ایک انگریز عورت سے انہوں نے شادی بھی کر لی ہے لیکن وہ بزرگ و فقیرہ انگریزی میں نہ صحیح بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔

ہمارے واسطے میں خیال کرتا ہوں کہ بیرسٹری ہی اہل ہوگی۔ اسوجہ سے کہ جس طرز پر ہماری ابتدائی تعلیم ہوتی ہے وہ فی نفسہ بہت اچھا طریقہ تھا۔ لیکن مدارس کی طرز تعلیم کے موافق نہیں تھا۔ اسوجہ سے اب اس طرف آنے میں وقت اور محنت دوگنا ہے۔ محنت تو مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور کریں گے لیکن بے انتہا وقت کہاں سے آویگا۔

تاہم جہاں تک میں خیال کرتا ہوں میری موجودگی میں غالباً آپ نہیں آسکو گے۔ اور نہ جلدی آنا مفید ہی ہوگا۔ اگر یہاں آنا قرار پاوے۔ تو میرے نزدیک عقل مندی میں ہوگی کہ آپ کسی کسی طرح اول تو انٹرنس سے فارغ ہو جاویں۔ یہ تو از بس ضروری ہے۔ حصہ پہلے داخلہ کا امتحان دینا پڑے گا اور اس میں استاد کی پیش قدمی قرار فیس لستہ دہرا کے قریب دینی پڑے گی۔ اور (مستطعم) سیکھنے میں وقت صرف ہوگا۔ اور ریاضی سے نجات یہاں بھی نہ ہوگی۔ اس کے بعد آپ کے واسطے یہ بہتر ہوگا کہ جو دس بارہ کتابیں یہاں پڑھائی میں ہیں انہیں استاد سے وہاں پڑھ لو۔ فیس دونوں جگہ دینی پڑے گی۔ وہاں پڑھنے میں فائدہ یہ ہوگا کہ سکونت کے مصارف سے بچو گے اور استاد کی فیس بھی کم ہوگی۔ اپنے گھر میں بھی رہو گے۔

یہ کتابیں پڑھنے کے بن یہاں آ جاؤ۔ تمہارے رہنے وغیرہ کا انتظام میں میں سے کر دوں گا۔ یہاں کسی تجارتی کوٹھی میں بطور کار آموز مشرک ہو جاؤ۔ تجارت سیکھو اور وقتاً فوقتاً اپنی پڑوسی کوئی کتابوں کو دہرا کر امتحان پاس کرو۔ پیرسٹری کے چار امتحان علاوہ داخلہ پاس کرنے پڑتے ہیں۔ اور جن کتابوں میں سے امتحان ہوتا ہے وہ کتابیں مقرر ہیں۔ آئندہ خط میں مصارف کا پورا پورا تخمینہ کر کے مطلع کروں گا۔ فقط۔

نمبر (۳۴) میں نے جو کتاب سہمی ہے اس کا شکر یہ زبانی چند ان ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ میرے نزدیک بہترین شکر یہ اس کا ہے کہ آپ اسے تمام وکمل سمجھ کر پڑھیں۔ اگر غور نہ پڑھ سکیں تو استاد کی مدد سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ انگریزی نہایت پاکیزہ اور نہایت دلچسپ ہے۔ اور زبان بہت سہل بھی ہے۔ معنون نہایت ضروری اور مفید ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اول مولوی عبداللہ ٹوکی کے ذریعہ سے اس قاعدہ کی تحقیق کر لیں کہ مولوی عالم کے بعد صرف انگریزی کے امتحان کے ذریعہ سے آپ انٹرنس پاس کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر یہ امر تحقیق ہو جاوے تو بہترین طریقہ یہی ہے کہ آپ

خواہ گھر پر رہ کر۔ خواہ لاہور جا کر۔ پٹے مولوی عالم پاس کریں۔ پھر انٹرنس سے فراغت حاصل کریں۔ بدش ایف۔ اے۔ بی۔ اے کا سیدھا راستہ ہے۔ بصورت سابقین مولوی عالم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ کو کسی انگریزی فیملی میں داخل ہونا بہت مفید ثابت ہوگا۔

اگر مولوی فاضل کے بعد صرف انگریزی میں بی۔ اے کا امتحان دیکر آپ بی۔ اے بن سکیں۔ تو اس طبع عمل سے سہل بخاں ہو جاوے گی۔ بصورت آخری آپ کو دل لگا کر یہ کوشش کرنی چاہیے کہ چنانچہ تین جلد ملین ہو آپ مولوی فاضل میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کریں۔ اور بعد میں انگریزی کا امتحان دے کر بی۔ اے ہو جائیں۔ بھلا ان اگر وقت اور موقع ہوا تو اتم۔ اے بھی انگریزی یا عربی کے بن سکتے ہیں۔ اور یہ سب سے مفید طریقہ ختم تعلیم کا ہوگا۔

چل کلام یہ کہ آپ اس قاعدہ کی تحقیق بدرجہ یقین کر لیں کہ مولوی فاضل کے بعد صرف انگریزی کا امتحان دے کر آپ بی۔ اے بن سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بن سکتے ہیں تو بھی بہترین طریقہ ہے۔ یہی سب سے سہل ہے اور یہی سب سے مختصر ہے۔ کوئی ضرورت انٹرنس کرنے کی نہیں۔ آپ کو ہمہ تن مولوی عالم۔ مولوی فاضل کی نیاری میں مصروف رہنا چاہیے اور ساتھ ساتھ بہت سے انگریزی ناول۔ اور انگریزی تاریخیں۔ اور گرم وغیرہ اچھے اور اذکی مدد سے پڑھتے رہو۔ نیز انگریزی جواب لکھنے کی مشق پیدا کرو۔ گویا آپ صورت میں آپ کا کوئی یہ ہوگا:-

تیاری انگریزی

ہمراہ امتحان

(۱) یعنی تمام انگریزی انٹرنس کوئس کی کتابیں

(الف) مولوی عالم

(۱) گرمیر

(۲) ریڈرز

(۳) ترجمہ

(۴) جواب مضمون

(ب) مولوی فاضل (ج) الف۔ اے کا کورس تمام اور میرے نزدیک ساری اس کے بعد آپ کو عربی کا ایم۔ اے کرنا بہت اہل ہو گا۔ کیونکہ انہیں مولوی فاضل کی واسطے پوری پوری تیاری ہو چکی ہو گی۔

قطع نظر روزگار سے تعلیم نہایت ضروری ہے۔ خواہ آپ ملازمت کریں خواہ نہ کریں آپ کی تعلیم پوری کرنا آپ کے والدین کا فرض اولیٰ ہے۔ آپ کے انسان بنے۔ اپنے تئیں تعلیم یافتہ لوگوں میں شمار کر لیں۔ آپ کا ایم۔ اے ہونا نہایت ضروری و لازمی ہے۔ اس کا افسوس ہے کہ ابتدائیں تعلیم دوسری۔ دس پر ہوئی لیکن اس افسوس سے جو فائدہ حاصل ہو سکتا ہو وہ یہی ہے کہ آپ بہت محنت و تندی سے اس گرواب سے نکلنے کی کوشش کریں۔ اور احمد علی کے تعلیم ابتدائے صحیح طریقہ پر کرائیں۔

ملازمت کی صورت یہ ہے کہ اگر آپ عربی کے ایم۔ اے ہو گئے تو آپ کو کم از کم ڈیڑھ سو دو سو ماہوار کی کسی کالج میں پروفیسری مل سکتی ہے۔ اس سے بہتر صورتیں بہت ممکن ہیں۔ اگر آپ کی ریاست میں صنیعہ تعلیم میں کوئی اچھی خدمت ہو تو انہیں بھی جج نہیں بمقابلہ صنیعہ جو ڈسٹریکٹ کی خرابیوں اور پریشانیوں کے صنیعہ تعلیم میں امن کی زندگی بسر کرنا بہت بہتر ہے۔ اگر تجارت کرنے کی تجویز قرار پاوے تو انٹرنس پاس کر کے تعلیم کو فیروا کر کے انٹرنس پاس کرنا اس صورت میں بھی ضروری ہے۔ بعد انٹرنس کے پنجابی یا پارسی فرم کے شاگردی عام لوگوں کی طرح کرنی اور کام سیکھنا ضروری ہے۔ امارت اور دولت حاصل کرنے کا تو تجارت بہت اچھا ذریعہ ہے۔ لیکن سب کچھ پہلے تو سیکھنا پڑیگا صحیح اصول پر تجارت کرنا سہل بات نہیں ہو لیکن آپ کو حساب کی صفات نہایت ضروری ہے۔ مین تجارت کے معاملہ میں اچھی صلاح نہیں دے سکتا جتنے خضہ اخضہ کو گنہ بیدار

بڑے تجارت پیشہ لوگوں سے ملاقات پیدا کرنا اور ان سے مشورہ لینا۔ اور کام اور ان کے
 مشورہ کے بموجب سیکھنا ضروری ہے۔ فقہر کی پرورش ہمارے یہاں ایسی واہیات ہے
 کہ گھر میں تو بچہ جہتا ہے کہ میں نواب صاحب ہوں۔ لیکن جب تلاش تعلیم۔ یا تلاش روز
 میں باہر نکلتا ہے اس وقت قدر عافیت معلوم ہوتی ہے۔ اور سمجھ میں آتا ہے کہ جیسے اور
 سب میں ویسا ہی میں بھی ہوں۔ کم محنت اور کام طلب ہونے میں اور اس سے بدتر
 ہوں۔ اگر دین محمدی۔ اسے پاس کر لے۔ اور میں اور وہ دونوں تجارت سیکھنے ایک ہی
 فرم میں داخل ہوں۔ تو دین محمدی سے جا ملی۔ اور اچھی تجارت سیکھنے سے اس وقت
 کہ اس کی تربیت جفاکشی اور عدم خود بینی کے معاملہ میں مجھ سے لاکھ درجہ بہتر رہتی ہے۔
 مجھ میں اور اس میں اگر تعلیم برابر ہو تو صرف اتنا ہی فرق ہے کہ میں اتفاق سے ذرا
 مالدار ماں باپ کے یہاں پیدا ہوا۔ اور وہ نہیں ہوا۔ سوائے اس کے اور کچھ فرق
 نہیں۔ گھر کے معاملات سے بالکل سبکدوش ہو جانا میرے نزدیک غلط ہے۔ جو
 عقل لین دین کے معاملات اپنے ہاتھ سے کرنے اور انتظامات خانگی پر نگہداشت
 رکھنے سے آتی ہے۔ وہ کتابوں کی عقل سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اور کتابوں کے
 سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اسی اصول پر یہاں لڑکے سوسائیاں بناتے ہیں۔
 اور ان کا تمام انتظام خود کرتے ہیں۔ تاکہ معاملات کی عقل پیدا ہو۔ مثلاً سوسائٹی کا چنڈہ
 جمع کرنا اور کل حساب رکھنا۔ آمدنی کے بموجب خرچ مقرر کرنا۔ مکان بدلنا۔ نوکر رکھنا۔
 وغیرہ۔ پس آپ کو قطعاً سبکدوشی معاملات خانگی سے چھل کرنے کی کوشش میرے نزدیک
 نہ کرنی چاہیے۔ اور نہ اس قدر بار کاموں کا اپنے سر لے لینا چاہیے کہ مطالعہ میں خلل آتا ہو
 میرے نزدیک پہلا امر فیصلہ طلب۔ جس کا فیصلہ زیادہ تر آپ کی ذات سے متعلق
 ہے یہ ہے کہ مجھے تعلیم کو اتنا کو پہنچانا ہے یا نہیں، اگر شوق متقاضی اس امر کا ہو کہ
 تعلیم آپ ختم ہی کر دیں تو خواہ آخر میں تجارت قرار پادے خواہ ملازمت پہلا زمین

مولیٰ فاضل ہے۔ اور دوسرا بی۔ اے۔ تیسرا ایم۔ اے۔ عربی میں۔ اگر شوقِ محنت
 اتنی محنت کی برداشت برائیل نہیں کرتے تو انٹرنس پاس کرنا ضروری ہے۔ اس کے
 بعد یا تو تجارت سیکھنے یا ملازمت کی تجویز کیجئے۔ یا بیرونی کے واسطے ولایت تشریف
 لائیے۔ بصورتِ اول ایم۔ اے کے بعد یا صیفہ تعلیمِ ملازمت کیجئے۔ یا پھر تجارت سکھو۔
 مدرسہ کی تعلیم کو حقیر سمجھ کر ایک تو بچوں کی تعلیم کی بے انتہا فکر مول لینی پڑتی
 ہے۔ دوسرے مصارف زیادہ ہوتے ہیں۔ اور تیسرے وقت بہت صرف ہوتا ہے
 چوتھے یا تو سچا پچا کر پھر مدرسہ ہی کا کورس اختیار کرنا پڑتا ہے یا تعلیم ادھوری چھوٹی
 پڑتی ہے۔ اور نتیجہ مضر مثلاً میری تعلیم میں مصارف بہت زیادہ ہوئے۔ وقت بھی
 زیادہ صرف ہوا۔ اور نتیجہ ایسا اچھا نہ ہوا۔ جیسا بصورتِ ابتدا سے مدرسہ میں داخل ہونے
 کے ہوتا۔ ماموں غلام رسول بیگ صاحب کو ملاحظہ کیجئے۔ نہ اونہیں زیادہ فکر و تشویش
 بچوں کی تعلیم میں کرنی پڑی۔ اور نہ وہ کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ لڑکے کو مدرسہ میں داخل
 کر دیا تھا۔ بلا مصارفِ کثیر۔ و بلا فکر و تشویش غلام مرتضیٰ کلج میں پہنچ گئے اور اسی
 پر چل رہے ہیں۔ احمد کے واسطے میری رائے میں بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ مدرسہ کے
 جس جماعت میں داخل ہو سکے اس میں داخل کر دیا جائے۔ اور ایک استاد گھر پر رکھ دیا
 جاوے۔ آہستہ آہستہ امتحان پاس کرتے کرتے بی۔ اے۔ ایم۔ اے ہو جاوے گا
 ورنہ پانچویں جماعت کے واسطے اسے گھر پر تیار کر کے پانچویں کا امتحان دلا دیکئے
 اور چھٹی سے مدرسہ میں پڑھتا رہے گا۔ اس کے سوا جتنی صورتیں ہیں اون میں اگر مدرسہ
 کی مدد نہ لیاوے تو صرف بہت۔ فکر بہت۔ تھکاوٹ بہت۔ لیکن نتیجہ صفر سے
 زیادہ نہ کم۔

بھائی یہ یاد رکھو کہ گریجویٹس پڑھنا۔ یا انگریز سے پڑھنا خواہ کسی سے نہ
 اس ہی صورت میں مفید ہے جب امتحان کی نیت سے پڑھا جاوے۔ بلا نیت امتحان

پڑھنا کچھ مفید نہیں محض وقت گزارنا ہے۔ اب یہ سمجھ کر خوش ہوتے رہیں گے کہ ہم پندرہ روپیہ ماہوار کے اوستا دست پڑھتے ہیں۔ آپ کے اوستا دواہ ماہہ تماخواہ سے مٹھی گرم کھاتے رہیں گے۔ نہ کچھ آپکو آئے گا۔ نہ کچھ ادن کا جائے گا۔ جب کبھی نتیجہ کی طرف خیال کرو گے تو صفر سے زیادہ نہ ہو گا۔

اگر امتحان دو گے تو بصورت کامیابی ڈگری ملے گی۔ بصورت ناکامی معلوم ہو جائے گا کہ جس طرح چاہیے۔ اس طرح ہم نے نہیں پڑھا تھا۔ دوسرے سال صبح طریقہ سے پڑھو گے۔

منبر (۴)۔ برائے خدا لکھنوالوں کے سایہ سے متاثر نہ ہونا۔ غلام مرتضیٰ اس دفعہ ایف۔ اے کے امتحان میں شریک ہوئے ہوں گے۔ خبر نہیں کیا نتیجہ امتحان ہوا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو مطلع کیجئے گا۔ وہ بزرگ تو شاہزادہ ہی خط لکھنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں۔

تم اخبار بھی پڑھتے ہو یا نہیں۔ یہاں بادشاہ۔ اور ممبران پارلیمنٹ سے لے کر دہوہی اور مالی کوچیان اور سائیس۔ اور اونگی عورتیں ہر شیان بچے سب روزانہ اخبار پڑھتے ہیں۔ اور صبح کے اخباروں کے علاوہ وہ شام کو نئے اخبار چھپتے اور بکتے ہیں۔ کیا کم بخون کا انتظام ہے جس روز شام کے چار بجے بادشاہ ایران نے انتقال کیا ہے اس ہی روز شام کو چھ بجے لندن اور تمام انگلستان میں اشتہار دکان دکان پر لگے ہوئے تھے کہ آج سہ پہر کو شاہ ایران فوت ہوئے۔ ہمارے ہندوستان کے اخبار تمام خبریں یہاں کے اخباروں سے نقل کرتے ہیں۔ اور ولنگی سنو ہندوستان کے اخبار لکھتے ہیں۔ آج کل اگر آپ اخبار پڑھتے ہوں گے۔ تو آپکو معلوم ہوا ہو گا کہ فرانسیسی بیرونی سے مراکو مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اور تمام یورپ تاشہ و بچہ باہر اگر سلطان روم سے اسکا ہزارواں حصہ بھی تشدد و معذہ و نیچہ کے کرشتانوں پر ہوجاے تو

کل روتس۔ انگریز۔ اہل ہسپانیہ سب اونہیں دبا دیں اور صفحہ دنیا کو آزاد کر دیں۔ مور لینی اہل مرکز جن کے اسلاف نے چین پر آٹھ سو برس حکومت کی تھی۔ جس کا تذکرہ آپکو ادس کتاب میں ملا ہوگا جس نے (Mao Sze Ming) آپکو بتا دی تھی۔ غرض یہ لوگ ایسی بہادری سے لڑ رہے ہیں کہ یورپ کی قوموں میں اس کی نظیر نہیں۔ لیکن نہ موجودہ قواعد جنگ سے واقف ہیں۔ نہ آلات حرب رکھتے ہیں۔ ہزاروں توپ کے مناس طرح مر رہے ہیں۔ جس طرح شمع کے شعلہ سے پروانہ۔ یہاں کے اخباروں نے ایک محرکہ کی کیفیت میں لکھا تھا کہ مور (۲۰۵۰) شہید ہوئے اور فرانسیسی (۲) قتل ہوئے اور (۱۰) زخمی۔ انہی کی بہادری کی تعریف یہاں کے اخباروں میں چھپی ہیں لیکن کیا فائدہ۔ کچھ مدت بعد یہ بہادر قوم بھی صفحہ اسی سے معدوم ہو جاوے گی۔ اور بقیہ ایسا ہی بزدل بن جائے گا۔ جیسے اور محکوم قومیں مثلاً ہندوستانی۔

آپ کے نواب صاحب بھی کوئی انگلستان کا اخبار خریدتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں خریدتے تو انہیں صلاح دینی چاہیے۔ اگر وہ فائدہ نہ اٹھائیں گے تو اور بگ جو فائدہ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہی کو فائدہ ہوگا۔ تم اخبار ضرور پڑھا کرو۔

مذہب (۵)۔ غلام تعنی کے خط سے دریافت ہوا کہ وہ ریاضی میں اس قدر فیل ہو گئے۔ نہایت افسوس ہوا۔ لیکن مجھے پہلے ہی سے اندیشہ تھا۔ وہ یہ کہ مشیتوں کے طرز عمل سے اور کسی قدر انکی تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں اپنے ذہن اور محنت پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہو گیا تھا۔ اور طالب علم کے واسطے یہ ناکامی کی پہلی علامت ہے۔

اصل وجہ اس قسم کے خیالات کی اس درجہ طلبہ کے کم ظرفی نہیں ہوتی جس وجہ بزرگوں کی ناواقفیت تعلیم جدید سے۔ وہ لاچار ہیں۔ نہ مدرسہ کی ضرورت اور طالب علم کی حالت سمجھتے ہیں نہ تہجد اشت ونگرانی کر سکتے ہیں۔ طلبہ اپنے بزرگوں کی ناواقفیت سے

یہ فائدہ اٹھاتے ہیں کہ سہل انگاری۔ آسان پسندی میں جسکی جانب طبعی رغبت ہے
 بڑجاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اکثر گھنڈ میں پھولے رہتے ہیں کہ ایک وفد پاس
 ہو چکے ہیں۔ بروقت تھوڑی محنت کر کے پھر پاس ہو جاویں گے۔ نادانقت ماں تاپ
 کے ہر وقت کی تعریف اور خوشی گزشتہ کامیابی پر۔ اور بات بات پر ادنیٰ محبت کا اظہار
 انہیں اور بھی بے کار کر دیتا ہے۔ نیز رفتہ رفتہ شوق اور حرص بھی کم ہوتی جاتی ہے۔
 اثر یہ ہوتا ہے کہ فیل ہو جاتے ہیں۔ علاج اسکا والدین کی نادانی کی حالت میں کچھ
 نہیں ہو سکتا۔ اگر فیل ہونے کے بعد یا محنت سے عاجز آکر اور تھک کر بڑھنا چھوڑ
 دیا تو سلسلہ تعلیم ہی ختم ہوا۔ ورنہ فیل ہونے کی سزا اکثر آدمیوں کو درست کر دیتی ہے
 بہر صورت کثرت تعریف بے عمل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لڑکے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم میں
 کوئی ایسی بات ہے کہ چاہے ہم جو کچھ کریں ہماری تعریف ہوتی رہے گی۔ اور یہ بالکل
 غلط خیال ہے ہمیشہ تمہارے افعال میں قابل تعریف بناتے ہیں۔ ورنہ تمہاری میری
 اور دنیاوی تیلی کے نفس میں کوئی فرق نہیں۔ خدا نے تمام نفوس انسانی ایک ہی قسم کے
 بنائے ہیں۔ اور سب میں ترقی کی استعداد رکھی ہے۔ اگر ایک امیر شریف آدمی
 شراب خوار۔ قمار باز۔ آوارہ۔ دودھ گو۔ دھوکہ باز ہو۔ تو اس کا نوکر جو سچا بخشنی انسان
 نیک چلن ہے اپنے آقا کو اپنے دل میں برا ہی جانے گا۔ اور آقا خواہ مخواہ نوکر کو اپنے
 سے اچھا سمجھے گا۔ غرض یہ کہ خوبی افعال و اعمال میں ہوتی ہے نہ کہ ذات و نفس میں۔
 جس کا اظہار افعال کے ذریعہ سے نہ ہو سکے۔ تم اپنے نفس کو اس قسم کے بیہودہ خیالات
 سے مبرا رکھنا۔

آپ کے ولایت آنے کے مصارف کا اندازہ میں صحیح طور سے کر کے بھیج دیا گیا
 میرے نزدیک انٹرنس پاس کرنے سے قبل آنے کا خیال اچھا نہیں۔ اگر آپ انٹرنس
 پاس کر کے آویں گے تو یہاں داخلہ کا امتحان صاف ہو جاوے گا۔ جس میں (مسئلہ)

د (Hamory) ریاضی المجیر وغیرہ شامل ہے۔ اسکے پاس کرسے میں وقت
 بڑتی ہے۔ آپکو یہاں اوسناد کی مدد یعنی بڑے گی۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ بیڑی
 میں پاس ہو جاویں ۔

منبر ۶۱۔ بہت مدت سے آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ حالات آپ سے
 متعلق نہیں معلوم ہوئے۔ کن خیالات میں ہو۔ کیا کر رہے ہو۔ کیا کرنے کا قصد کرتے
 ہو۔ تعلیم جاری ہے یا ختم کر دی۔ احمد کیا کر رہے ہیں۔ خالو صاحب احمد کی تعلیم کس
 اصول پر کر رہے ہیں۔

مجھے ہنر بابا تیں قابل تحریر معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن لول تو فرصت نہیں۔ اور
 دویم یہ کہ آپ لوگوں کو میرے نئے خیالات ایسے ہی قابل مضحکہ معلوم ہوں گے جیسے
 یہ خیالات ہندوستان میں مجھے سرابہ تشخیر معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم چند امور لکھتا ہوں۔
 زیادہ تر اس خیال سے کہ خالو صاحب اگر پسند فرمادیں تو ممکن ہے کہ احمد علی خان کی تعلیم پر
 اون کا کچھ اثر پڑے۔

(۱) انگریزی کا علم۔ اور انگریزی اصول پر تعلیم بچہ کی ناگزیر ہے۔ اس کے سوا چاہ
 نہیں خواہ ہم اس امر کو پسند کریں یا نہ کریں۔ جو زمانہ اسوقت ہندوستان میں ہے۔ اور جو
 زمانہ مستقبل قریب میں آنے والا ہے اس کے لحاظ سے ہم فیصلہ اس امر کا کرنا ہے کہ
 ہم عزت کے ساتھ ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کسی
 اسلامی ملک کو ہجرت کر جانے پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ اگر ہندوستان میں رہنا ہے۔ اور
 اگر انگریزوں کا تعلق ہندوستان کے ساتھ باقی ہے۔ تب یا انگریزی تعلیم حاصل کرو۔ اور یا
 انگریزی تعلیم یافتہ ہندوؤں اور کرسٹانوں کے صف نشینی اور غلامی منظور کرو۔ اسکی تشریح
 افسوس ہے کہ اس خط میں نہیں کر سکتا۔ تشریح سے ایک جلد پڑ ہو سکتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہو کہ انگریزی تعلیم فی نفسہ کوئی اچھی چیز ہے یا کوئی مذہب و مذکر نہ

چیز ہے جسے طوعاً و کرہاً ہمیں ناک پہنچ کر آگئیں بند کر کے نکل جانا ہے۔ میرے نزدیک انگریزی اصول پر تعلیم کن فی الواقع بذات خود ایک صحیح طریقہ پر تعلیم کرنا ہے۔

انگریزی تعلیم کے اصول آسمان پر سے نہیں اترے۔ ابتدا اندلس کے اسلامی علماء اور مسلمان پروفیسروں سے لے گئے تھے۔ بعد میں یورپ کی دو نامور ترقی پسند قوموں نے انہیں صاف کیا۔ اور انہیں سرسبز الاثر۔ صحیح الاثر۔ شدید الاثر بنایا۔ جس طرح ایک انجن دھنڑا گھوڑوں سے زیادہ قوی اور سرسبز الاثر ہے۔ اس ہی طرح یونیورسٹی ایک لاکھ گھوڑوں سے زیادہ سرسبز الاثر۔ قوی الاثر۔ کامل الاثر۔ صحیح التأثير۔ یہاں مجھے تشبیہ سے باز رہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لیکن یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام حقیقت دنیا کے تمام مذاہب سے اچھا۔ اور سچا مذہب ہے۔ مجھے (Pamphlet Colling) کے ایک پروفیسر جس کا نام *Professor Colling* ہے، بدوں سے ایک روز فرماتے تھے کہ عربوں نے اپنی تہذیب ترقی کے ایک بہت بلند پایہ تک پہنچا دی تھی لیکن میں مصر بھی گیا۔ مراکش بھی گیا۔ الجزائر ٹونس وغیرہ ممالک میں افریقہ میں پھر اور ایشیا میں ایران عرب کے ممالک میں بھی گیا۔ مجھے ایک جگہ بھی ایسی درسگاہ نہیں ملی۔ جیسی ایک زمانہ میں (Grand Colling) قرطبہ، غرناطہ وغیرہ میں موجود تھیں۔ یہ پروفیسر

اسلام کے بڑے مراج ہیں۔ اور وہ اس سے چاہتے ہیں کہ اسلامی قومیں ترقی کریں لیکن جو حالات انھوں نے اسلامی ممالک میں دیکھے ہیں ان سے بہت دل شکستہ معلوم کرتے ہیں۔ مجھے کہتے تھے کہ تم لوگوں میں جو تعداد ازواج جایزہ ہے۔ اسپریشیائی قومیں بڑے اعتراض کرتی ہیں۔ لیکن مجھے اس میں صرف ایک نقص معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ گھر کا چین جو بچوں کی تعلیم کے واسطے از حد ضروری ہے وہ میسر نہیں آ سکتا۔ اور کچھ اس سبب سے اور کچھ عورتوں کے غیر تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ہمارے یہاں بچوں کے

اخلاق کی بنیاد جو ہر لحاظ سے بے انتہا ضروری ہے۔ خراب رہ جاتی ہے۔ مذہب کے لحاظ سے دنیوی کامیابی کے لحاظ سے۔ اور محض انسان بننے کے لحاظ سے (Monak Chatter) بے انتہا ضروری ہے۔ اور یہ آج کل کے مسلمانوں میں کم پایا جاتا ہے۔ یہی شکایت میں نے انگریز مسلمانوں امریکہ کے مسلمانوں سے بھی اپنے لوگوں کی نسبت سنی۔

تم کو یہ سنکر تعجب ہو گا کہ میرے ایک دوست کی چھوٹی بہن جو وہ ہینہ کی چو حرف شناس ہے۔ اور جو لفظ بولتی ہے وہ پڑھ بھی سکتی ہے۔ یہ ماؤں کے قابل ہونے کا اثر ہے۔

خیر یہ سب کچھ طبعاً تھا جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔

(۱) تعلیم کی غایت کیا ہے؟ کہ نفس کے تمام شریف قوتیں اپنے کمال کو پہنچ جائیں۔ جس طرح ہر شخص درزش کرنے سے غلام پہلوان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہر شخص تعلیم سے ابر سینا نہیں بن سکتا۔ لیکن غیر تعلیم یافتگی کی حالت سے بہت بہتر بن سکتا ہے۔ یعنی اس درجہ کہ گویا قلبِ حمیت کا اطلاق آ سکتا ہے۔

(۲) اس کا طریقہ کیا ہے؟ نفس پر زور ڈالو۔ ہر قوت کی درزش کراؤ۔

(۳) وہ کیونکر ممکن ہے؟ صحت خیال کے واسطے۔ یا فنی و طبیعیات فکر کے عمق کے واسطے فلسفہ و حکمت۔ شرافت طبع اور عملی عقل کے واسطے۔ تاریخِ حجازیہ اور عالمِ لٹریچر۔ اولوالعزمی کے واسطے بڑے اولوالعزموں۔ پیغمبروں۔ اولیاء اللہ کی سوانح عمری۔ اور تاریخ۔ نیز اچھے لوگوں کی صحبت وغیرہ وغیرہ۔ اور ان تمام امور کے جامع اثر کے واسطے مذہب۔ اور نیک لوگوں کی صحبت۔

(۴) یہ علوم کیونکر سکھائیں؟ اور نیک لوگوں کیونکر صحبت حاصل کریں؟

علوم ان لوگوں سے سیکھو جو انہیں سب سے اچھا جانتے ہیں۔ اور طریقہ سے حاصل کرو جو

بہترین طریقہ مانا گیا ہے۔ اس وقت علوم جدید کی سب سے بڑے بڑے فاضل جرمنی میں موجود ہیں۔ اور طبیعیات (Mechanics) وغیرہ کی تکمیل کی واسطے انگریز ہی کیمبرج داؤکس فورڈ میں ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد جرمن جاتے ہیں۔ گو عالم طور پر انگریزوں کو اہل جرمن سے اسی قدر لغت ہے جس قدر اہل اسلام کو کفار سے۔ اہل جرمن کے بعد اہل امریکہ۔ اون کے بعد فرانس اور انگلستان کے لوگ۔ تاوقتیکہ آپ کو یہ زبانیں نہیں آئیں آپ ان لوگوں سے ان کے علوم کیونکر سیکھ سکتے ہیں؟

(۵) نیک لوگوں کی صحبت کیونکر حاصل ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہماری قوم میں نیک لوگ موجود نہیں تو درحقیقت ہماری قوم سے زیادہ اہتر حالت ملے۔ کوئی قوم نہیں۔ ہر قوم کے واسطے یہ نہایت مایوسی کی حالت ہے۔ بہر کیف علاج بھی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ جس درجہ کے شریف نیک لوگ ہمارے یہاں موجود ہیں اون سے ملو۔ اون کے اخلاق دیکھ کر۔ اور بزرگان سلف کے حالات پڑھ کر خود بہتر بننے کی کوشش کرو۔ غیر قوموں کے شراف سے ملو۔ غیر ممالک کی سیر کرو وغیرہ وغیرہ۔ آج کل کے فاضل یہ خیال کرتے ہیں کہ جسم اور نفس اور اخلاق کی صحت میں ایک مستقل تناسب ہے یعنی اگر آپ کی صحت جسمانی کامل نہیں تو آپ کی عقل۔ اور روح بھی کامل نہیں ہو سکتی۔ اس کے واسطے یہ لوگ دعائیں تو دعا ہی ہی مانگتے ہیں لیکن ورزش بہت کرتے ہیں۔ مثلاً کھیل (Hampden Foot Ball Cricket Golf) (Jennies Riding Rugby Rounding) وغیرہ۔ خوش باش لوگ روز صبح نہلاتے ہیں۔ یہ خوبی انہوں نے ہندوؤں سے سیکھی ہے۔ اور نو عمر لوگ یہاں کیمبرج میں روز صبح ٹھنڈے پانی سے نہلاتے ہیں (اکثر ہندوستانی آدمی بھی یہاں کوفٹ بڑے جاڑوں میں ٹھنڈے پانی سے نہلاتے ہیں)۔

اگر دیونہ نری کیو جبہ سے فقیر میں سستی کی عادت ہو گئی ہے تو سختی کے ساتھ اوست
محنت کا عادی کریں اور پیشہ کے طور پر بیک مانگنا تو یہاں جرم ہے۔ غیر تعلیم یافتہ
تو آپ کو ایک متنفس بھی اس ملک میں نہیں مل سکتا۔ بچوں کو (طے لڑکیوں سب کو)
۷ برس کی عمر سے ۱۴ برس کی عمر تک مدرسہ جانا لازمی ہے نہ جاویں تو گورنمنٹ کی
طرف سے ماں باپ کو جرمانہ دینا پڑے۔ جیسے ہمارے یہاں ٹیکہ لگوانا لازمی ہے
ویسے یہاں تعلیم لازمی ہے۔ غریبوں کو مفت دیجاتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ملک
کا وقت قریب آیا۔ اور میں جو کہہ رہا تھا وہ نہ کہہ سکا۔ مختصر یہ کہ مغربی تعلیم کے
اصول کی صحت کی یہ دلیل ہے کہ جاپان نے انہیں اصولوں کی بدولت یہ ترقی حاصل کی
چین۔ ایران۔ افغانستان۔ ایشیائی۔ اور یورپین روم۔ مصر تمام ممالک کے لوگ
انکی تعلیم کے اصول پر اپنے لوگوں کو تعلیم کر رہے ہیں۔ ترک پروفیسر جیہاں کیو جیہاں
ترکی پڑھاتے ہیں اور جس کا نام خالد خلیل ہے، وہ ان سے مجھے معلوم ہوا کہ مصر اور ترکی
میں سلمان خوش باش بیگمات اکثر ملے۔ (میں سمجھتی ہوں اور بعض انگریزی اور چینی
بھی خوب صاف لکھ بول سکتی ہیں۔ وہاں کی بیگمات نے اکثر انگریزی لباس بھی اختیار کر لیا
ہے۔ خیر یہ دوسری بحث ہے اس کا یہاں موقع نہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ خالو صاحب قبلہ کو احمد علی کوڈاکڑی کے واسطے تیار
کرنا چاہیے۔ پانچویں یا چھٹی جماعت کے واسطے گھر پر پوری توجہ اور صرف کیساتھ
تیار کر کے علی گڑھ کالج بھیج دینا چاہیے۔ یا اگر اسکی علیحدگی شناس ہو تو زیادہ سے زیادہ
انٹرنس پاس کرنے کے بعد اسے ضرور علی گڑھ روانہ کر دینا چاہیے۔

مجھ کو بھی یہ بحث اور طے کرنے تھی۔ (۱) کہ ہمارے ہندوستانی مسلمان انگریزی
تعلیم سے کیوں نفور رہتے اور ہیں۔ میرا جواب یہ ہو کہ ابتداً کچھ حکومت جانکی وجہ سے
کچھ اس تکبر و بھائی کی وجہ سے کہ دنیا کی جس قدر علوم ہیں سب مسلمانوں میں موجود ہیں اور

انگریزوں نے ہم ہی سے سیکھے ہیں۔ انگریزی زبان لغو ہے۔ اور ان کو کوئی علم آتا جاتا نہیں۔ کچھ اس سبب سے جن علما و فقرا پر ہمارے لوگوں کا اعتقاد تھا اور مکی بیرونی کرتے تھے۔ وہ اتنی ہمت کے آدمی تھے کہ مغربی علوم کو سیکھتے اور انکی یا نزدیکی کرتے یا انہیں اختیار کر لیتے۔ آجکل اسوجہ سے زیادہ چرچہ ہم لوگوں میں تعلیم کا نہیں کہ ابھی مغربی تعلیم کا جسکے ہمارے گھروں اور مجلسوں میں نہیں پیدا ہوا۔ شیخ سعدی اور حافظ کا نام تو ہر عورت بچہ جانتا ہے۔ ان کا ذکر گھر میں کرتے ہو تو سب دلچسپی سے سنتے ہیں۔ لیکن مجنوں سے نہ لوگ زیادہ تر واقف نہ ان کے تذکرے ہمارے گھروں اور مجلسوں میں ہوں۔ نہ ادنیٰ قدر و کیفیت کا کوئی اندازہ کر سکے۔ خالی

ہن کے منی مرغی، جو ہم گھر میں سنتے ہیں نہ اوس سے کوئی محفوظ ہو سکے نہ اوس کا چرچہ ہر نامکن ہو۔ ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ۱۵ برس پہلے خود انگریزوں کی بھی کیفیت تھی جو ہماری آجکل ہے۔ ان کے پادری (Scientist) کو اٹیس کی ایجاد کے ساتھ تبصیر کرتے تھے۔ انجن اور مشین کے نام سے ایسے بھاگتے تھے جیسے ہم فل کے پانی سے بہاگتے ہیں۔ ڈاکٹری اور جراثیمی کو گناہ سمجھتے تھے۔ ہر ایک چیز کی قدر اسوجہ سے کرتے تھے کہ وہ پرانی قدیم ہے پھر ایک وہ زمانہ آیا کہ ہر چیز پرانی بڑی اور لغو سمجھے جانے لگی۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جو چیز واقعی مفید معلوم ہوتی ہے اسے اسے اختیار کرتے ہیں۔ اور اب بھی ہم لوگوں سے کچھ ایسے بڑے ہوئے نہیں ہیں کہ ہم ان جیسے ذہن سکیں لیکن کوشش شرط ہے۔ اور یہ خیال شرط ہے کہ ہر شخص دل سے سب اپنانے وطن کا بھلا چاہے۔ اپنا ذاتی بھلا کافی سمجھ کر نہ بیٹھ رہے۔

(۲) دوسرا بحث یہ کہ انگریزی زبان میں کیوں تعلیم کریں عربی میں یا فارسی میں کیوں

کریں۔ ہم عربی اس واسطے ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف ہمارے مذہب و ایمان کا سرچشمہ و مجموعہ ہے وہ عربی میں ہے علاوہ ازیں یہ بحث پھر کبھی لکھوں گا۔

(۲۰) گو مرہم ابھی چندے انگلستان میں رہ کر (ایل۔ ایل۔ وی) کی ڈگری اور نینر دیگر ڈگریاں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور ہائی کورٹ لندن میں انزول ہو کر بیرسٹری کے کام کا تجربہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور ان کے والد کا بھی تقریباً ایسا ہی الزام تھا۔ انہیں بھی اونی واپسی میں عجلت نہیں تھی کہ اتفاقاً مسٹر ابورضا سٹی مجسٹریٹ حیدر آباد کا انتقال ہو گیا اور اس طور پر سٹی مجسٹریٹ کی خدمت خالی ہوئی۔ اور مولوی عزیز مرزا صاحب جو اس وقت جرنیشن واپس کر ڈی مدر المہام سرکار عالی تھے۔ انہوں نے معین المہام بہادر صاحب سے ذکر کیا کہ منشیہ میں آپ کا قصد سید محمد بشیر الدین خان صاحب کی نسبت نظامت دیوانی ضلع پر تقرر کا تھا مگر وہ بوجہ اسکے کہ اور سرت تک بی۔ اے پاس نہیں کر چکے تھے ملازمت باج تعلیم سمجھ کر درخواست کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ اب چونکہ انگلستان میں وہ کمیشنر بی۔ اے ہو چکے ہیں۔ اور ایل۔ ایل۔ بی کی تعلیم بھی ختم کر چکے ہیں اور بیرسٹری ہو چکے ہیں اور لندن ہائی کورٹ میں انزول ہو کر کام کا تجربہ کر رہے ہیں۔ اور نظامت فوجداری بلوہ کے لئے ایسی ہی مستند تعلیم یافتہ لایٹ شخص کی ضرورت ہے اور وہ بلحاظ آبائی حقوق کے بھی ہنایت سخت ہیں اور یقیناً ان کا تقرر صیغہ عدالت کے لئے بہت کچھ مفید ہو گا لیکن کے خاندانی حقوق اور ذاتی لیاقت سے خود آپ سبجری واقف ہیں۔ اگر جملہ لحاظات سے قدرت مذکورہ کے لئے اولیٰ انتخاب فرمایا جائے تو مناسب ہو گا۔ اس کے جواب میں نواب فخر الملک بہادر معین المہام عدالت نے فرمایا کہ مجھے اس امر سے اتفاق ہے کہ اولیٰ انتخاب پیش کیا جائے۔ آپ ان کے والد کو تحریک کا مشورہ دیجئے اور ان کی تحریک اپنی رائے کے ساتھ جلد سے پاس سمجھ دیجئے۔ اسکی بنا پر صاحب موصوف نے ان کے والد کو حالات سے مطلع کر کے تحریک کا مشورہ دیا اور لکھا کہ آپ فوراً انہیں انگلستان میں طلب کر لیجئے ان کے والد نے حسب مشورہ تحریک کر دی اور انہیں بذریعہ تار بحلیت واپسی ہندوستان کا حکم دیا۔ محمد صاحب نے بغور و صلی تحریک اپنی رائے لکھ کر معین المہام بہادر

کے ملاحظہ میں پیش کر دی اور معین المہام بہادر نے با اتفاق رائے مستعمر مرحوم کے تقرر کی سفارش فرمائی۔ مستعمر صاحب اس کارروائی کو مدار المہام بہادر کے ملاحظہ میں نہیں پیش کر چکے تھے کہ اعلیٰ حضرت خلد مکان کا ادن پر حجاب ہوا اور وہ چند اشخاص کے ساتھ خارج البلد گئے گئے۔ اور مستعمری عدالت و کوثر والی وغیرہ پر نواب نظامت جنگ بہادر کا منصرمانہ تقرر ہوا اور انھوں نے مستعمری کا چارج لیا۔ اور مولوی عزیز مرزا صاحب نے چارج دیتے وقت کارروائی مذکورہ بطور خاص ادن کی تفویض کر کے ادن میں ضروری حالات سمجھا کر یہ کہہ دیا کہ آپ جلد اس کارروائی کو مدار المہام بہادر کے ملاحظہ میں پیش کر کے۔ اس کا تصفیہ کر لیتے۔ اور مرحوم کے والد کو بھی اس واقعہ سے مطلع کر دیا۔ چونکہ اسی کے قریب زمانہ میں پیش گاہ حضرت منفرت مکان سے کسی اور شخص کا نظامت فوجداری بلکہ پر تقرر ہو گیا۔ اسوجہ سے نواب نظامت جنگ بہادر نے مزید کارروائی نہیں کی۔

(۲۱) دیگر شخص کے تقرر نظامت فوجداری بلکہ سے قبل جو نیکو مرحوم اپنے والد کے حکم کی تعمیل میں ہندوستان روانہ ہو چکے تھے۔ اسوجہ سے بعد اطلاع ادن کے والد کو بھی دہلی سے ادن کے روکنے کا موقعہ نہیں رہا۔ اور اس کا سخت افسوس ہوا۔ کہ ادن کی واپسی قبل از وقت عمل میں آئی جبکی وجہ سے ضروری کام رہ گیا۔ چونکہ وہ (پرشیا) نامی جہاز پر روانہ ہو چکے تھے جو ۲۴ جنوری ۱۹۱۷ء کو صبح کے ۶ بجے بندر گاہ بمبئی پر آپہنچا۔ مرحوم کے والد ۲۵ جنوری ۱۹۱۷ء سے ادن کے آمد کے انتظار میں تاج محل ہٹل میں مقیم تھے اور گو پریشیا کے داخل بندر گاہ ہونے کا علم ہو چکا تھا۔ لیکن چونکہ مسافر وقت مہینہ سے قبل نہیں اتر سکتے اس وجہ سے وہ مسافروں کی ازبے کے وقت بندر گاہ پر گئے اور مرحوم کو اپنے ساتھ لے کر ہٹل مذکور میں آ گئے۔ اور خداوند کریم کا شکر ادا کیا کہ اس نے بحیرہ عافیت ادن میں کامیابی کے ساتھ بمبئی پہنچا دیا۔ اور مرحوم سے وہ مفصل حالات بھی بیان کر کے جنگی وجہ سے وہ لوگ طلبی پر مجبور تھے۔ اور سوا اتفاق سے اس کا جو نتیجہ ہوا وہ بھی کہہ دیا۔

(۲۲) بعد مرحوم کے والد کی رائے یہ قرار پائی کہ بحالات موجودہ مناسب یہ ہوگا کہ بیٹی ہائی کورٹ میں مرحوم انزول ہو کر بیٹی میں پراکٹس شروع کر دیں تاکہ قانونی پیشہ کے کام کا تجربہ ہو۔ عاقل حد تک جو ڈیشیل ملازمت کے لیے بھی مفید ہوگا۔ لیکن اس سے متعلق جب بیٹی کے اہل الرائے اشخاص سے مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ بیٹی ہائی کورٹ میں اولاً انزول ہونا بہت مشکل ہے اس لیے کہ بیٹی ہائی کورٹ کی سیرسٹری کی معینہ دہری ہے مزید سیرسٹریوں کو انزول کرنا ہائی کورٹ کی مصلح کے خلاف ہے اسی وجہ سے بڑے سیرسٹری کی ایسی درخواستیں نامنظور ہو رہی ہیں۔ اور بصورت انزول ہو جانے کے بھی بلا واسطہ سولیسٹوں کے کام میں اہل سکتا اور سولیسٹ بلحاظ اپنی اغراض کے عمل رکھتے ہیں جیسے جس قدر مناسب سمجھتے ہیں کام دیتے ہیں یا نہیں دیتے ہیں۔ مرحوم کی طبیعت جس قسم کی تھی اس سے اونہی اور سولیسٹوں سے موافقت مشکل معلوم ہوتی تھی بہر حال چونکہ مرحوم کے والد اذن کے لیے بہت بے قرار تھیں اور جلد اذن سے ملنا چاہتی تھیں اور وہ خود بھی دہلی جانے کے لیے مستعجل تھے۔ لہذا اذن کے والد نے مناسب سمجھا کہ وہ انہیں پہلے دہلی جانے دیں۔ تاکہ وہ اپنے اطاعت اور اعزہ سے مل آئیں اسکے بعد انزول ہونے کی درخواست کرنی چاہیے۔ ورنہ کام شروع کرنے کے بعد دہلی جانا مشکل ہوگا اور انہیں دہلی روانہ کر دیا۔ وہاں سے ماہ مارچ میں مرحوم اور نگ آباد واپس آئے اور چونکہ اس وقت بیکز اسکے چارہ نہیں تھا کہ جو ڈیشیل ملازمت ملنے تک کسی ایسے کام میں انہیں مصروف رکھا جائے جس سے ان کی تعلیم مستغیر رہے۔

(۲۳) چیف میٹس ہائی کورٹ بیٹی مرحوم کے والد کو جانتے تھے اور مرحوم کی لیاقت سے متعلق ساری ٹیٹل بہت غیر سمجھتی تھے۔ جسے معلوم ہوتا تھا کہ مرحوم غیر سمجھتی دل و دماغ کے آدمی ہیں۔ ان وجہ سے کامیابی کا خیال ہوتا تھا لہذا مرحوم کے والد کی بھی رائے قرار پائی کہ وہ ہائی کورٹ میں انزول ہونے کے لیے درخواست کر دیں۔ لہذا انہیں ۵ مارچ کو

بھٹی روانہ کر دیا اور انھوں نے ۲۹ مارچ کو ٹائی کو رٹ میں انزول ہونے کے لئے درخواست پیش کر دی۔ جس کے جواب میں رجسٹرار ٹائی کو رٹ میٹی نے بذریعہ مراسلہ نشان سورخہ ۶ اپریل ۱۹۷۱ء چیف جسٹس صاحب اور جسٹس صاحبوں کی بالاتفاق منظوری درخواست کا اطلاق دے کر پانچویں پیر فیس کے داخل کرنے کے لئے لکھا۔ ۸ اپریل ۱۹۷۱ء کو رقم مذکورہ داخل کر دی اور ۱۰ اپریل روز دوشنبہ کو بوقت گیارہ بجے دن کے بغرض انزول کے جانے کے مرحوم کو طلب کیا گیا۔ چنانچہ مرحوم بوقت مذکور ٹائی کو رٹ میں گئے اور جب قاعدہ انہیں انزول کر دیا گیا۔ مسٹر کپٹن سرسٹیکر کے فرم میں مرحوم شریک ہو گئے۔ (۲۴) مسٹر کپٹن نے ایک ٹی پارٹی کی تقریب میں ۸ اپریل کو میٹی کے اکثر سرسٹیکر اور قانون پیشہ اشخاص کو بلا دیا اور ۹ اپریل کو ٹیج کی دعوت دی مرحوم نے ہی اونہیں ۱۰ اپریل کو مع اون کے بھائی کے تاج محل ہوٹل میں ڈنر دیا۔ اور ۱۱ اپریل روز دوشنبہ کو مرحوم بھٹی سے اورنگ آباد روانہ ہو گئے اسلئے کہ میٹی میں گرمی زیادہ تھی اور گرمی سے ہون کے جسم پر گرمی مانہ نکل آئے تھے۔ اور قریب تیس ٹائی کو رٹ میٹی تعطیل گرامی وجہ سے بند ہونے والا تھا اور تا امتحان ٹائی کو رٹ پر اکٹس کا موقع نہیں تھا اور اسی روز شب کے بارہ بجے کے قریب بخیر و عافیت اورنگ آباد پہنچے اور گراں وقت اون کا امداد اورنگ آباد میں ایام گراما بسر کر کے میٹی واپس جانے کا تھا۔ (۲۵) چونکہ لوگوں کو ان کے انزول ہونے اور کام شروع کرنے کی اطلاع ہو گئی تھی مگر مینا دپر بمضامیل مقامات اون کے پاس اورنگ آباد پہنچے اور انھوں نے اپنے مقدمات ان کی تفویض کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور مقامات کے حالات اونہیں سمجائے منجملہ اون کے ایک سری قادی شاہ صاحب تھے جن کے والد جیاجی رائے سندھیا مہاراجہ گوالیار کے مرشد تھے۔ امدادہ مواضع کی نوکی جاگیر جو ضلع مہرا میں واقع تھی مہاراجہ بہادر نے تحریک فرما کر بالملک اپنے دیاست میں منتقل کرائے تھے۔ چونکہ صاحب موصوف نے

سری قادر شاہ صاحب کو بہت ہی کم عمر چھوڑ کر انتقال کیا تھا۔ اسلئے ریاست سے
 اوکی جاگیر وغیرہ کا بصیغہ کورٹ آف وارڈز انتظام کیا گیا تھا اور نابالغ بھی نگرانی
 کورٹ آف وارڈز تھے۔ اون کے والد کے ساتھ جو طریقہ عمل قیصر بکریم کار کھا گیا تھا
 وہی طریقہ نابالغ کے ساتھ بھی ملحوظ رہتا اور جو دیگر جاگیرات مرحوم کے ملک سرکار نظام
 یا سرکار انگریزی میں واقع تھے وہ بھی ریاست کے صیغہ کورٹ آف وارڈز کی
 زیر نگرانی تھے۔ ضلع احمد نگر ملک سرکار انگریزی میں جو چار موافعات جاگیر تھے وہ بصیغہ
 انعام بوجہ فوجی جاگیر دار ضبط تھے۔ اور بوجہ کم تو جی کورٹ آف وارڈز ریاست اس
 وقت تک وگرائسٹ نہیں ہوئے تھے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ اون موافعات
 کی آمدنی بدامانت ضلع مذکور میں جمع ہو چکے تھے۔ اور گو قادر شاہ صاحب کی عمر
 چھ بلوغ سے تجاوز ہو گئی تھی۔ لیکن عمدہ داران صیغہ کورٹ ریاست کی رائے
 میں وہ اس قابل نہیں تھے کہ نگرانی کورٹ اٹھایا جائے۔ اور اوکی خواہش یہ تھی کہ وہ
 خود مختار ہو جائیں۔ اور مہاراجہ بہادر خلاف رائے عمدہ داران اس میں خود مختار
 کرنے میں متامل تھے۔ اور تحصیلدار جاگیرات واقع ملک سرکار نظام بولوی قلیب الدین
 صاحب تھے۔ جنکے مقاصد زیادہ تر اون کے خود مختاری پر مبنی تھے۔ لہذا انھوں نے
 شاہ صاحب کے ذہن نشین کر دیا کہ جاؤ چونکہ نہایت کثیر ہے لہذا راجہ صاحب
 نگرانی کورٹ سے وگرائسٹ نہیں کرنا چاہتے۔ نہ آئندہ وگرائسٹ کی امید ہے
 سیکے کہ وہ مجبور ہوں۔ اور بہتر تدبیر یہ ہے کہ آپ بلا اطلاع راجہ صاحب کے
 گوالیار سے ملک نظام میں چلے جائیں اور اپنی جاگیرات واقع ملک سرکار نظام
 پر آپ کو قبضہ دے دوں گے۔ اسطور پر آپ با اختیار ہو جائینگے۔ اور اس کے بعد
 آپ کو دیگر جاؤ بھی مل سکے گی۔ چنانچہ شاہ صاحب نے یہی کیا اور راجہ صاحب نے
 سرکار نظام کو شاہ صاحب کو نااہل ہونے اور صیغہ کورٹ کے انتظام کی ضرورت

بادکرا کے جاگیرات پر کورٹ کا قبضہ ہونے کی درخواست کی اور اپنے ہاں کے
 چیف جسٹس کو پیر وی کے لئے بیجا گروچک نہ شاہ صاحب مسلوب الحواس تھے و ناقابل
 انتظام جاگیرات تھے۔ بالآخر سرکار عالی نے مہاراجہ بہادر کی درخواست نامنتور کی۔ اور
 شاہ صاحب کا قبضہ جاگیرات پر بحال رکھا۔ ہذا وہ چاہتے تھے کہ مہاراجہ گوالیار پر
 نالش کر کے اون سے اپنی جاگیرات وغیرہ پر قبضہ لیں۔ اسلئے وہ مرحوم کے پاس گئے
 تھے اور ان سے یہ خواہش کی تھی کہ پہلے آپ ضلع احمد نگر کے جاگیرات و انزاشت کر لیں
 اور محفل مجتہدہ وصول کیجئے اس کے بعد اس روپیہ سے باجوہ صاحب پر نالش کیجئے مجھ
 نے جب حالات معلوم کیئے تو انہیں تحقیق ہوا کہ گورنر بھی شاہ صاحب کے نام سب لے جاگیر
 و اسٹور دار محفل مجتہدہ سے متعلق رائے لکھ چکے مگر بوجہ عدم پیر وی ہندو اس تحریک کے موجب
 سکرٹری آف اسٹیٹ کی منظوری نہیں حاصل ہوئی جس سے متعلق کارروائی کی ضرورت
 ہے۔ بعد منظوری سکرٹری آف اسٹیٹ جاگیرات پر بھی قبضہ مل جائے گا۔ اور محفل
 بھی وصول ہو جائے گا۔ چونکہ اس زمانہ میں تعطیل گراما شروع ہو گئی تھی مرحوم نے شاہجی
 کو یہ جواب دیا کہ ختم تعطیل گراما کے بعد آئے تو کارروائی شروع کی جائے گی۔ و حقیقت یہ
 بہت نامی مقدمہ تھا۔ جس میں فیس بھی ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ملنے کی امید تھی اور اس
 میں کامیابی اور کمی شہرت کا باعث تھی۔ اولاً تو شاہ صاحب نے ختم تعطیل گراما کے بعد پیر
 وی کے لئے آنے میں دیر کر دی۔ سو اس کے ختم تعطیل گراما کے بعد مرحوم کا مزاج بھی اچھا
 نہیں رہا۔ انگلستان کی سرد آب و ہوا سے چونکہ ہندوستان کے گرم ہوا میں آنا پڑا
 بعد قریب ہی نافر میں یہاں گئی شروع ہو گئی جس کا مقابلہ اون کے لئے دشوار تھا اس
 وجہ سے اور نیز انگلستان میں سونچ مرچ کا استعمال مطلقاً نہیں تھا۔ نہ ہندوستانی
 مصالحہ ہاں کام میں آتا تھا باوجود جت یا طے کے بھی ہندوستانی مصالحہ کا مع کسی قدر سرخ
 مرچ کے کھانا کھانا پڑتا تھا اس سے بھی بھوک نہیں نقصان ہوا۔ اور سخت پیش ہو گئی جس میں

کئی ماہ تک وہ مبتلا رہے۔ ادن کے والد ابتدا ہی سے بیرسٹری کے مخالف تھے اور ادن کی رائے تھی کہ مرحوم سرکار نظام کی ملازمت اختیار کریں اسلئے کہ بجز مرحوم کے ادن کے خاندان میں کوئی شخص قابل ملازمت باقی نہیں بچھا۔ وہ چاہتے تھے کہ سلسلہ ملازمت جو کئی پشت سے چلا آتا ہے۔ آئندہ بھی قائم رہے۔ لہذا وہ مان دیا پی بی بی تھے۔ اور سرکار عالی میں ادن کی ملازمت سے متعلق کارروائی کر رہے تھے۔ چنانچہ مرحوم ادن زیری ڈسٹرکٹ جج مقرر ہو گئے تھے تاکہ عدالتی کام کا عملی طور پر تجربہ حاصل کریں اسوجہ سے وہ بی بی واپس نہ جاسکے۔ اور شاہ صاحب جب ان کے ڈسٹرکٹ جج کے بعد پہنچے تب انھوں نے بوجہ سرکاری خدمت کے معذرتی ظاہر کی اور انہیں ضرورتی ہایت دیکر کسی اور بیرسٹر کے پاس بھیج دیا۔

(۲۵) گو بی بی کے بیرسٹروں اور دیگر قانون پیشہ اشخاص نے ادن کے خیال ملازمت سرکار عالی سے سخت مخالفت کر کے بارہا انہیں ادن نقصانات سے مطلع کیا جو ملازمت میں لازمی تھے اور نیز ادن کے والد کو بھی اس سے متعلق بہت کچھ لکھا لیکن ادن پر سرکار عالی کی عقیدت اور خیر اندیشی اس قدر غالب تھی کہ وہ مقابلہ سرکار عالی کے اپنے ذاتی نقصانات جس قدر ہوں انہیں گوارا کرتے تھے اور اس کے برعکس جس قدر فوائد ہوں ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جب ادن میں مالی فوائد سمجھائے جاتے تھے تو نہایت لاپرواہی کے ساتھ یہ کہہ دیتے تھے کہ دیگر مقامات کی کثیر آمدنی سے سرکار عالی کی ٹھوڑی ہی آمدنی ابھی ہے اور نقصانات جتنے بھی آتے ہیں تو کہتے تھے کہ اس قسم کے واقعات ہر گورنمنٹ میں پیش آنے ممکن ہیں۔ ہر چند بعض مدبران بی بی نے سچا یا کہ اگر ملازمت ہی کرنی ہے تو سرکار انگریزی کی ملازمت کرنی چاہیے۔ جو بلا وقت مل سکتی ہے۔ اور بعض اہل حکومت اس سے متعلق امداد پر آمادہ ہیں۔ ریاست کی ملازمت میں بڑی خرابی یہ ہے کہ نہ علم و لیاقت کی کچھ قدر ہوگی۔ نہ خدمات کی کچھ قدر ہوگی۔ اسلئے کہ وہاں کا طریقہ عمل

بیشتر سازشوں اور مخالفت اثرات پر مبنی ہے نہ کسی کے علم و لیاقت کو کئی سمجھتا ہے نہ کام کو
 کما حقہ غور کر کے کارگزاری کی نسبت رائے قائم کی جاتی ہے نہ کارگزاری کا بروقت
 صلہ دیا جاتا ہے۔ نہ صرف لیاقت و کارگزاری سے کسی شخص کو بجز خاص قسم کے اثرات
 اور مذاہم کے ترقی مل سکتی ہے۔ پس ریاست کی ملازمت میں مرحوم کو بھینسانا اور
 مضرب ہے۔ لیکن مرحوم کے والد کچھ متاثر نہیں ہوئے۔ اور مرحوم نے اپنے والد کی مرضی
 سے سر مو جواز نہیں کیا۔ حالانکہ مرحوم کے انزول ہونے کے قریب جن بیرسٹر ملک
 کام شروع کیا تھا۔ انکی آمدنی مرحوم کی مددگاری معتمدی تک اس قدر ہو گئی تھی کہ وہ بشاپہر
 مرحوم محروم رکھ سکتے تھے اور مرحوم کو ملازمت سے باز رکھنے کے لیے بہت کچھ لکھ چکے تھے
 اور خود مرحوم بھی نتائج کو سمجھ کر ملازمت کو برا سمجھنے لگے تھے۔ لیکن صرف اپنے والد کی
 آرزوگی کے خیال سے ملازمت سے باز نہیں آسکتے تھے +

(۲۶) اسی کے قریب زمانہ میں دہلی میں شہنشاہی دربار تاج پوشی ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء
 میں قرار پایا تھا۔ اور اکثر بیہی کے بیرسٹر اور سولیسٹر دربار مذکور میں شرکت کی فکر کر رہے تھے
 مرحوم کو بھی شرکت دربار کا خیال پیدا ہوا۔ چونکہ انکی والدہ کی جاگیر ضلع بلدانہ۔ ملک برہ
 میں واقع تھی اس سے متعلق انہوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع مذکور کو لکھا کہ آپ شرکت
 دربار کے لیے اپنے ضلع کے معززین کا نام پیش کریں گے۔ لہذا اس کا میں بھی مستحق ہوں
 کہ اون میں میرا نام بھی شریک رہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے ضلع مرحوم کی اس استدعا
 کو بخوشی منظور کیا اور جو تحریر ایک انھوں نے کی اس میں مرحوم کا نام بھی پیش کر دیا۔ اور بعد
 منظوری گورنمنٹ انکو مطلع کر دیا۔ اس طور پر بھی دربار میں مدعو ہو گئے چونکہ ۱۲ دسمبر کو دربار
 قرار پایا تھا۔ لہذا ضرور تھا کہ یہ تبلیغ دربار سے قبل دہلی پہنچ جائیں۔ پس نومبر کے آخری
 ہفتہ میں یہ اوڑگ آباد سے دہلی روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد انہیں بہت سے
 مہمانوں کے قیام اور خوب نوش کا استکلام کرنا پڑا۔ اکثر ایسے اشخاص جن میں مرحوم سے تعارف

معاویہ زمانہ میں دہلی آگئے تھے۔ انہیں رہنمائے تحریک صاحب شیعہ بلدانہ کارڈر تو ملا۔ لیکن وہ کارڈر چونکہ اسلحہ اور ہتھیار نہیں تھا۔ لہذا مرحوم چیف کفتر صاحب سینٹرل پرنسپل سے ملے اور ان سے بیان کیا کہ وہ مسلمان مغرب الا قلعے کی نسل سے اور ان کے بزرگ مسلمان مغلیہ کے اعلیٰ درجہ کے معزز امراء و جاگیرداروں میں سے تھے اور ان کے دادا سلطنت مغلیہ کے چیف جسٹس اور اعلیٰ درجہ کے امراء سلطنت میں سے تھے اور ختم سلطنت مغلیہ تک ان کے بزرگوں کو مسلمان مغلیہ سے تعلق رہا۔ اور نہایت واجب التعمیم سمجھے گئے اور ان کی سلطنت کے بعد سے گورنمنٹ آف انڈیا کے خیر خواہ رہے۔ خصوصاً شاہ شہزادہ کے عہد میں بعد ان کے سرکار نظام کے ہاں اعلیٰ عہدوں پر مامور ہیں۔ پس جس درجہ کا کارڈر محترم ہوا ہے۔ اس کے استعمال میں تامل ہے لہذا میں شرکت و مبارک سے معافی چاہتا ہوں۔ اگر مجھے شریک و مبارک فرمایا جاتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا کارڈر محترم ہو۔ کارڈر محترم شدہ کے استعمال سے میں اپنی تذلیل خیال کرتا ہوں۔ چیف کفتر صاحب نے حالات سمجھنے کے بعد مرحوم کو اعلیٰ درجہ کا کارڈر (بلاک سی نمبر ۳۳۳) عنایت فرمایا۔ تاریخ وقت مبینہ پر مرحوم نے شرکت و مبارک شرف حاصل کیا اور ۱۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک دوسرے سبز کارڈ کے ذریعہ سے شہنشاہ سے ملے اور وہ بارے متعلق کل جلسوں میں شریک رہے اور سرکار نظام کے اعلیٰ امراء و عہدہ داروں اور ریڈیسی کے حکام سے جدا بار میں مدعو تھے۔ بار میں بھی ملے اور نیز دیگر جلسوں میں اور سب سے ایک حد تک مرحوم سے تعارف ہو گیا۔

اس سفر میں مرحوم نے اپنے بلاد خود حافظ نذیر الدین صاحب کا عقد بھی حضورناؤ کے خاندان میں کرادیا۔ تاکہ معذرت کی حالت میں آئندہ ان کا ایک رفیق اور مددگار رہے۔ اور سلسلہ نسل بھی قائم رہے۔ اور آخر جنوری ۱۹۱۲ء میں مرحوم دہلی آگئے۔

(۲۷) چونکہ اس زمانہ میں مہاراجا دیاں طاعون کا شدید دورہ ہوا تھا۔ اس وجہ سے اعلیٰ حضرت بغرض تبدیل آب و ہوا دہلی آگئے تھے۔ یہاں مرحوم علی حضرت

کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے۔ اور چونکہ اعلیٰ حضرت کو مرحوم کے علم و فضل اور ان کے بزرگوں کے خاندانی حالات اور اعلیٰ خدمات کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ لہذا اعلیٰ حضرت کی نظر مکرست اولن پر منزول رہی۔ اور اعلیٰ حضرت نے انہیں بفرط نوازش نواب میر شجاعت علی خان صاحب بہادر صاحبزادہ باقبال کے تسمیہ عرفی کی تقریب کے ڈنر میں ہمراہ ۱۲ سالہ کو مدعو فرمایا اور بعد ازاں نواب میر احمد علی خان صاحب بہادر صاحبزادہ اقبال مندی سالگرہ کی تقریب کے ڈنر میں ۱۲ سالہ کو مدعو فرمایا اور مرحوم دونوں دعوتوں میں اعلیٰ حضرت کے ڈنر میں شرکت سے شرفیاب ہوئے اسی زمانہ میں سرسین اسلطنہ بہادرہ کشن پرشاد بہادر مدار الہام سرکار عالی کی خدمت میں انہیں اکثر بار بار کامرتبہ ملا اور نیز نواب کرنل سرائفسر الملک بہادر اور مولوی نور اللہ شاہ صاحب اور ڈاکٹر شاہ میر خان صاحب اسٹاف سرجن اور نواب بلوق جنگ بھلورائی سے اور مولوی احمد حسین صاحب چیف سکریٹری اور اکثر اعلیٰ حضرت کے اسٹاف کے لوگوں سے ملاقات رہی اور سب حضرات کے دل میں مرحوم کی وقعت پیدا ہو گئی اور انک آباد سے اعلیٰ حضرت کی واپسی کے وقت مرحوم بھی بیلوے سٹیشن پر گئے اور اعلیٰ حضرت کو نذر دی۔

بعد ازاں جبکہ اعلیٰ حضرت امیر شریف سے براہ نماز بلکہ واپس تشریف لاتے تھے۔ تب بھی مرحوم اپنے والد کے ساتھ نماز گئے اور وہاں اعلیٰ حضرت سے ملے اور قیام اسپیشل اعلیٰ حضرت اور ان سے التفات کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ اس طرح پراملی حضرت مدظلہ العالی سے ایک مددک مرحوم کا تعلق ہو گیا۔

(۲۸) ان کی واپسی پاکستان سے قبل چونکہ سرکار عالی میں (نظامت دار القضا سوسٹی) ملی ہوئی تھی جو مذہبی خدمت تھی اور جس کے لئے مستند عالم علوم و نیات کی ضرورت تھی۔ اور بجا غلط تعلیم کے۔ یہاں کی موجودہ مسجد داروں سے مزین تھی۔ لہذا ان کے والد

باظہار ان کے حالات کے سرکار سے درخواست کی کہ امیدداران خدمت مذکورہ کے ساتھ بجاظ قابلیت کے ان کے حقوق پر بھی غور کیا جائے۔ جسکی بنیاد پر سید صاحب عدالت نے بذریعہ مراسلہ نشان مورخہ ۸۔ اوی ہشت سہ سالہ بانی کرٹ کو لکھا کہ اس خدمت کا انتظام پیشگاہ اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی میں قبل ازین گزارا نا جا چکا ہے۔ لہذا آئندہ بروقت خلوی جامدادان کا نام پیش کیا جائے +

اور بانی کرٹ میں اسکی تئیل میں ان کے والد سے اون کی لیاقت کے حالات بذریعہ مراسلہ نشان مورخہ یکم اوی سہ سالہ دریافت کئے گئے۔ جس کے جواب میں انھوں نے بذریعہ مراسلہ صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد نشان مورخہ ۳۱۔ اوی ہشت سہ سالہ کو لکھا کہ میرے اس لڑکے کا نام بشیر الدین احمد ہے جسکی ابتدائی تعلیم ہندوستان کے قدیم طریقہ تعلیم کے مطابق ہوئی اور علوم اسلامیہ کو مکمل طور پر پڑھ کر فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے بغرض امتحان وکالت قانون کی کتابیں پڑھیں اور امتحان کے لئے تیار ہوئے اوی زمانہ میں انھوں نے ایک عرصہ تک عدالتی عملہ کا ہر ایک صیفہ کا کام بھی سیکھا اور نیز تحقیقات و تجریر کا کام بھی۔ اس کے بعد انھوں نے انگریزی تعلیم میں کامیابی کی کوشش شروع کی چونکہ سہ سالہ تک میرا قصدا نہیں تھیں گے ہے انھیں صوبہ میں بھیجے گا نہیں تھا۔ اسوجہ سے میں سلسلہ تعلیم ختم کرنا چاہتا تھا۔ سرکار نے اوی زمانہ میں انھیں صدر منصفی دینے کا ارادہ فرمایا تھا اور درخواست پیش کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر چونکہ اسوقت تک یہ بی۔ اے پاس نہیں کر چکے تھے۔ اس لئے انھیں ملازمت شروع کرنے میں تامل تھا۔ یہ بی۔ اے پاس کرنے تک ملازمت نہیں شروع کرنا چاہتے تھے۔ اور بالآخر مجاخذ ان کے خاالت کے میں نے بھی انکی تعلیم کوئی نامناسب خیال کی اسوجہ سے نہ درخواست پیش کی گئی نہ سرکار کے خیال مستند کا

ظہور ہوا۔ ادبی اسے پاس کر کے بعد انہوں نے تکمیل تعلیم کے لیے انگلستان جانے پر اصرار کیا۔ لہذا میں نے بھی انہیں انگلستان ہیجڈ یا دہاں جانے کے بعد انہوں نے کیمبرج میں بی۔ اے کی تعلیم کے تکمیل کی اور نٹل لینگویج میں علوم اسلامیہ کو لیا اور دو سال میں تکمیل تعلیم کر کے کامیابی کو ساتھ کیمبرج کا بی۔ اے پاس کر لیا۔ سال مال میں انہیں ایم۔ اے کی ڈگری مل گئی ہرگی۔ پس علاوہ انگریزی کے ایم۔ اے ہونے کے یہ علوم اسلامیہ (یعنی فقہ۔ حدیث تفسیر وغیرہ) میں بھی ایم۔ اے ہونے پر سرٹری کی بھی سب امتحان پاس کر کے سند پیرسٹری حاصل کر چکے ہیں۔ ایل۔ ایل۔ بی کی تعلیم بھی یہ ختم کر چکے ماہ جن سنہ حال میں قوی امید ہے کہ انہیں کیمبرج سے ایل۔ ایل۔ بی کے بھی قانونی ڈگری مل جائے گی۔

چونکہ نظامت و اہل القضا ایک مذہبی عہدہ ہے جس کے لیے ضرور ہے کہ مستند عالم منتخب ہو۔ اور بطحاظ تعلیم قدیم کے یہ فارغ التحصیل ہیں۔ اور بطحاظ تعلیم جدید کے علوم اسلامیہ کے ایم۔ اے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے قانونی معلومات بھی انہیں اعلیٰ درجہ کی حاصل ہو۔ اس وجہ سے میں نے مناسب خیال کیا تھا کہ اس موقع پر یاد دہانی کروں تاکہ خدمت مذکورہ کے امیدواروں کی لیاقتوں پر بالمقابلہ سرکاری نظر سے مخلصانہ امتحان کے لحاظ سے انتخاب ہو سکے۔

گورنمنٹ تعلیم اور سارٹیفیکٹ بہت سے ہیں لیکن بالفعل میں دو، نقول کا پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ جو نقول مصدقہ اس کے ساتھ منسلک ہیں۔

نقل حرف (ایف) ایچ۔ جے ایڈورڈس ایم۔ اے ٹیوٹر۔ فیلو۔ اورڈین پیٹر ہوس کی وہ تحریر ہے جو انہوں نے سرٹریٹ فنی کی خدمت میں انکی سرٹری کے کال کے لیے کی تھی۔ چونکہ انہیں بہت مدت تک انکی نگرانی کرنے کا موقع ملا تھا۔ وہ جماعتات کے علم کے ساتھ ان کی نسبت طے قائم کر سکتے تھے انہوں نے کھانا ہے کہ وہ۔

تیس ہسٹریس - بی - اے - بی - اے - ممبر کالج ہذا کے قابل تشبیل اخلاق
کی تصدیق کرنے سے مسرت حاصل کرتا ہوں - ان کے زمانہ قیام
کیمبرج میں مجھے ان سے بخوبی واقفیت رہی ہے اور یہ ہمیشہ مجھ کو
نہایت غلیظ اور ہندب معلوم ہوئے ہیں ۔
اور آخر میں انھوں نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ :-
”میرے علم میں بلحاظ اخلاق اور بلحاظ علمیت کوئی شخص ان سے زیادہ
بیرسٹری کے کال کا مستحق نہیں ہے“

نقل حرف (ھ) - پرسی - ایچ - و نقلہ - بی - اے - ایل - ایل - ایم بیرسٹریٹ لا
کی تحریر ہے کہ جو ڈاکٹر تعلیم قانون ہیں - وہ لکھتے ہیں کہ :-
”مجھے ایک سال میں ان کی طرحائی کی کیفیت سے پوری - پوری واقفیت
رہی ہے میں ان کے مستقل طور پر باقاعدہ کام کرنے سے متاثر ہوا
ہوں اور اس سے ہی زیادہ اس ذاتی جدوت طبع سے جبکہ انہوں
ان کے کام سے ہوتا تھا“
آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ :-

”مجھے یقین ہے کہ میں ملک میں یہ چاہوں اس ملک کے پیشہ قانون
کے واسطے یہ موجب فخر ہوں گے“

ان دونوں تحریروں سے انہی ہندیب ان کے اخلاق ان کے رویہ کی نسبت بخوبی
رائے قائم ہو سکتی ہے - نقل حرف (ب) بیرسٹری کی سند ہے اور نیز نقل حرف
(ج) و (د) بھی بیرسٹری کے متعلق ہیں - نقل حرف (ف) بلٹی کورٹ لندن میں
ان کے انزول ہونے کی سند ہے - جہاں کچھ عرصہ تک انھوں نے کام کیا ہے - گو
ان کی گزارش اور زیادہ عرصہ تک بلٹی کورٹ لندن میں کام کا تجربہ حاصل کرنے کی تھی -

لیکن میں انہیں ہندوستان کے واپسی پر مجبور کیا اور غریب وہ ہندوستان واپس آتے ہیں۔ اسید ہے کہ بوقت خلوتے جاؤا و مناسب عدالت عالیہ ان کا انتخاب فرما کر سرکار میں بغرض منظوری پیش فرمائینگے۔ چونکہ مروری و آبائی حقوق سے انکی عدالت عالیہ خود بخود واقف ہے۔ اسلئے اسکے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خود عدالت عالیہ بوقت تحریک قادی حقوق بیان فرما سکتی ہے +

(۲۹) مائی کورٹ سرکار عالی نے تحریر مذکورہ پر غور کرنے کے بعد بذریعہ مراسلہ نشان مورخہ ۲۔ اسفند ۱۲۸۵ قمری مستند صاحب عدالت کو حسب ذیل تحریک کی۔

ہر تریل نقول صداقت نامہ جات گزارش ہے کہ مروری محمد بشیر الدین احمد خان جہاں مروری محمد نجی الدین خان صاحب ناظم عدالت ہائے صوبہ اورنگ آباد کے فرزند ہیں ان کے آبائی حقوق اور خدمات درمیانہ کے اظہار کی چندان ضرورت نہیں ہے سرکار و ملقبہم پر بخوبی روشن دہریا ہے کہ سرکار ابد قرار کے علم دوستی اور قدر شناسی کی وجہ سے ہمیشہ سے ان کے خاندان کے ارکان اکابر خدمات سرکاری پر ممتاز و مقرر رہے ہیں چنانچہ ان کے جہاں مروری محمد مرید الدین خان صاحب مرحوم عہدہ جلیلیہ محمدی سرکار پر فائز ہوئے اور من بعد ان کے چچا مروری محمد امین الدین خان صاحب کے سرکار سے بھی عزت اور منزلت عطا ہوئی۔ مروری معین الدین خان صاحب ناظم عدالت عالیہ ہونے لائے۔ مروری محمد نجی الدین خان صاحب نے جو خدمات اپنی اعلیٰ قابلیت کے لحاظ سے کی ہیں وہ مخفی نہیں ہیں۔ مروری محمد بشیر الدین احمد خان صاحب نے بھی مثل اپنے آباد اجداد کے اعلیٰ تعلیم پائی ہے۔ انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں بی۔ اے اور قانون میں بیرسٹری کی سند حاصل امتیاز سے حاصل کی ہے اسناد کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے اساتذہ ان سے بوجہ عمدہ اخلاق اور اعلیٰ قابلیت کے ہمیشہ خوشنود اور راضی رہے ہیں۔ اور ان کی لیاقت و اخلاق کی جھڑپ متعرف و ثنا خوان ہیں۔ لہذا انکو موجب فخر و

مہابات پیشہ قانونی تصور کرتے ہیں۔ جو قابل قدر ہے۔ امور متذکرہ بالا سے یہ منکشف ہے کہ انھوں نے مغل اپنے اب وجہ کے حصول علم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ ادب اب یہ امر صرف سرکاری پرورش دفتر دانی پر منحصر ہے کہ جس طور سے ان کے بزرگوں کی عزت افزائی فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح ان کی بھی قدر دانی فرمائی جائے اور جو امتیاز سرکاری خدمات کے اعتبار سے قدیم الایام سے اس خاندان کو حاصل رہا ہے وہ سرکاری فیاضانہ قدر دانیوں کی وجہ سے بحال و برقرار ہے۔ مولوی محمد فی الدین خان صاحب نے جو نیم سرکاری مورخہ ۱۲ اسفند ۱۳۲۷ء عدالت عالیہ میں بھیجی ہے اس کی نقل بھی منسلک ہے۔ یہ لحاظ رکھنی قابلیت اور قانونی معلومات کے صیغہ عدالت اور مال اور تعلیمات اور وضع قوانین میں جہاں سرکار مناسب خیال فرمائیں ان کے تقرر کا حکم صادر فرمادینگے۔ مراسلہ صدر عدالت عہدہ اورنگ آباد ۱۳۱۹ء مورخہ ۱۳۔ مئی۔ ۱۹۰۱ء بہشت ۱۳۲۷ء کی نقل بھی بھیجی جاتی ہے۔ جس میں سرکار نے ان کو صدر منصفی دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔

(۱۳) اسکے بعد عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر مارا لہام سرکار عالی نے بذریعہ پولیٹیکل برائیویٹ سکرٹری سید صاحب عدالت کو ان کے تقرر سے متعلق حسب ذیل حکم دیا۔

معلوم ہوا کہ سید بشیر الدین احمد کیمبرج کے گریجویٹ ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قانون خاص طور پر سیکھا ہے۔ ان کے والد مولوی محمد فی الدین خان سے سرکار بخوبی واقف ہیں۔ جنہوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کی خدمات انجام دی ہیں۔ ہر کیسٹنسی کی خواہش ہے کہ سید بشیر الدین احمد کو صیغہ عدالت میں کوئی مناسب حالات (یعنی عمدہ) خدمت دی جائے جس صیغہ کے کام کے واسطے وہ اعلیٰ عہدہ سے تیار ہیں۔ اس کی تفصیل میں معتمدی عدالت سے بذریعہ مراسلہ ۱۳۲۱ء مورخہ ۱۹ مئی ۱۳۲۷ء

عدالت عالیہ کو مدد سکیم کے تقررات میں یا کہیں خلی خدہ جائداد پر ان کا نام پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۳۱) چونکہ مرحوم کے عمر کا زیادہ حصہ تعلیم میں گزر گیا تھا اور تقرر میں دیر ہو رہی تھی جس سے یہ خطرہ پیدا ہوتا تھا کہ تین سالہ عمر کی تکمیل کے بعد یہاں کے قواعد کے بموجب انہیں خدمت دینے سے انکار کر دیا جائے گا۔ لہذا ان کے والد نے مدد المہام سرکار عالی کی خدمت میں حسب ذیل معروضہ پیش کیا۔

”مگر شہنشاہ میں مدد المہام اور معین المہام وقت بندہ ذوالفقار علی شاہ بخیر الدین احمد کا مدد منصفی پر تقرر فرمانا چاہتے تھے۔ مگر اسے تکمیل تعلیم کا عند تھا اسوجہ سے تقرر ملتوی رہا۔ اور وہ انگلستان تکمیل تعلیم کے لیے روانہ ہوا۔ وہاں اس نے کمیشنر کا بی اے پاس کیا۔ اور ایل۔ ایل۔ بی کی تعلیم ختم کی سیرسٹری کے امتحانات دیئے۔ اور ان کا قصد تھا کہ ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے واپس آئے۔ لیکن چونکہ بوڑھا صاحب مرحوم کے انتقال کی وجہ سے ان کی جگہ خالی ہوئی تھی۔ اور متحد صاحب عدالت نے اسکے انتظام میں ان کا نام پیش کر کے مجھے ان کی طلبی کی فرمائش کی تھی۔ لہذا میں نے واپسی انگلستان پر مجبور کیا۔ اور متحد کی تحریک پر معین المہام بہادری کا حکم ہو چکا تھا۔ صرف سرکار کی پیش گاہ سے تصفیہ پائی تھا کہ پیش گاہ اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے جائداد خلی خدہ پر تقررات ہو گئے گو اس کے بعد نظامت دارالافتاء خلی ہوتی اور میری اس پر تقرر کی درخواست یہی ہے اسوجہ سے قبل سرکار نے اس جائداد سے متعلق پیش گاہ اقدس میں گزارش پیش کر دی ہے اسوجہ سے درخواست مذکورہ پر عدالت عالیہ کو حکم ہوا کہ آئندہ جو جائداد خالی ہو اس کے لیے ان کا نام پیش کیا جائے اور گو اسکے بعد سرکار نے پولیٹیکل پرائیویٹ سکرٹری کے ذریعہ سے ان کے تقرر کی باب میں متحد صاحب عدالت کو حکم دیا اور انہوں نے گزارش پیش کر کے حکم سرکار عدالت عالیہ کو تو یہی ہے

ان کے لئے تحریک کرنے کا حکم دیا لیکن اس وقت تک عدالت العالیہ سے کسی جائداد پر ان کے تقرر کی تحریک ہوئی نہ کہیں تقرر ہوا۔ معلوم نہیں کہ تک انتظار کرنا ہو گا۔
چونکہ بذمہ گشتی قاضی تسان سورنہ دویم احمد اور سید احمد ملازمت کے لئے ۳۰ سالہ عمر کی قید لگا دی گئی ہے۔ اس وجہ سے اس کا خطرہ ہے کہ اگر ۳۰ سالہ عمر کی قید تمام تک نہیں کوئی جگہ نہیں ملی تو آئندہ ان کے تقرر میں گشتی مذکورہ کے عوض پر غور کیا جائے گا۔

گو گشتی غیر ملازمین سے متعلق ہے۔ ملازموں پر موثر نہیں ہے۔ بندہ زادہ منصب دارا اس ملازم سرکار ہے اسلئے یہ اسکی تاثیر سے مستثنیٰ ہے۔ اگر خلاف مفہوم اس پر بھی گشتی سورت قرار دی جائے تو اس وجہ سے کہ گشتی انہیں اشخاص سے متعلق ہے جو ۳۰ سالہ عمر کے بعد ملازمت کے لئے آئیں۔ اس کے تقرر کے لئے ۱۹۳۱ء میں تقرر کے احکام صادر ہو چکے ہیں لیکن عدم علوی جائداد کی وجہ سے تقرر نہیں ہو سکا ہے پس اگر آئندہ ۳۰ سالہ عمر کی تکمیل تک بھی اس کا مستقل تقرر نہ ہو تو اس میں یہ معذرتیں ہیں کہ تعین کا باعث یہ نہیں قرار پا سکتے ہندوستان کے سختی ہیں۔ سوا اس کے پیشہ ور اشخاص جسے بیرسٹر انجینئر وغیرہ ہیں ان کے لئے سرکار عظمت دار کے سولیشن دروازہ میں بھی عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسلئے کہ پیشہ ور اشخاص کی تعلیم ایسی نہیں ہے کہ کم عمری میں ختم ہو سکے۔ مدت ملازمت انہیں تعلیم ختم کرنے اور کامیابی حاصل کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ اس کے بعد بغیر اس کے کہ وہ پیشہ سے متعلق تجربہ حاصل کریں۔ کارآمد نہیں ہو سکتے اور جس قدر تجربہ ان کا بڑھتا جاتا ہے اسی قدر وہ مفید ہوتے جاسکتے ہیں۔ اگر عمر کی قید لگائی جائے تو ان کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مفید پیشہ ور اشخاص ملازمت میں داخل نہیں ہو سکتے گشتی مذکورہ میں بصراحت پیشہ ور اشخاص پابند نہیں کئے گئے ہیں جس سے اس کا استثناء مستنبط ہوتا ہے۔ چونکہ یہ بھی بیرسٹر ہیں اور پیشہ ور اشخاص میں داخل ہیں اسلئے

مستثنیٰ ہیں لیکن با اینہما اگر نشتی مذکورہ پیشہ در اشخاص پر بھی موثر خیال کی جائے۔ تو سرکار کو
 ہمدئے گشتی مذکورہ استثنائاً اختیار حاصل ہے۔ اور بملاحظہ اس کے کہ میرے قائم مقام صرف
 بھی ایک ہیں۔ جسے آئندہ میرے خاندان کا سلسلہ خدمت گذاری قائم رہ سکتا ہے۔ اور
 ان کی محرومی سے خاندانی حقوق معدوم ہو جاتے ہیں۔ اور میرے والد اور برادران حکام
 میرے معوق اور خدمات سے سرکار بخوبی واقف ہیں۔ جنہیں کبھی سرکار ناقابل التعمات
 نہیں خیال فرمائیں گے۔ اور جبکہ قبیل از عمر مذکورہ حصول خدمت کے لئے سائی ہیں۔ اور
 نا تفر سائی رہنے کے لئے آمادہ ہیں۔ تب تعویذ ان کے قصور کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ
 استثنائاً کے مستحق ہیں۔ پس سرکار کے حکام سے قوی امید ہو کہ ان کے استثنائاً کا حکم
 صادر فرمایا جائے گا۔ تاکہ محرومی کا خطرہ دفع ہو اور آئندہ ان کے تفر میں عذر کا موقع نہ ہو
 مہلکہ سرزمین السلطنتہ مدار المہام سرکار علی نے ان کے معروضہ پر براہ قدر دانی
 حسب ذیل حکم صادر فرمایا:-

محمدی الدین خان صاحب کے فرزند کے متعلق جو احکام جاری کئے گئے معلوم ہوتا
 ہے کہ انکی تعمیل اب تک نہیں ہوئی۔ میری دانست میں احکام کی تعمیل میں اس قدر تاخیر غور
 کے لائق ہے۔ اگر ان کے تفر میں کوئی امر مانع ہوا یا کوئی وجوہ ملے۔ تو فوراً اسکی اطلاع ہونی
 چاہیے تھی۔ بہر حال ان کا تفر جلد حسب احکام سابقہ کیا جائے۔ اگر اس تفر میں او تاخیر
 ہو اور مدت سی سالہ ختم ہو جائے تو ان پڑاؤں گشتی کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور یہ مستثنیٰ
 سچے جائیں گے یا امر قطعی حکم ہے۔ اس کا خیال ہے۔

(۲۲) گو کچھ عرصہ تک انتظار کیا گیا۔ لیکن جب نہ کوئی خدمت خالی ہوئی۔ نہ تفر کی قربت
 آئی اور بملاحظہ ان کے تضرع اوقات کے ان کے والد نے بحیثیت ناظم صدر عدالت صوبہ
 اور جنگ آباد جناب مہاراجہ سرزمین السلطنتہ بہادر مدار المہام کی خدمت میں حسب ذیل
 معروضہ پیش کیا:-

پیشگاہ سرکار سے عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد کی بقایا پر اعتراض ہوا تھا۔ اور عدالت عالیہ نے تصفیہ بقایا کی تاکید کی تھی۔ لہذا عدالت موصوفہ کو وقتاً فوقتاً تصفیہ بقایا کے لئے تاکید کی گئی۔ لیکن با اینہم مسئلہ کے ختم پر عدالت مذکور میں ۸۰۰۰ مقدمات تصفیہ طلب باقی رہے۔ مسئلہ میں بھی انفصل بقایا کے تحت تاکید کی جاتی رہی۔ لیکن اس سال بھی ۹۰۰۰ مقدمات باقی رہے۔ اور بعد بلکہ سال گزشتہ کے بعد ۱۰۰۰ کے بقایا اور بڑھ گیا۔

مسئلہ میں چونکہ اس عدالت میں تفصیل ذیل ۲۵۰ مقدمات بدم پیر دی خارج ہوئے۔ جدیدہ سابق قائم ہوں گے :-

ابتدائی ۱۱۴

متفرق ۳۱

اہل نہری ۳۱

متفرق ۱۴

اجرا و گری ۵۰

لہذا بقایا ان کے شامل کے لحاظ سے سمجھنا چاہئے جسکی شامل کے ساتھ بقایا کی تعداد ۱۲۴۸ ہوتی ہے۔ جس میں ابتدائی دیوانی مقدمات کی تعداد ۲۹۲ اور یکجز ۳ کے جو اندرون ۳۰۰۰ ماہ ختم سال ہر تھے دیگر مقدمات بہت پرانے زیادہ از شش ماہ و یک سال و دو سال و سہ سال و چار سال ہیں۔ مسئلہ میں ابتدائی نہری مقدمات صرف ۲۶۶ جمع ہوئے تھے اور ۱۱۴ ابتدائی نہری مقدمات اس سال بہ عدم پیر دی خارج ہوئے۔ جو مر جوہ کے نصف کے قریب ہوتے ہیں۔ اور یکجز ۳۶ مقدمات کے جو بعد بحث تفصیل ہوئی۔ جن میں پورا کام کرنا پڑا۔ بیشتر مقدمات اسطر پر تفصیل ہوئے ہیں۔ جو کوئی کام نہیں تھا۔ یہ ہو سکتا ہے یعنی بڑیا اقبال و مصالح و دانی نامہ و پنچایت ۴۸ مقدمات تفصیل ہوئے۔ ۱۰۰ مقدمات میں عرضی

دعویٰ واپس ہوا۔ یا نامنظور کیا گیا۔ البتہ ۱۳۰۰ مقدمات نزدیک طرف فیصلہ ہوتے ہیں جن میں کسی قدر کام ہوا ہے۔ بہر حال ۱۳۲۸ بقایا ایسا بقایا نہیں ہے جو کئی سال میں بھی جو کے ساتھ فیصلہ ہو سکے اس لیے کہ سنہ ۱۳۲۸ کا مجموعی مرجعہ ۱۱۹۹ تھا۔ اور ہمیشہ ہزار سے زیادہ ہی مرجعہ کی تعداد رہتی ہے اور ناظم صاحب عدالت دیوانی ضلع کو علاوہ دیوانی کام کے سمجھت جوائنٹ مجسٹریٹ ضلع فوجداری کام بھی کرنا پڑتا ہے۔

(۱۶) مقدمات فوجداری سال گزشتہ کے ان کے اجلاس میں باقی تھے۔ اور ۹۰۰ مقدمات سنہ ۱۳۲۸ میں ان کے اجلاس پر دائر ہوئے۔ اس طور پر ۱۱۰۶ مقدمات فوجداری فیصلہ طلب ہو گئے تھے جن میں سے ۵۷۰ مقدمات انھوں نے اس سال فیصلہ کئے۔ اور رقم سال پر ۱۳۹۹ مقدمات تصفیہ طلب باقی رہے۔ اور چونکہ بیشتر مقدمات فوجداری قابل سماعت مجسٹریٹ ضلع ہوتے ہیں۔ لہذا زیادہ محنت اور خرچہ طلب ہوتے ہیں اور بہت وقت فوجداری کام میں صرف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زیادہ بقیہ ملے ہوا محنت وقت طلب ہے۔ اسکان کی حد تک مجبور کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ حاکم عدالت جس حد تک بقایا کے تصفیہ میں سعی کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اس میں کوتاہی نہیں کی۔ مگر چونکہ کام کی مقدار بھی بہت تھی۔ اس وجہ سے نمایاں کامیابی نہیں ہو سکی۔ چونکہ التوائے مقدمات میں اہل مقدمات کے مصارف بھی بڑھتے ہیں اور انہیں پیسہ ہرو کی تکلیف بھی گوارا کرنی پڑتی ہے۔ اس وجہ سے بلاوجہ کافی التوا پردہ بہت بڑا خرچہ ہوتے ہیں۔ اور کثرت کار کی وجہ سے اول کے مقدمات جو نکلتی ہوئے رہتے ہیں اس وجہ سے عام طور پر اہل مقدمات اور دلاکوہیاں کے بقایا کی شکایت ہے۔ اور بقایا بھی بہت بڑھتا ہے۔ لہذا عدالت ضلع سے دریافت کیا گیا تھا کہ اس قدر کثیر بقایا کی تصفیہ کی کیا فکر کی گئی ہے۔ اس سے اطلاع دی جائے۔ جس کے جواب میں عدالت ضلع نے

بزرگوار محترمہ زیشان سرمد خاں آبان مسئلہ یہ لکھا ہے کہ :-

اس کے سوا اور کوئی ضرورت نہیں ہو کہ ایک سال کے لیے اوڈیشیل صدر
منصف مقرر کیا جائے۔

چونکہ بقایا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیسا ہی محنتی کار گزار عہدہ دار مستعین کہیں ہو
معمولی کام کے ساتھ اس قدر کثیر بقایا کا تصفیہ ممکن نہیں ہے۔ موجودہ بقایا کے
تصفیہ کا تو کوئی خاص انتظام ہی کرنا ہو گا۔ بغیر خاص انتظام کے یہ بقایا طے ہونا ممکن
ہے۔ اور چونکہ زیادہ عرصہ سے مقدمات ملتوی ہیں اس وجہ سے اسکی سخت ضرورت ہے
کہ جس قدر جلد ممکن ہو بقایا کا تصفیہ کرایا جائے۔ گو میں اس مسئلہ کو برسات مسمولی
سرکار کے ملاحظہ میں پیش کرتا۔ مہینے عرصہ تک تصفیہ کا انتظار کرنا ہوتا۔ مگر عیاہ کی
خوش قسمتی سے اس وقت خود سرکار مستقر پر تشریف فرما ہیں۔ اور اسکی سخت ضرورت ہے
کہ انفصال مقدمات ملتویہ کا جلد خاص انتظام کیا جائے۔ لہذا میں اس سے متعلق
معروضہ پیش کرنے کی جرات کرتا ہوں۔

۔ اور میری رائے میں ایک اوڈیشیل صدر منصف کے تقرر میں علاوہ غیر معمولی
مصارف کے دیر بھی زیادہ ہوگی۔ زیادہ سہولت اس میں ہے کہ کسی امیدوار ملازمت
کو او زیری صدر منصف مقرر فرما کر اختیارات دیوالی ضلع او زیری طور پر دیے جائیں تو
بلا زائد اور غیر معمولی مصارف کے مقدمات ملتویہ کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

مولوی شیر الدین احمد بیر سٹرائٹ لا چونکہ معروضہ ملازمت عدالت میں۔ مگر ہنوز
اونہیں کوئی جگہ نہیں ملی ہے۔ اس وجہ سے بیکار ہیں اگر اونیہیں او زیری طور پر صدر
منصف کے اختیارات عطا فرما کر حکم دیدیا جائے کہ جو مقدمات صدر منصف صاحب
ان کے اجلاس پر منتقل کریں۔ اونگی تحقیقات و تجویز دہ کریں تو اونیہیں بھی عدالتی کام
معمولی طور پر تجربہ حاصل ہو گا۔ اور مقدمات ملتویہ کے لئے کوئی اور انتظام نہیں کرنا پڑے گا۔
اس معروضہ پر جناب ممدوس نے حسب ذیل حکم صادر فرمایا:۔

بحیثیت اونچی صدر منصف کے ان کا تقرر حسب درخواست کر دیا جانا ہر حال میں مناسب ہے۔ ان کے اس تقرر سے جو زمانہ بیکاری کا ہے وہ کام میں صرف ہو گا اور علیٰ طبع پر ان کو کام کا تجربہ ہونے کے علاوہ بقایا کا تصفیہ ہو جائے گا۔ لہذا مجھے اس درخواست پیش شدہ سے بالکل اتفاق ہے۔

(۳۳) قبیل حکم سرکار معتمدی عدالت سے بذریعہ مراسلہ ۲۹^{۱۳۲۹} لٹان مورخہ ۲۴ فروری ۱۳۲۹ء بانی کورٹ کو حکم دیا گیا کہ صاحب موصوف کو بر عطاء اختیارات صدر منصف ضلع اڈنگ آباد میں بحیثیت اونیری صدر منصف کے کام کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ جو مقررات صدر منصف صاحب اون کے پاس منتقل کریں وہ وہ فیصل کیا کریں حسب حکم جاری کر کے اس سے جلد اطلاع دی جائے۔ بانی کورٹ نے اسکی تمیل میں بذریعہ مراسلہ ۲۵ فروری ۱۳۲۹ء صدر عدالت کو حکم دیا اور صدر عدالت نے بذریعہ مراسلہ ۲۳^{۱۳۲۹} مورخہ ۲۳ فروری ۱۳۲۹ء عدالت دیوانی ضلع اڈنگ آباد کو حسب ذیل تحریر کے ساتھ حکم دیا۔

چونکہ سال گزشتہ آپ کی عدالت میں ۹۷۸ بقایا تاجر بمقابلہ سال پورست کے بقایا ۸۰۷ کے بقدر ۱۷۱ بڑھا ہوا تھا جس سے ظاہر تھا کہ سالانہ مرجعہ بوجہ کثرت پورا طے نہیں ہو سکتا۔ کچھ کچھ باقی ہی رہتا ہے۔ تب مرجعہ کے ساتھ اس قدر کثیر التعداد بقایا کا تصفیہ ناممکن ہے۔ اسکے تصفیہ سے متعلق کسی خاص انتظام کی ضرورت ہے۔ لہذا بذریعہ مراسلہ ۱۳^{۱۳۲۹} لٹان مورخہ ۱۳ آبان ۱۳۲۹ء اسکے لیے اوٹینٹل صدر منصف کی ضرورت ظاہر فرمائی۔ جس میں غیر معمولی خرچ اور اس کے منظوری خلی از وقت نہیں ہے۔ لہذا صدر عدالت نے یہ تحریر مناسب خیال کئے کہ جو پیرسٹر مودود ملازمت میں۔ اون میں سے کسی کو سرکار اونیری صدر منصف مقرر فرما کر اختیارات ضلع عطا فرمادئے۔ تاکہ وہ بھی نظام ضلع کا کام انجام دے۔ اور بجائے ایک حکم کے دو حکام ضلع بقایا اور متدارہ ضلع کے

تصفیہ کی کوشش کریں چنانچہ یہی تحریک سرکار کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اور عالیجناب
سرمد ملکہ بہادر بھین السلطنہ مدارالہمام سرکار عالی نے اسے مفید خیال قرار فرما کر بذریعہ مراسلہ
مستندی عدالت لسان مورخہ ۴ فروری ۱۲۳۳ء منطوقی صادر فرمائی اور مولوی سید
بشیر الدین احمد خان صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹرا ایٹ لاکر پرمض ذکر کردہ اونریری منصف
ضلع اورنگ آباد مقرر فرما کر۔ اونہیں منصف ضلع کے اختیارات عطا فرمائے۔ تاکہ وہ ضلع
اورنگ آباد کا عدالتی کام انجام دیں۔ اور بقایا کی تدبیر کئے اور اہل مقدمات کو سہولت ہند
پس آپ جدید متدائرہ مقدمات اون کے اجلاس میں منتقل فرماتے رہیں تاکہ آپ کو موجودہ
بقایا کی تکمیل و انفصال کا کافی موقع ملے۔ امید ہے کہ آئندہ بقایا دیرینہ کا جلد تصفیہ
ہو گا۔ اور جدید متدائرہ ہی زیادہ باقی نہ رہے گا۔ اور ایک نقل سکی مولوی سید بشیر الدین
احمد خان صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹرا ایٹ لاکر خدمت میں بھیج کر لکھا گیا کہ آپ کے تقرر
نے متعلق جراح کام پیش گاہ سرکار سے صادر ہو چکے ہیں۔ اور انکی تعمیل میں صرف مستقلانہ
جملہ ادوی کے خالی ہونے کا انتظار ہے۔ تا وقتیکہ آپ کا مستقل تقرر عمل میں نہ آئے۔
سرکار نے آپ کے لئے یہ زیادہ مفید خیال فرمایا ہے۔ کہ آپ اور وقت تک عدالتی کام کا
تجربہ حاصل کریں۔ اور آپ کو اونریری صدر منصف اورنگ آباد مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ آپ
بحیثیت اونریری صدر منصف ضلع کے عدالتی مقدمات کا کام انجام دیں۔ پس جس قدر
جلد ممکن ہو آپ عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد میں پہنچ کر دیوانی کا کام شروع کریں۔
(۴۴) مولوی علی الدین من خان صاحب ناظم دیوانی ضلع نے مراسلہ متذکرہ کے جواب
میں بذریعہ مراسلہ لسان مورخہ ۵ فروری ۱۲۳۳ء یہ جواب دیا کہ:-

حسب تحریک عدالت ضلع جناب عالی نے نہایت لائق اور ذی علم بیرسٹر صاحب
کو امداد کام کوٹنے کی جو سرکار میں تحریک فرمائی اور وہ منظرہ جہتی لوں کا میں تہ دل سے
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دیرینہ مقدمات کی انفصال میں بہت سہولت ہوگی اور مرحوم نے

بذریعہ مراسلہ لکھان موضع ۵ اردو بہشت سلسلہ صدر عدالت کو یہ جواب دیا کہ انہوں نے یہ تعمیل حکم سرکارتیج مذکور سے بحیثیت او زیری صدر منصف کام شروع کر دیا ہے اور محکم سال تک انہیں کام کے لئے (۱۹۵) ایام ملے جنہیں انہوں نے (۲۵) ابتدائی مقدمات فیصل کئے اور کثیر القدا و مقدمات میں بیانات فریقین اور شہادت لکھی اور تجویز طلب قرار دیئے۔ انکی منفصلہ مقدمات میں سے صرف (۱۲) فیصلوں کا اپیل ہوا جس سے ظاہر ہے کہ کس قدر احتیاط کے ساتھ انہوں نے فیصلہ صادر کئے تھے۔ کہ اپیل کے لئے گنجائش ہی نہیں تھی۔ عدالت اپیل سے اکثر انکی ناراضی سے اپیل منظور ہوئے۔ صرف دو مقدمات میں ترمیم اپیل منظور کئے گئے۔ غرض جس دل چسپی کے ساتھ انہوں نے او زیری و سٹرکٹ جج کا کام انجام دیا۔ اور جس لیاقت کے ساتھ انفضالی کام انجام دیا۔ صدر عدالت افغانی کورٹ نے ان کی کارگزاری قابل تعریف تسلیم کئے ہیں (۳۴) مولوی علی الدین جن خان صاحب نے بذریعہ مراسلہ لکھان موضع ۲۶۔ ستمبر ۱۹۴۳ صدر عدالت میں حسب ذیل تحریر کی تھی:-

مولوی بشیر الدین صاحب ایم۔ اے۔ بیکر ٹریٹ لا عرصہ سے عدالت ضلع میں بحیثیت او زیری صدر منصف کار گزار ہیں۔ ان کی عربی فارسی اور قانون کی لیاقت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ انہوں نے جی۔ اے۔ آیل کے لئے کلج میں لکچر بھی سماعت کئے ہیں۔ ان کے دادا اور چچا اور والد اس ریاست کے نمک خوار ہے ہیں یہی ہائیکورٹ میں انڈول بھی ہو چکے ہیں۔ محض میرے کہنے سے یہ لحاظ قدیم نمک خوار ہونے کے انہوں نے پیشہ کا کام جوڑ کر بھیجے امداد دینا منظور کر لیا ہے۔ اور میرا اسم خسر و اندر کار نے انکو پورے اختیارات کے ساتھ کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں نے زمانہ دودھ عالیجناب میر مجلس صاحب سے عرض کیا تھا۔ کہ لایق لوگوں کا ہیا کرنا انداطن کو خدات پر سر فراز کرنا یہ سلطنت کا اہم ترین فرض ہے۔ ایسے لوگ جبکہ مگر عظمت ملے

میں نہایت قدر کے ساتھ لیے جاتے ہیں۔ اور وہ پیشہ کا کام کرنے کے لیے لائق مسلمانوں
 کے واسطے ہندوستان میں بہت وسیع میدان کھلا ہوا ہے۔ اور مسلم لیگ اور کانفرنس
 وغیرہ کے سبب مسلمانوں کی طرف خاص توجہ سرکارِ عظمتِ مدار کی مبذول رہتی آئی ہے
 تو ایسی حالت میں ریاست کے خدمات کے واسطے نہ لوگ کوشش کرتے ہیں۔ نہ
 خود ریاست کو جو جمہور تصنیف عدالت لائق لوگوں کی خدمات سے بالکل محروم رہا
 جاتا ہے۔ نظماً صدر عدالت سے لے کر منصفی کی خدمت تک مستند اور لائق بیرسٹر
 جو عربی اور فارسی کی کیاقت بھی رکھتا ہو مامور نہیں ہے۔ صیغہ عدالت کے واسطے بہت
 شرم کی بات ہے کہ بیج لوگ مختلف اقوام کے نزدیک لائق نہ ثابت ہوں۔ اور لائق
 بیرسٹر ہوں اور وکلاء سرکارِ عظمتِ مدار کی نظروں میں انہی کچھ وقت ہوں۔ اس واسطے اسکی
 ضرورت ہے کہ قابل لوگ ہیا کئے جاویں۔ مگر افسوس ہے کہ ہر موقع پر جیسے خالی نہیں
 مل سکتیں اسی لیے نوجوان لوگ جو روپیہ پیدا کرنے کے کثیر مرتع رکھتے ہیں۔ اور جملہ علاقہ
 اہمیزی میں بھی صاحب عزت اور وقار ہیں کس طرح سے ایثار نفسی کریں گے اور بلا امتداد
 خدمات انجام دیں گے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ وہی اصول اختیار کیا جائے۔ جو سر
 سلاہ جنگ اگلے اور سر آسا نہا کے وقت رہا ہے۔ اور جس کی نسبت خود سرکار نے
 حکم دیا ہے کہ ولایت کے تعلیم یافتہ لوگوں کو تاخروی جائداد اوس قدر الونس دیا جائے
 کہ وہ سرکاری خدمات سے گریز نہ کریں۔ سرکار نے جس قدر طلباء ولایت نیچے انکو تعلیم
 کا بیج بھی دیا۔ اور خدوئی جائداد تک الونس بھی دیا اور جن اعلیٰ عہدہ داران سرکار نے پانچویں
 بیج سے اپنی اولاد پر پچاس پچاس ہزار روپیہ بیج کے تعلیم دلائی اور خود منفس ہرگز نہ گئے
 ان کو سرکار نے کسی قسم کا الونس دے نہ عرصہ تک ملازمت دے تو یہ کس قدر برکس طریقہ
 ہے۔ اننت کشن راومتنی اطراف بلدہ میں کار آموز تھے انکو سرکار سو روپیہ الونس
 دیتی تھی اور نیز بہت سے جاگیرداروں کے لڑکے الونس پاتے تھے۔ مجھے بھی پچاس روپیہ

طرح سہاری کے ملتے تھے۔ اب ایسے لوگوں سے بلا معاوضہ خدمات لینا جبکہ والدین نے
محض سہاری خدمات کے لئے ان کو تیار کیا ہے۔ نہایت ہی نامناسب ہے۔ جبکہ
بندہ بیس کارآموز عدالت میں اس طرح کے ہیں۔ کہ دس دس برس سے نوکری ان کو
نہیں ملی تو کیا امید ہو سکتی ہے کہ ان کو جلد ملازمت مل جاوے گی۔ اور مصیفہ عدالت لایق
ترین اور ستم لیاقت کے لوگوں سے مستفید ہو سکے گا۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ اختلاف
صوبہ آؤنگ آباد۔ گلبرگ۔ عثمان آباد۔ راجپور۔ نکل وغیرہ میں بعض دفعہ ملتوی کی گئی
قدرت روا ہو جاتی ہے کہ حکام عدالت کو اون کا جلد جلد تصفیہ کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ہمارے
مثلاً سرکار عظمت مار کے ضرورت ہے کہ جہاں کام ملتوی ہو وہاں لایق اور مستحق لوگ
فوراً کام کے لئے میسر بنے جاویں۔ تاکہ معذرات کا جلد تصفیہ ہو سکے۔ میں سرکار کا قصد
منون ہوں کہ مولوی بشیر الدین صاحب کو یہاں مقرر کیا گیا ہے۔ میرے نزدیک ضرورت
ہے کہ تین چار بیرسٹر تین سو روپیہ فالنس پر مقرر کئے جاویں۔ امدان سے اس طرح کا
کام لیا جاسکے اس سے یہ ہوگا کہ اعلیٰ خدمات کے لئے عمدہ داروں کے لئے کے ہم پہنچ
سکیں گے۔ اور لوگوں کو شوق ہوگا کہ وہ سرکاری خدمات کے لئے اپنے اولاد کو تیار کرنا
ضروری سمجھیں گے۔ مسٹر غلام محمد لکڑی نے اپنے مال کے عمدہ داروں کے لئے
کے لئے خدمات مدوکاریوں کی ایجاد کی ہیں۔ حالانکہ محقق داروں کو مالی خدمات کے
لئے دہانکار کی ضرورت ہے نہ مدوکاری پر کوئی استعان دیا ہو لایق شخص نامور ہے اور
گویا یہ قرار دے لیا گیا ہے کہ مدوکار تعلقات ہونے کے لئے محض عمدہ دار مال کا افضل
مکتب ہونا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو رپورٹ مسٹر محمد اسمین الہام فالنس۔

جبکہ عدالتیں کام کی روزانہ ترقی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے عمدہ دارین
عدالت کے لئے ولایت سے تعلیم پاکر قومی ملی خدمات کے لئے آمادہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں
ہے کہ ایڈوائس شیل صدر مصنف کے لین کا تقرر نہ کیا جاوے۔ استعان چار باغ غلام

کے لیے فی الحال ہر مشاہرہ تین تین سو روپیہ بیرسٹروں یا ان لوگوں کے جنہوں نے بی۔ اے
بی۔ ایل کی ڈگری حاصل کی ہو۔ تقرر کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ مدو گارن مال کو شاہی
خزانہ سے تنخواہ دیا جاتی ہے۔ اور ان لوگوں کو عدالت کے اسٹامپ اور طلبانہ سے تنخواہ
دیجاوے گی میرے دفتر ضلع میں جب اثاثہ ہزار سولہ ہزار سالانہ آمدنی ہوتی ہے
تو ایک اڈیشنل صدر منصف کی تنخواہ پورے طور پر اس سے نکل سکتی ہو۔ مال میں بلان
ضرورت کام کے لیے شاہی خزانہ سے جب تنخواہ دیا جاتی ہے۔ پرورش طفلانہ عہدہ ملا
مال کے لیے تو عہدہ داران عدالت نے تمکین تصور کیا ہے کہ ان کے لڑکوں کو جود لایٹ کے
استحان دیئے ہوں اور ہزاروں روپیہ اپنی محنت سے ان پر خرچ کر کے سرکاری خدمات
کے لائق بنایا گیا ہو ان کو خدمات نہ دیجاویں۔ براہ کرم میری گزارش بذریعہ عدالت عالیہ
محکمہ سرکار میں پیش کر دیا جائے لائق لوگوں کی نشان دہی کرے کہ وہیں حاضر ہوں۔

(۳۵) اسی اثنا میں مدو گاری معتمدی عدالت خالی ہوئی تھی۔ اور ان کے تقرر سے متعلق
سرکار کے نہایت تاکید کی احکام تھے۔ لہذا معتمد صاحب عدالت نے بتعمیل احکام متذکرہ
اپنی مدو گاری کے لیے ادین کا نام پیش کیا۔ گو معتمد صاحب کی تحریک سے جناب نواب
فخر الملک بہادر معین المسام عدالت نے اختلاف فرما کر اسدا شد خان جیشتر مجلس
وضع آئین و قوانین کا تقرر تجویز کیا لیکن جناب نواب سلاطین بہادر مدو گاری صاحب
عالی نے باتفاق رائے معتمد صاحب عدالت مدو گاری معتمدی پر مرجع کا تقرر فرما دیا جسکی
تعمیل میں معتمدی عدالت سے مراسلہ ۱۸۴۸ء دی ۱۲ ستمبر ۱۸۴۸ء موسومہ عدالت عالیہ
اجلہ ہوا اسداد ملک ایک نجی مرجع کو باطلاع تقرر و حکم حاضری دیا گیا جسکی تعمیل میں اندری
صدر منصفی کا کام صدر منصف صاحب ضلع اورنگ آباد کے سپرد کر کے حیدر آباد روانہ ہو
اور (۱۲) دی ۱۲ ستمبر کو انہوں نے معتمدی عدالت کے مدو گاری کا جائزہ لے کر حکم شروع
کر دیا۔ چارہ حال ان کا کام معتمد صاحب عدالت نے تجویز کیا۔ اور وہ اسکی تعمیل کے لیے

مولوی بغیر الدین احمد صاحب نے اپنی مسلسل محنت اور کارگزاری اور
لیاقت سے اپنے تئیں خدمت کا اہل اور مستحق ثابت کر دیا ہے اور
اہم کام پر اب مجاہد کو پورا اطمینان ہے ان کے مشاہیرہ کا باقی ایک
شہرہ و پیہ جاری کر دیا جائے اور اسکی بنیاد پر نواب سالار جنگ بہادر
دارالہمام نے سالم ماہوار عہدہ کی اجرائی کی منظوری صادر فرمائی۔

(۲۴) مددگاری سمندی عدالت کوئی ایسی خدمت نہیں تھی جسکے لیے ایسے ذی علم اور
لایق شخص کی ضرورت ہو بلکہ وہاں تک کام اس قدر تھا کہ ہمیں قانونی معلومات کی فراہمی
کا خطرہ تھا۔ لہذا مرحوم کے والد کو یہ تقریرنا پسند تھا انھوں نے کچھ عرصہ تک وکیل
عہدہ ملنے کا انتظار کیا اور بالآخر (۱۸) ہر مسئلہ کو بذریعہ مراسلہ سالانہ صدر عدالت
صوبہ اورنگ آباد سے عدالت العالیہ کو حسب ذیل تحریر بھیجی کہ عدالت عالیہ کے مراسلہ
سالانہ واقع ۱۴۔ اردی بہشت مسئلہ سے دریافت ہوا تھا کہ بوقت غلوئی جائداد
سرکار نے بغیر الدین احمد کا انتخاب پیش کرنے کا عدالت العالیہ کو حکم دیا تھا جس کے
بعد گو عدالت العالیہ نے بذریعہ مراسلہ سالانہ مورخہ ۲۴۔ اسفند مسئلہ بانہار
حقوق و لیاقت ان کے لیے سرکار میں تحریک فرمائی اور صدر منصفی کے وعدہ کا ذکر
کیا۔ مگر چونکہ کوئی جائداد نو قرار طلب نہیں تھی۔ اور یہ عام طور کی تحریک تھی اس کے جواب
میں بذریعہ مراسلہ سالانہ مورخہ ۵ فروردی مسئلہ موقوفہ پران کے انتخاب و
تحریک کا حکم ہوا۔ اسی کے قریب زمانہ میں جناب دارالہمام بہادر سرکار عالی نے بذریعہ
پیشگیل برائیں ویک سکرٹری محمد صاحب عدالت کو اسکی ملازمت سے متعلق کارروائی کا
حکم دیا اور سمندی کی گزارش پر عدالت العالیہ کو انتخاب اور تحریک کا حکم ہوا اور محمد صاحب
نے نوٹس سے عدالت العالیہ کو مطلع کر دیا۔ اسی کے قریب زمانہ میں جبکہ جناب دارالہمام
بہادر اورنگ آباد تشریف لائے اور عدالت دیوانی ضلع کی بقایا کی شکایت ہوئی اور

بعد دریافت حلیٰ معلوم ہوا کہ (۸۷۹) مقدمات عدالت موصوفہ میں ملتوی ہیں۔ تب بطور خاص اسکے انتظام کی طرف توجہ فرمائی اور اس کام کے لیے ان کا انتخاب فرما کر بذریعہ مراسلہ مستمدی عدالت^{۲۲۴} ان مورخہ ۲۴ فروردی ۱۳۲۱ء میں لاہور میں صدر مسندت اورنگ آباد مقرر فرمایا جسکی تعمیل میں انہوں نے ۵-۱۰ اردی بہشت ۱۳۲۱ء سے کام شروع کر دیا۔ وہم دی^{۲۲۵} تک تقریباً (۹) ماہ کام انجام دیا تا آنکہ مددگاری مستمدی پر ان کا تقرر ہوا۔ بنانہ کارگزاری عدالت ضلع کی بہت سے مقدمات میں انہوں نے تحقیقات کی لیکن عدم تکمیل کی وجہ سے صرف (۲۲۵) ہی مقدمات فیصلہ کر سکے جن میں سے (۱۲) فیصلہ جات کی ناراضی سے اپیل ہوئے۔ اور اکثر نا منظور ہوئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اونکی تحقیقات مکمل اور باقاعدہ تھی۔ اور فیصلہ جات میں اسکی گنجائش کم تھی کہ اپیل ہو سکیں۔ نتیجہ اپیل سے ظاہر ہے کہ وہ بہت سمجھ کر پوری پابندی قانون کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ اور عدالت اپیل کو دست اندازی کا بہت ہی کم قوت ہوتا ہے۔ ان کے منفصلہ اشک جو بصیغہ اپیل نظر سے گزریں ان سے ظاہر تھا کہ وہ پوری توجہ اور احتیاط کے ساتھ مکمل تحقیقات کے ساتھ فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اور انہیں عدالتی کام میں پوری دلچسپی ہے۔ اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں بہت کچھ عملی تجربہ حاصل کر لیا ہے۔ گو وقت احکام سرکار کوئی جائداد خالی نہ تھی۔ لیکن اس کے بعد سے اب تک اکثر جائدادوں کا انتظام ہوا۔ لیکن کسی مستقل جائداد کے لیے ان کا انتخاب نہیں ہوا۔ اگر محض اسوجہ سے کہ ان کا مددگاری مستمدی پر تقرر ہو چکا ہے۔ عدالت عالیہ کو ان کے انتخاب میں تاہل ہوا ہے تو یہ امر مکرر غور کے قابل ہے اسلئے کہ انہوں نے انگلستان میں جو تعلیم پائی ہے وہ بی۔ اے۔ ایل کی ہے یا پیرسٹری کی ہے۔ جو عدالتی کام ہی کے لیے مفید ہے۔ انگلستان کے ہائی کورٹ میں انزول ہو کر انہوں نے کچھ عرصہ تک تجربہ بھی حاصل کیا ہے۔ یہاں بھی انہوں نے عدالتی کام ہی کا

حجۃ بحیثیت او زبیری صدر منصف حاصل کیا ہے امدان کا تقرر مفید ہو سکتا ہے۔ تو زیادہ تر صیغہ عدالت ہی میں مفید ہو سکتا ہے۔ اور عدالتی ہی خدمات کے لئے قانون دہلی اور تجربہ کار لوگوں کی ضرورت ہے۔ سمجھتی سرکار عالی کی مددگاری کے لئے کسی مستند قانون دان اور تعلیم یافتہ شخص کی ضرورت نہیں ہے۔ خدمات مذکورہ پر ایسے اشخاص مامور ہوں جنہوں نے یہاں کا بھی کوئی امتحان پاس نہیں کیا ہے۔ اسوقت وہ مدوگلہ صیغہ کو تو دلی و محال ہیں جس کام سے انکی تعلیم کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور یہ امر غور طلب ہے کہ جو شخص عدالتی کام کے لئے مفید ہو۔ اسے عدالت میں جگہ نہ ملی اور ایسی خدمت پر مامور ہے جس کے کام کو انکی تعلیم سے کچھ بھی تعلق نہ ہو۔ اور جہاں اسکی ضرورت ہو وہاں مامور نہ کیا جائے۔ عدالت العالیہ نے جو کچھ ان کے حقوق اور انکی لیاقت کی نسبت بذریعہ مراسلہ ۱۹۵۰ء مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۵۰ء سرکار کو لکھا ہے ضروری اس کا خود بھی عدالت العالیہ کو خیال ہو گا اور جب وہ (۹) ماہ تک عدالتی کام بھی کر چکے ہیں جب سے انکی کارگزاری کی نسبت بھی اچھی رائے قائم ہوتی ہے۔ تب عدالت العالیہ کو انکی صیغہ عدالت میں لینے میں کوئی وجہ تامل نہیں ہو سکتی نہ ان کا موجودہ تقرر مانع تعین احکام سرکار ہے۔ (جہاں کا انتخاب پیش کرنے سے متعلق ہے) پس ضرور ہے کہ بغور غلوی جائد اور مناسب عدالت العالیہ ان کا انتخاب فرما کر سرکار میں تحریک فرمائی تاکہ وہ جس کام کے لئے مفید ہیں۔ اسی پر مامور ہوں۔ اور انکی تعلیم برقرار نہ جائے امید ہے کہ آئندہ جو رفقہ ہو گا اوپر ان کا انتخاب فرمایا جائے گا۔

(۳) چونکہ مولوی علی محمد صاحب ناظم دیوبند ضلع درغی کے ذریعہ دیوبند کی دروسے ان کی ہائیلو خانی ہوتی تھی لہذا عدالت العالیہ نے بذریعہ مراسلہ ۱۹۵۰ء مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۵۰ء ان کی ترقی کی۔

انکی ہائیلو کا انتظام حسب ذیل ہونا چاہیے۔

(۱) خواجہ شجاعت اللہ صاحب ماہر ریاض حماد — سماپر

(۲) مولوی بشیر الدین صاحب مددگار محترم عدالت ماہر ریاض حماد پر
مولوی بشیر الدین صاحب پیر سٹرائٹ لائیں اور مولوی محمد الدین خان صاحب ناظم
عدالت صوبہ اڈنگ آباد کے فرزند ہیں۔ یہ احوال لیاقت ذوقی و حقوق آبادی یہ
اس کے مستحق ہیں کہ ان کو جو فیصلہ قدرت دی جائے۔

اس امر کا ظاہر کو یہ مناسب ہے کہ برصغیر قوامہ حقوق و قیامہ عدالت
منظورہ اعلیٰ حضرت اقدس، داعی و موجب و نگران واجب اللہ و خان مشرشدہ ۲۲ محرم
۱۳۳۲ء کی کسی شخص کا مقررہ خدمت نظامت ضلع پر ہو سکیگا لایہ کہ اس نے
تین سال تک منصفی کا کام کیا ہے۔ سادہ و درجہ کی خدمت عدالتی کا کام انجام دیا ہو۔ یا
پانچ سال تک پیشہ وکالت انجام دیا ہو۔

مولوی بشیر الدین صاحب نے پانچ سال تک پراکٹس نہیں کی اور نہ منصفی کا کام
تین سال تک انجام دیا مگر چند ماہ تک۔ صدر منصفی کا کام آفریری طور پر انجام دیا ہے
اس وجہ سے اور غیر ان کے خاندانی حقوق کے لحاظ سے جو سرکار سے پوشیدہ نہیں
ہیں ان کے ساتھ خاص رعایت ہونی چاہیے۔

مگر افسوس ہے کہ لڑا اب فخر الملک بہادر عین المہام عدالت نے حسب سابق مہم
کے تقریر اختلاف فرمایا اور بالآخر عدالت عالیہ کو مستوی عدالت سے بذریعہ مراسلہ
۱۳۳۲ء اور ۱۳۳۳ء حسب ذیل جواب ملا۔

سرکار دام تباہم نے حکم صادر فرمایا ہے کہ سید علی احمد صاحب کی جگہ چہ سود پیر
کے گریڈ پر علی الدین حسن صاحب کو ترقی دیجائے اور علی الدین حسن صاحب کی جائداد
مردہ پانسو روپیہ کے متعلق جو ٹکمرہ دئے قوامہ تقریر ترقی مہمہ دارین عدالت بشیر الدین
احمد صاحب کا تقریر بجائے علی الدین حسن نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ مہمہ ضروری مجلس عالیہ سے

انتخاب کر کے بوساطت معمولی پیش کیا جائے۔ پس علی الدین حسن صاحب کی ترقی کے
تعلق حسب احکام جاری کر کے بصیغہ ضروری انتخاب مذکورہ بالا پیش کیا جائے۔
(۳۸) جب مرحوم کے والد کو عدالت عالیہ کی تحریک کی نامنظوری کی اطلاع ہوئی۔
تب انھوں نے عدالت عالیہ کو حسب ذیل نیم سرکاری لکھا۔ عدالت عالیہ کے نیم سرکاری
۳۹۰۳
ان سرغہ دہم ہر سال سے دریافت ہوا تھا کہ تعمیل احکام سرکار مندرجہ
حاشیہ عدالت عالیہ سلسلہ سروری علی احمد صاحب صدر منصف وظیفہ یاب بشیر الدین احمد
کا نام صدر منصفی کے لئے پیش کیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد پر
عدالت عالیہ کے وہ تحریک نامنظور ہوئی ہے کہ قواعد ملازمت سرغہ دہم ہر سال سے
کا ضمن (۳۹) مانع ہے لہذا اس سے متعلق حسب ذیل التماس کی جاتی ہے (۱) یہ کہ
ضمن مذکورہ عدالت عالیہ کے انتخاب سے متعلق ہے نہ مانع ہے۔ ضمن مذکورہ ملازمین
میں ان عہدہ داروں سے متعلق ہے جنہیں عدالت ضلع سے کم درجہ کے اختیارات
ہوں اور ان عہدہ داروں سے اس ضمن کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ جنہیں عدالت
ضلع کے اختیارات ان قواعد کے اجرائی سے قبل حاصل ہوں۔ بشیر الدین احمد کو چونکہ
قبل ان اجرائی قواعد مذکورہ بذریعہ مراسلہ معتمدی عدالت ۳۹ ان سرغہ دہم ضروری
۳۹۰۳
مسئلہ۔ جناب دارالہمام بہادر سرکاری نے سرکاری ضرورتوں سے نظامت ضلع
کے کامل اختیارات کے ساتھ اونریری ناظم عدالت ضلع اورنگ آباد مقرر فرمایا اور سرکاری
معتمدی عدالت پر تقریباً ایک سال انہوں نے بحیثیت ناظم ضلع عدالتی کام
انجام دیا۔ اور (۳۹۵) معانات کے مکمل تحقیقات کر کے فیصلہ کیا اور وہی ۳۹۰۳ منی
پہنچیل حکم سرکار نظامت ضلع کے کام کا جائزہ دے کر وہ بلکہ روانہ ہوئے اور وہ
انھوں نے مددگار معتمدی کا جائزہ لیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ قبل ان اجرائی قواعد
مذکورہ ناظم ضلع مقرر ہو چکے ہیں۔ لہذا ان پر ضمن مذکورہ اسی طرح غیر موثر ہر طرح

اُن نظامی ضلع پر موثر نہیں ہے۔ جو ان قواعد کو اجرائے سے قبل بلا شرائط قواعد
 مذکورہ نظامی ضلع مقرر ہوئے ہیں ضمن مذکورہ سے استحفاظ کے لئے صرف نظامت
 ضلع پر تو تقرر کافی ہے لگو ایک ہی روز بحیثیت ناظم ضلع کام کیوں نہ انجام دیا ہو
 انھوں نے تو تقریباً ایک سال تک اختیارات ضلع استعمال کئے ہیں جس سے ضمن
 مذکورہ کی غرض بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اسلئے کہ محض ناواقفان کار عدالت کے لئے تین سال
 تک کام انجام دینے کے لئے رکھے گئے ہیں جن میں ہر قسم کے اشخاص کا ایک مناسب
 مدت تک تجربہ حاصل کر سکتا۔ قیاس کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت عدالتی کام سے محض
 ناواقف نہیں تھے۔ بلکہ اس تقرر سے بہت زمانہ قبل مدت تک کاراموزانہ طور پر یہ
 عدالتی کام سیکھ چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تقرر کے بعد تجربہ کارانہ طور پر یہ کام
 انجام دیتی رہے۔ جن حکام کو عدالتی کام انجام دیتے ہوئے پانچ سال سے بھی زیادہ
 عرصہ ہو چکا ہے۔ ان کی تکمیل کردہ اور منفصلہ امثلہ کو ان کی تکمیل کردہ و منفصلہ امثلہ کیساتھ
 معائنہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ابتداءً انہیں عدالتی کام کا کسی قدر تجربہ تھا۔
 اور جس قدر عرصہ تک انھوں نے عدالتی کام انجام دیا اور میں ان کا کسی قدر نتیجہ بڑھا
 بوجہ مذکورہ ان کے اس تجربہ کا نتیجہ سہ سالہ تجربہ کے نتیجہ سے بہتر ہے۔

گو ان کے مدوکار محمد مقرر ہونے سے ان کی خدمات میں انقلاب پیدا ہوا ہے
 مگر انہیں جو نظامت ضلع قبل اجرائے قواعد مذکورہ حاصل ہو چکے تھے اور یہ انقلاب
 کچھ بھی موثر نہیں ہے۔ سرکار کا وہ حکم علیٰ حال سچا ہے اگر مرقعہ ہو تو اب بھی وہ
 اختیارات استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔ چونکہ یہ قبل ازاں اجرائے قواعد مذکورہ ناظم ضلع
 ہو چکے ہیں۔ لہذا نظامت ضلع ان کے لئے کوئی نئی خدمت نہیں ہے جو فقہہ مذکورہ
 کی پابندی کی مصلحت ہو۔ اور کی پابندی صرف انہیں اشخاص کے لئے ہے جنہیں اجائے
 قواعد تک نظامت ضلع حاصل نہیں تھے۔ نہ ان کے لئے جنہیں قبل ازاں قواعد

نظامت ضلع حاصل ہو چکے تھے۔ باقی رہے یہ بحث کہ اون کا تقریر بلا مشاہرہ غازی
تھا یا اسوجہ سے غیر موقوف ہے کہ قواعد کو مشاہرہ یا بی او غیر مشاہرہ یا بی سے کچھ تعلق
نہیں ہے۔ اسلئے کہ قواعد کا مقصود قابل استعمال اختیارات کا امتیاز ہے۔ جواہر نے
قواعد سے قبل حکام مقتدر کی معلومات امدان کی رائے پر موقوف تھا۔ اور بروئے
فہم عدلیک خاص مدت تک انجام دہی کار اس کا معیار کہا گیا ہے۔ ان کے تقریر سے
قبل حکام مقتدر نے اس کی قابلیت کی جانچ کر کے اختیارات ضلع کے استعمال کے
لئے ان کی قابلیت تسلیم کرنے کے بعد انہیں ناظم ضلع مقرر کیا ہے۔ اور ان کی کارگزاری
سے اس کی تصدیق بھی ہو چکی ہے۔ کہ قابلیت مطلوبہ قواعد انہیں موجود تھے پس
برجہ مذکورہ ثابت ہے کہ فقرہ مذکورہ قواعد نہ نظامت ضلع پر بلا مشاہرہ ان کے
تقرر کامل ہے نہ اس سے تعلق ہے۔

(۳) یہ کہ سرکار نے ابتداءً ۱۹۱۹ء میں عدالت عالیہ کو برت غلوی جائداد انکا
نام پیش کرنے کا حکم دیا گو اسکے بعد عدالت عالیہ نے بذریعہ مراسلہ ۱۹۱۹ء
۱۲ اسفند ۱۳۳۸ء بطما حقوق و لیاقت عمدہ صدر مضفی سرکار میں ان کے لئے
تحریک تو کی لیکن حسب حکم سرکار کسی جائداد کے لئے ان کا انتخاب نہیں کیا
مراسلہ مذکورہ کے جواب میں ہی سرکار نے انتخاب پیش کرنے کا حکم دیا اور دفتر پرنسپل
پرائیویٹ سکریٹری سے مستند صاحب عدالت کو علیحدہ ان کے تقریر کا حکم دیا جس کے
سلسلہ میں علیحدہ عدالت عالیہ کو انتخاب پیش کرنے کا حکم دیا اور باوجود جائدادوں کے
خالی ہونے کے جب تین سال تک ان کا نام کسی جائداد کے لئے عدالت عالیہ سے نہیں
پیش ہوا تب سرکار نے ان کا انتخاب دہ پیش ہونے کے وجہ قابل غور خیال فرما کر
۱۲ محرم ۱۳۳۹ء کو مستند صاحب عدالت کو حسب ذیل حکم دیا۔

۱۲ محرم ۱۳۳۹ء میں اس قدر تاخیر کے علل یہ ہو سکتے ہیں کہ

جلد حسب احکام سابقہ کیا جائے۔ اگر اس تقرر میں اور تاخیر ہووادے
دست سہ سالہ ختم ہو جائے تو اس گشتی کا کوئی اثر ان پر نہ پڑے گا اور یہ
مستثنیٰ سمجھے جائیں گے۔ یہ قطعی حکم ہے اس کا خیال رہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ سرکار کو ان کے حقوق آبائی ہی محفوظ تھے۔ اور انکی لیاقت ذاتی کا
بھی لحاظ تھا۔ لہذا پیشی انتخاب میں تعویق سے جو خطرہ ان کے تقرر میں پیدا ہو سکتا
تھا اس کا سرکار نے حکم مذکور کے ذریعہ سے پورا انسداد فرمادیا۔ اور چونکہ وعدہ صدر
مندرجہ مراسلہ عدالت عالیہ متذکرہ بالا کا یہی سرکار کو لحاظ تھا اور آئندہ قواعد ملازمت
مابعد کے اجوائے معلوم تھے۔ جن سے استغناء اور ایفاء وعدہ کے لحاظ سے
سرکار نے ۳۰ محرم ۱۳۳۷ھ کو ان کا انزیری صدر منصفی اورنگ آباد پر تقرر فرمادیا۔
پس گو حکم مذکور میں آئندہ کے قواعد ملازمت سے ان کا استثنیٰ درج نہ ہو لیکن منشا
مندرجہ حکم قواعد سے ہی استثنیٰ پر جاری ہے۔ اور صاف و صریح طور پر احکام مذکور کا
منشایہ ہے کہ جب ان کا تقرر ہو حسب قواعد زمانہ صدور احکام مذکور ہوگا۔ جس قدر
ملاقات آئندہ پیدا ہوں گے اور اس سے یہ مستثنیٰ رہیں گے۔ اور جب سرکار نے احکام
مذکورہ کے ذریعہ سے ان سے متعلق اپنا منشا حسب مذکورہ بالا ظاہر فرمادیا ہے تب
ادکی برعکس اس اعتراض سے ان کا تقرر نہیں روکا جاسکتا۔

(۳) یہ کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قبل از نفاذ قواعد ملازمت یہ ناظم ضلع نہیں
مقرر ہوئی اور اسی وقت ان کا ابتدائی تقرر پیش ہے۔ اور اس وجہ سے کہ انھوں نے
اس سے قبل تین سال تک عدالتی کام بافتیارات ماتحت ضلع نہیں انجام دیا لہذا بروئے
ضمنی سوم ان کا تقرر نظامت ضلع پر نہیں ہو سکتا۔ تب بھی جس مزاج کی نظامت ضلع
کے لئے ان کا انتخاب و پیش ہوا ہے اس مزاج کی انھیں دوسری خدمت صیغہ
عدالت میں دیئے جاتے ہیں تو قواعد مذکور کے طور پر لے نہ ہوتے تھے۔ بلکہ یہ کہ قواعد کے

فقہہ مذکورہ میں (نظامت ضلع یا اوس کے مساوی درجہ کی خدمت) درج ہے (اوساٹا) کا مفہوم اختیارات میں۔ نظامت ہائے بلدیہ برائے اختیارات نظامت ضلع کے مساوی ہیں۔ تابعین نظامتے بلدیہ (جو نظامتے درجہ دوم و سوم کہلاتے ہیں) نظامتے بلدیہ کے ماتحت میں اور ان کے اختیارات بہت کم ہیں اور نظامت ضلع کے ہم درجہ نہیں ہیں۔ لہذا وہ فقہہ مذکور سے خارج ہیں۔ نظامت دویم دیوانی و فوجداری بلدیہ نظامت تحرک شدہ کے مساوی المداجب ہے۔ پس نظامتے دوم دیوانی و فوجداری بلدیہ میں جو ترقی کا مستحق ہوتا اوسے وظیفہ یاب کی جگہ ترقی دے کر نظامت دوم پر ان کا تقرر کیا جاسکتا تھا۔ نامنتظری انتخاب عدالت العالیہ کی ترکوئی وجہ نہیں تھی۔

(۴) یہ کہ عدالت کی تحرک سے ظاہر ہے کہ عدالت العالیہ نے فقہہ سوم قواعد ملازمت برجہ مندرجہ ضمن اول غیر متعلق سمجھ کر نظامت ضلع کے لئے ان کا انتخاب پیش کیا تھا۔ ورنہ خود عدالت العالیہ یہ مذکر کرتی کہ فقہہ مذکورہ مانع ہے۔ اور جب عدالت العالیہ فقہہ مذکور کو غیر متعلق اور غیر سروس تسلیم فرما چکی ہے۔ تو اگر بروقت تحرک اوسکی کوئی بحث نہیں تھی۔ اسوجہ سے عدالت العالیہ کو اوس سے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر اب چونکہ نامنتظری اسی اعتراض پر مبنی ہے۔ لہذا اسکی ضرورت ہے کہ عدالت العالیہ اس مخالطہ کی تردید فرما کر سرکار کی توجہ انتخاب کی یا مضابطہ اور بجا ہونے کی طرف مائل فرما کر منتظری کی استدعا کرے۔ امید ہے کہ اسباب میں عدالت العالیہ سے مکرر تحرک فرمائی جائیگی۔

(۵) ہائی کورٹ کے کل حکام نے بالاتفاق نیم سرکار سے متذکرہ پر غور کرنے کے بعد سرکار میں حسب ذیل تحرک فرمائی:-

مولوی محی الدین خان صاحب کی درخواست محکمہ سرکار میں بھیج کر لکھا جاوے کہ مولوی صاحب مہضوف کی درخواست فی الحقیقت قابل لحاظ ہے چنانچہ

مجلس نے مولوی سید علی امجد صاحب کے سلسلہ کے انتظام میں سفارش کی تھی کہ مولوی بشیر الدین احمد کا تقرر پانسور دہیہ کی جگہ پر کیا جائے اسوجہ سے کہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹریٹ لاء ہیں اور تقریباً ایک سال تک صدر منصفی اورنگ آباد کا کام انھوں نے بحیثیت آئری صدر منصف انجام دیا ہے۔ جو تقسیم انھوں نے پائی ہے اس کے لحاظ سے انکی خدمات سررشتہ عدالت میں زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ ان کی لیاقت کے علاوہ ان کے حقوق آبائی اس ریاست میں خصوصاً سررشتہ عدالت میں ایسے ہیں جو سرکار سے مخفی نہیں ہیں مادہ جو نظر انداز نہ ہونا چاہیے اسلئے مجلس عالیہ عدالت اسید کرتی ہے کہ سرکار ان کے حقوق پر لحاظ فرما کر ان کو قواعد تقرر و ترقی عہدہ داران عدالت منظورہ سے خاص طور پر مستثنیٰ فرمائینگے اور نظامت عدالت دیوانی۔ مرآعی پانچلو روپیہ پر ان کا تقرر منظور فرمائینگے۔ ہائی کورٹ کی اس متفقہ تحریر پر صدر صاحب عدالت نے گزارش مترتب فرما کر معین المہام بہادر عدالت کے ملاحظہ میں پیش کی۔ اس دفعہ جناب معین المہام بہادر عدالت نے ہی ہائی کورٹ کی متفقہ رائے سے اتفاق کر لیا اور مدار المہام بہادر نے یہ لکھا کہ معتمد عدالت نے اب پھر مجلس عالیہ کے مذکورہ بالا متفقہ تحریر سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔ معین المہام بہادر عدالت کو بھی اتفاق ہے۔ خانہ زاد کو بھی اتفاق ہے۔ اب اس بارہ میں بارگاہ خسروی سے جو حکم صادر ہوگا حسب سبب و چشم تعمیل کیا جائے گی۔

(۴م) جب یہ گزارش اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی کے ملاحظہ میں پیش ہوئی تو حضرت نے حسب ذیل حکم صادر فرمایا۔ ہماری معین المہام عدالت اور مجلس عالیہ عدالت کی رائے معروضہ مردہ کے مطابق بشیر الدین احمد بیرسٹریٹ لاء کا تقرر بہ لحاظات خاص نظام دیوانی ضلع مرآعی (ص) پر کیا جائے۔ جسکی تعمیل میں معتمدی عدالت سے مراسلہ اجل ہوا

انصوحوم بالا استقلال ناظم دیوانی ضلع بیدر بمرا جب پانچ سو مقرر ہوئے۔ عدالت العالیہ
بذریعہ مراسلہ ۲۶۴۱ ان مورخہ ۱۸ دی ۱۲۵۶ حکم مذکور جاری فرمایا اور صدر عدالت
صوبہ بلگرام کو اس سے مطلع کیا۔ صدر عدالت سر صوفہ نے بذریعہ مراسلہ ۱۲۵۶ ان مورخہ
۲۹ دی ۱۲۵۶ مرحوم کو نظامت ضلع بیدر کا چارج لے کر کام شروع کرنے کا حکم دیا۔
اوکی تیل میں مرحوم نے ۲۹ دی ۱۲۵۶ کو نظامت دیوانی ضلع بیدر کا جائزہ لے کر
کام شروع کر دیا۔

(۴۴) انہیں عدالت ضلع بیدر میں (دو ہی ہفتہ کام کرنے کا موقع ملا تھا کہ علیحدہ
ظاہرہ العالی کے ایوان شاہی واقع اوٹی کے اہم مقدمہ کی ترتیب اور ترجمہ کاغذات لکھنے
کے لیے صدر الہام صاحب حرف خاص نے مرحوم کا انتخاب کر کے معتمد صاحب عدالت
کو صرف خاص میں ان کے پیچیدہ کے حکم دیا۔ اور حکم جناب معین الہام بہادر عدالت
ہائی کورٹ کو معتمدی عدالت سے حکم دیا گیا کہ جلد انہیں صدر الہام صاحب حرف خاص
کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ اور حکم ہائی کورٹ انہیں (۱۷) ماہ فروری ۱۲۵۶
کو نظامت ضلع کا چارج دے کر حیدر آباد روانہ ہونا پڑا۔ چارج لینے کی تاریخ سے چارج
دینے کی تاریخ تک انہیں صرف (۴۳) ایام دیوانی کام کے لیے ملے تھے جنہیں انہوں نے
۸۵ مقدمات ابتدائی واپس نمبر ۱ علاوہ متفرق دائرہ نظامی کام کے فیصلے کئے تھے۔
اور ما سوا اس کے فوجداری کام کے لیے (۱۱) دن ملے تھے۔ جن میں (۲۳) مقدمات
فوجداری انہوں نے فیصلے کئے۔ مجموعہ (۵۴) ایام میں حسب مذکورہ بالا کام انجام
دیا جا چکی توجہ اور کارگزاری کی دلیل ہے۔

(۴۴) مہنہ مرحوم ادھے کے مقدمہ ہی میں مصروف تھے کہ عدالت العالیہ نے بعض
تبدیلیات بعض حکام عدالت ہائے ضلع انہیں بھی ضلع بیدر سے تبدیل کرنے کے
لیے سرکار میں تحریک کر دی اور بذریعہ مراسلہ معتمدی عدالت ۱۲۶۱ ان مورخہ ۲۶

یہ ضلع اورنگ آباد پر تبدیل کئے گئے۔ عدالت عالیہ نے پتھیل حکم سرکار صدر عدالت
صوبہ اورنگ آباد و گلبرگہ کو حکم تبدیل کی تعمیل کا حکم دیدیا۔ مگر چونکہ یہ کار خاص پرورد
تھے۔ اسوجہ سے تاخیر کا رجائے متبدلہ پر نہیں جاسکے آبان سنہ ۱۱۸۵ تک یہ اپنا
متعلقہ کار خاص انجام دے چکے تھے۔ لہذا صدر الہام صاحب صرف خاص نے
گوبذریہ مراسلہ سالانہ مورخہ (۴) آبان سنہ ۱۱۸۵ ان کی واپسی کا حسب ذیل حکم دیا تھا
یہ واپس کئے جاتے ہیں۔ تاکہ انہیں ان کی خدمت پر مسجد یا جائے
انہوں نے یہاں جس احتیاط اور محنت و لیاقت کے ساتھ اپنا مقررہ
کام انجام دیا ہے وہ قابلِ تعریف ہے اور ان کی کارگزاری کی نسبت
الہام سرست کیا جاتا ہے۔

لیکن پھر صدر الہام صاحب صرف خاص نے مقدمہ اونٹن کی ضرورتوں سے معر
کردار رکھا تھا اور بالآخر دریم بہمن سنہ ۱۱۸۵ کو انہیں واپسی کی اجازت دی تھی۔ اور
انہوں نے اورنگ آباد پہونچکر نظامت ضلع کا چارج لیا۔ اور کام شروع کیا۔
(۴۴) مگر بوجہ ناسازی مزاج یہاں بھی انہیں زیادہ عرصہ تک کام کرنے کا موقع نہیں
ملا۔ اور ۲۲ فروری سنہ ۱۱۸۵ سے انہیں خصت خاص سے استعفا دے کر ناپڑا۔ جسکے
بعد انہیں علالت کی طوالت کے سبب سے ۲۹ رعد واد سنہ ۱۱۸۵ سے (۱۱) ابدی بہشت سنہ ۱۱۸۵
تک طویل خصت بیماری یعنی پڑی۔ اور بد قسمتی سے عبدالسلام صاحب منصرم معزز ہوئے
جنہوں نے ایسی عدالت ضلع میں جہاں کا سالانہ مرجعہ بہت تھا دو سال میں صرف
چند مقدمات ابتدائی اور (چند) مقدمات اہل مجموعہ قلیل مقدمات کے انفصال سے
نیا وہ کچھ کام نہیں کیا اور علاوہ زمانہ سابق کے کثیر العدد بقیایا کے دو سال کا متدارہ
بھی بقیایا میں شامل ہو کر اس قدر بقیایا جمع ہو گیا۔ جسے ایک حکم کسی طرح انجہام
نہیں دے سکتا +

(۴۳) مرحوم نے رخصت سے واپس آکر جائزہ لیا۔ اور کام شروع کیا۔ چونکہ ہنوز انہیں طوالت علالت کی وجہ سے کما حقہ قوت جسمانی نہیں آئی تھی۔ اور بہ لحاظ کار مجتہد کے اسکے سوا چارہ نہیں تھا کہ معینہ و قنات کے علاوہ غیر معمولی طور پر کام انجام دیا جائے۔ اور ان کا اخلاق اور ہمدردی انسانی اسکی مقتضی نہیں تھی کہ وہ اہل صحت کی تکلیف دہیں اور اسکی کچھ پرواہ نہ کریں۔ وہ ہمیشہ اپنی ذات عامہ و خلایق کو ترجیح دینے کے عادی تھے۔ لہذا انہوں نے نہ اپنی صحت کی قربانی کی کچھ پرواہ کی نہ ناقابل برداشت محنت کا کچھ لحاظ کیا اور شبانہ روز انفصال مقدمات میں نہایت غیر معمولی طور پر مصروف رہے۔ جب تک نتیجہ یہ ہوا کہ انکی غیر معمولی محنت کا اثر انکی صحت پر پڑا اور انکی صحت خراب ہو گئی۔ جس کی وجہ سے انہیں ۱۹۔ امرداد سنہ ۱۳۵۶ کو تین ماہ کی رخصت خاص کے در خواست کرنی پڑی اور عام طور پر جس قدر عرصہ اس قسم کی در خواستوں کی منظوری میں ہو کر تا ہے اسی کے اندازہ سے انہوں نے حصول منظوری رخصت کی امید کر کے حسب رائے مبالغہ منہج شروع کر دی۔ مگر نتیجہ سے اس دفعہ منظوری رخصت میں نہایت غیر معمولی تعویذ ہوئی۔ اور بہ لحاظ ضرورت مہل ہر چند انہوں نے بذریعہ تار ہائی کوٹ سے کام چھوڑنے کی اجازت چاہی لیکن ہائی کوٹ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ اور ان وجہ سے انہیں نانہ معینہ منہج سے بہت زیادہ عرصہ تک منہج استعمال کرنی پڑی جس سے ان کا مزاج اور زیادہ خراب ہو گیا۔ ۲۴۔ مہر سنہ ۱۳۵۶ کو عدالت العالیہ کا مراسلہ لسان مدنفہ ۲۰ مہر منظوری رخصت سے متعلق دو ماہ کے بعد وصول ہوا۔ اور بے وقت رخصت کی منظوری ملی حیثیت میں بہ لحاظ موسم کے کوئی موقوفہ منالجہ کا نہیں تھا لہذا وہ رخصت سے مستعید نہیں ہونا چاہتے تھے اور ان کا قصد تھا کہ وہ سنہ ۱۳۵۶ کو ختم کرنے کے بعد آئندہ علاج کے مناسب موقوفہ پر رخصت سے استفادہ حاصل کریں

لیکن بد قسمتی سے اون کے پاؤں میں ایسی شدید بیماری لگی جسکی وجہ سے شکست
برفاسٹ سے عاجز ہو گئے اور علاج سے جلد فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا مجبوراً انہوں
کو آباں سنگھ سے خط و کتابت خاص مدنی سے ماہ منظور شدہ سے اس کے لئے
کیا۔ اور بڑا حصہ اس شخصیت کا اسی پاؤں کی مرہج کے علاج میں گزر گیا اور مختلف
علاوتوں کی وجہ سے روز بروز ضعیف ہوتا گیا۔

(۴۴) چونکہ مرحوم کے والد سنگھ سے نظامت صوبہ اورنگ آباد پر مامور تھے اور
نہایت طویل زمانہ تک خدمت مذکورہ پر مامور رہے۔ اور مرحوم بھی مختلف اوقات
میں اپنے والد کے پاس اورنگ آباد میں رہتے تھے۔ اسوجہ سے مرحوم کو مغیر سنی کے
زمانہ سے اورنگ آباد کے باشندے جانتے تھے اور بہ لحاظ اون کے اخلاق و عادات
اور حمدی اور ہمدردی کے قابل قدر سمجھتے تھے۔ صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد ہی
میں مرحوم نے عملہ کا کام سیکھا تھا اور انفضالی کام بھی ہیں کتب قانون کی ہیں
یہاں کے قانون پیشہ اشخاص اون سے اور وہ قانون پیشہ اشخاص سے بخوبی واقف
تھے۔ اور عام طور پر اورنگ آباد کی رعایا کے اون کی نسبت بہت اچھے خیالات تھے جب
یہاں اور میری ناظم ضلع معزز ہوئے تو اون کے اس نقرر سے عام طور پر اہل اورنگ آباد
نہایت خوش ہوئے اور اونہیں انصاف سے متعلق پورا اطمینان ہو گیا۔ اور جب عدالت
نے عہدگی سے کام انجام دینا شروع کیا تو عملی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ نہایت طور مختصر
کیساتھ بہت جلد وہ کام انجام دیتے ہیں اور عدالتی کام کے لینے نہایت مفید
عہدہ دار ہیں۔ چنانچہ بعد نقرر ہو گاری مہتمی عدالت جب وہ اورنگ آباد سے علیحدہ
جانے لگے تو عموماً اہل اورنگ آباد کو اون کا یہاں سے جانا سخت ناگوار گزارا خصوصاً اس
وجہ سے کہ مولوی علی الدین بن خان صاحب ناظم ضلع کثرت کاری کی وجہ سے اکثر مقدمہ
بلا کارروائی تبدیل کر دیتے تھے۔ اس عدالت میں مرجعہ کی تھیلہ زیادہ تھی اسوجہ سے

بقایا بڑا تاجا تھا اور اہل مقدمات التوئے مقدمات سے سخت پریشان ہوتے تھے جب سے یہ اوریری ناظم ضلع مقرر ہوئے تھے تو بکثرت مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ اور کوئی مقدمہ بلا کارروائی ملتوی نہیں ہوتا تھا۔ ہر وقت کام ہوتا تھا جس سے اہل مقدمات بہت خوش تھے اور رعایا نے اورنگ آباد کی یہ آرزو تھی کہ مرحوم مستقل ناظم ضلع اورنگ آباد ہوں۔ چنانچہ جیب مرحوم عدالت ضلع اورنگ آباد میں تبدیل ہوئے اور اسکی اطلاع اہل اورنگ آباد کو ہوئی تو عام طور پر اس تبدیل سے اہل اورنگ آباد از حد خوش ہوئے۔ امدان کے چارج لینے کا بیقراری کے ساتھ انتظار کرتے رہے تا آنکہ صرف خاص سے وہ واپس ہوئے۔ اور عدالت ضلع اورنگ آباد کا چارج لینے کے لیے حیدر آباد سے روانہ ہوئے۔

اس اطلاع سے اہل اورنگ آباد بہت خوش ہوئے اور کثیر التعداد مجمع ریکو اسٹیشن پر ادون کے استقبال کے لیے جمع ہو گیا امدان کے اس تبدیل پر بہت کچھ اظہار مسرت کیا۔ گروہ بھی نہایت خوشی کے ساتھ عدالت ضلع اورنگ آباد کا کام انجام دینا چاہتے تھے مگر بد قسمتی نے اس کا زیادہ موقع نہیں دیا۔ اور دو ہی مہینہ میں وہ علیل ہو گئے جسکی وجہ سے طویل زمانہ تک انہیں خصمت پر دہنا پڑا۔ اور جو صاحب ادون کی خصمت کے زمانہ میں منصرم ہوئے انہوں نے اپنے طریقہ عمل سے اہل اورنگ آباد کو انہیں زیادہ یاد دلایا اور مزید مدت ادون کے دل میں بڑھائی۔ واپسی خصمت کے بعد باوجود ناطاقی و ضعف کے جس محنت اور توجہ کے ساتھ انہوں نے عدالت ضلع کا کام انجام دیا وہ فی الحقیقت نہایت قابل تعریف اور قابل قدر تھا۔ اہل اورنگ آباد کے دل میں اس سے مرحوم کی اعلیٰ وجہ کی کارگزاری اور محنت اور لیاقت اور صداقت اور دیانت ایسی منقش ہوئی ہے جس سے ہمیشہ انہیں وہ یاد آتے ہیں۔ اور ہر ناکس اورنگ آباد کا از حد دلچسپ ہے۔

(۵۴) سرکار علی کا جو مطالبہ محمد ن خان کنٹر اکثر ایوان شاہی واقع اولیٰ کنڈ پر ہوتا اور نیز کنٹر اکثر سرکار پر اپنا مطالبہ بیان کرتا تھا جس کے لئے کمیٹی منحصر ملیرم بغرض تحقیقات والفضل مقرر ہوئے تھے۔ چونکہ نہ منجانب سرکار اس مقدمہ میں دیکھاتے نہ منجانب کنٹر اکثر اور نہایت غیر معمولی پیچیدگیوں پر اس مقدمہ کے اجراء متعلق تھے اور جب کلر قانون پیشہ اشخاص کو بھی اس کا سمجھنا از حد دشوار تھا۔ لہذا اسکی ترتیب دینے اور سمجھانے اور اسکی انگریزی کا غذات کے ترجمہ کے لئے مرحوم کا انتخاب ہوا تھا۔ مرحوم کے ترجمہ اور نوٹس دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ نہایت ہی غیر معمولی محنت اور جانکاہی سے وہ مقدمہ کی اصلیت تک پہنچے اور نہایت ہی عمدگی سے انہیں نے اس سے مرتب کیا۔ اور حق و باطل کو جدا کر کے دکھا دیا۔ اور نہایت ہی فصیح ترجمہ کرنے میں فن تعمیرات کے مصطلحات اور کا غذات کے لئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ان کے اس غیر معمولی استعانت کے منجھتہ کو اصلیت مقدمہ تک پہنچنا دشوار تھا۔ چنانچہ معتمد صاحب صرف حاصل علی حضرت علیہم السلام نے بذریعہ مراسلہ

سائن مورخہ ۲۸ آبان ۱۳۲۶ء معتمد صاحب عدالت کو لکھا کہ :-

مولوی بشیر الدین احمد خان صاحب بیرسٹریٹ لاناظم عدالت

دیوبند ضلع قرجان کا غذات انگریزی (ترتیب و مستند) و خلاصہ

نوٹس (مقدمہ ایوان شاہی واقع روٹے) سے کمیٹی ثالثی کو بہت

مدد ملی۔ اس سے متعلق فرمان خسروی صادر ہوا ہے کہ نہایت مست

کی بات ہے کہ ایک پیچیدہ مقدمہ کی بہت عمدگی سے کیسٹی ہوئی

پیری طرف سے اظہار خوشنودی کر دیا جائے مولوی بشیر الدین احمد

خان صاحب سے اظہار خوشنودی اعلیٰ حضرت فرما دیا جاوے۔ و مستند

صاحب عدالت نے بذریعہ مراسلہ ۲۸ آبان ۱۳۲۶ء مستند بحوالہ

مراسلہ مذکورہ یہ لکھا کہ۔

تفیل فرمان خسروی نہایت مسرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں بغیر اطلاع انہما روغنہ دوی حضرت اقدس سرہ ہمارا مل ہے“
(۴۶) رحمتیت مرحوم نے جو محنت مشاقہ معتمدہ ادنیٰ کے بچنے میں کی تھی اور نہیں صیفہ تعمیرات کے (۱۱۲) اشلاہ دیگر وفا ترکے (۲۰) اشلاہ کلچور معائنہ کرنا پڑا۔ اور کثیر التعداد کا قذرات مدخلہ فریضہ میں مقدمہ کا اور ضروری کا قذرات اشلاہ کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنا پڑا۔ اس سے غیر معمولی محنت لے ادنیٰ محنت خراب کردی اصلی بنیاد ملاقات وہی تھی جسکی وجہ سے زاید از دو سال تک اور نہیں معالجہ میں مصروف رہنا پڑا۔ مگر پھر بھی ادنیٰ وہ محنت نصیب نہیں ہوئی۔ جو معتمدہ یعنی کلام شروع کرنے کے وقت تھی +

(۴۷) یہ شخصیت خاص جس سے انہوں نے مجبوراً استفادہ شروع کیا تھا اور ان کی آخری خدمت تھی۔ اسی شخصیت سے استفادہ کے زمانہ میں ادنیٰ آباد میں دباؤ انفلاز کا دورہ شروع ہوا۔ جسکی وجہ سے اکثر اموات واقع ہوئیں اور بہت ہی کم مریض اس مرض سے جانبر ہوئے اور اس کے بعد ادنیٰ آباد میں دباؤ ہیضہ کا نہایت ہی خفیدہ دورہ ہوا جس میں چند ہی گھنٹوں میں مریض کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ اور اس کے دورہ میں بھی انفلاز کا دورہ سے کم اموات واقع نہیں ہوئیں۔ چونکہ (۱۱۷) مہینہ ۱۱۷۷ کو مرحوم کی رحمت ختم ہوئی تھی اسی روز انہوں نے نظامت مصلحہ کا جانچ و لہجہ اور پختگی سے شب یکشنبہ کو مرحوم کو بعد نصف شب پہنچا دیا کہ اگر رات اول سلسلہ میں کچھ نہ ہو تو دوسرے رات دیکھ کر حالت سخت خطر تک پہنچ سکتی تھی۔ وجہ سے اولاد کے والد کو نہیں سہو نہیں اور دیگر سوتیں قرآنی سنائی آئیں اور تومید کی تحفین کی تھی اور سب طریقہ مشائخین اور

توبہ کرا کے اور نہیں طریقہ قادریہ میں داخل کیا تھا۔ اور والدین بالذات اونکی خدمت میں مصروف تھے۔ اور اونکی محنت کیلئے دست بردار۔ چنانچہ خداوند کریم نے اپنے مایوس بندوں پر رحم فرما کر دوپہر کے بعد سے اونکی حالت درست کر دی تھی اور شب کو بھی ضعف شدید کے اور کوئی اثر مرض کا باقی نہیں رہا تھا۔ دوسرے روز اونکی حالت کسی قدر سنبھلی اور انھوں نے کسی قدر سرکاری کام بھی انجام دیا۔ دو تین روز ایسی حالت رہی جس سے کوئی خطرہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور بھیجہ ضعف شدید کے اور کوئی امر خطرناک نہیں تھا۔ کہ اون کے دانتوں میں درد شروع ہوا اور کثیر المقدار دانتوں سے خون بہا جس سے مزید ضعف بڑھ گیا۔ جمعہ کے روز بتایا کہ ۲۳ بہمن دانتوں کے درد میں ضعف پیدا ہوئی اور شب بیدار کے روز دانتوں کا درد جاتا رہا مگر ساتھ ہی شانوں اور گردن میں خفیف سادہ محسوس ہونے لگا۔ اور بروز یکشنبہ وہ درد بڑھ گیا۔ اور اونکی حالت غشی کی سی ہو گئی جس سے اون کے حواس بھی کسی قدر متاثر معلوم ہونے لگے اور سہ پہر کو اونکی باہیں آنکھ سے پانی جانے لگا۔ اور چہرہ سے لقوہ کے سے آثار محسوس ہونے لگے۔ بعد غروب نصف حصہ سر جانب چپ میں درد زیادہ ہونے لگا۔ جس کے لیے اوپر متعلقہ کی مالش شروع کی گئی اور سینک اوس سے بعد نصف شب اس قدر تخفیف ہو گئی کہ او نہیں نیند آگئی۔ لیکن صبح صاوتا کے وقت اونکی حالت زیادہ خراب معلوم ہونے لگی۔ اور وقتاً فوقتاً کرب بڑھتی گئی۔ ناک بند ہو گئی۔ جسکی وجہ سے ذہن سے سانس لینے لگے۔ اور بے ہوشی بھی بڑھتی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ماوہ لقوہ ہی قلب موثر ہو گیا ہے۔ ہر چند ڈاکٹر کے کوشش کی مگر کچھ موثر نہیں ہوئی۔ اور تقریباً ۷ بجے صبح کے بروز ثلثین بتایا کہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ اون کا سانس بند ہو گیا۔ گو نبض اوس کے بعد بھی کچھ دیر طبعی تھی۔ لیکن بالآخر معلوم ہوا کہ انتقال ہو گیا۔
 ۱۶۵

ڈاکٹر علاج کی یہ رائے ہوئی کہ مادہ لقصہ قلب پر اگر اسوجہ سے موت واقع ہوئی ہے
 (۴۸) ابتداء سے علالت سے واقعہ موت تک خود اذن کے والدین انکی خدمت
 میں مصروف تھے اور انہیں کے سامنے واقعہ جانکاہ پیش آیا۔ اور خداوند کریم نے
 انہیں صبر و استقلال عطا فرمایا جس سے وہ بقیام حواس مرحوم کی پیہر
 تکفین میں مشغول ہوئے اور خداوند تعالیٰ کے فضل سے حضرت شاہ عالم حسین
 صاحب قادری کی درگاہ میں جو (مشاہیر اولیائے کبار اورنگ آبادیوں) اچھی جگہ
 مرحوم کے تدفین کے لیے مل گئی۔ اور عربی حضرات اذن کے غسل و تکفین کے لیے بہم
 ہو گئے۔ اور نہایت عمدہ طور پر پوری شریعت شریف کی پابندی اور احتیاط کے ساتھ
 اذن کے غسل و تکفین کا عمل ہوا۔ چونکہ مرحوم نہایت ہر دلنریز شخص تھے۔ اور
 اہل اورنگ آباد کو اذن سے علم طور پر خاص قسم کی محبت و عقیدت تھی۔ لہذا بغور اطلاع
 واقعہ عام طور پر تمام شہر اورنگ آباد میں نہایت غیر معمولی طور پر سوچ و اہم کے آثار
 نمودار ہوئے۔ اور جملہ سرکاری عہدہ داران اور وکلا اور عمال کے علاوہ اکثر غرض بان
 و معززین شہر مشابعت جنازہ کے لیے جمع ہوئے شروع ہو گئے۔ قطع نظر اہل اسلام
 کے اہل ہنود بھی اگر جمع ہو گئے۔ اور بہت ہی بڑی کثیر التعداد جمع نے مشابعت کی اور
 نماز جنازہ میں بوجہ کثرت اشخاص کے پانچ چھ جماعتیں نمازیوں کی ہوئیں اور وہ
 جمع کثیر تدفین میں شریک رہا۔ اور بعد نظر نہایت عمدہ طور پر تمامی احتیاطوں کے
 ساتھ تدفین عمل میں آئی آخری وقت میں جب جمع کو مرحوم کی صورت دکھائی گئی، جو
 تو وہ بمقابلہ زمانہ حیات کے نہایت تندرست معلوم ہوتے تھے۔ اور ان کا چہرہ
 اس قدر منور تھا کہ کبھی زندگی میں اس قدر بادلوق اور مسنوران کا چہرہ نہیں دکھائی
 دیا تھا۔ اور چہرہ سے اعلیٰ درجہ کے خوشی کے آثار نمایاں تھے اور ایسی مسکراہٹ
 معلوم ہوتی تھی گویا ہنس رہی ہے۔ یہ آثار اذن کا خاتمہ پیہر ہونے اور رحمت الہیہ

بجٹش کے معلوم ہوتے تھے۔ جو نتیجہ اونکی نیک نیتی اور نیک کرداری اور صفائی
باطن کا تھا۔ اس وقت تمام حاضرین پر اس مشاہدہ سے ایک غیر معمولی اثر طاری
تھا بہر حال اس کے بعد قبر کا پٹا اندر رکھ دیا گیا۔ اور فاتحہ کے بعد مجمع نہایت رنج و الم
کے ساتھ منتشر ہو گیا۔ اور گئی روز تک اورنگ آباد میں عام طور پر مرحوم کی وفات
کا سخت رنج رہا اور جو اشخاص بوجہ عدم اطلاع یا اور کسی سبب سے بروقت نماز
جنازہ میں شرکت نہیں ہو سکی تھی۔ عرصہ تک وہ قبر پر اگر نماز پڑھتے رہے جدا
اشخاص اس طور پر وہاں آتے رہے جو عام طور پر مرحوم کے ساتھ خلوص کی دلیل ہے۔
(۴۹) بروز پنجشنبہ مرحوم کی فاتحہ سوم ہوئی۔ جس میں اس قدر کثیر مجمع تھا کہ درگاہ
کی بہت بڑی مسجد ارمن اسکا بھرا ہوا تھا بلکہ درگاہ کا احاطہ بھی اشخاص سے پڑھا
فاتحہ دہم و ستم اور یک ماہی میں درگاہ مجمع سے بھری رہی اور فاتحہ چہلم کے روز
تو سید مجمع رہا اور ہر فاتحہ میں صد یا اشخاص نے فاتحہ کا کھانا کھایا خصوصاً فاتحہ
سویم و چہلم میں تقریباً ہزار اشخاص فاتحہ کے کھانے سے مستفید ہوئے اور مرحوم کی
قبر بھی سویم ہی تک سچتہ بنگلی اور چہلم تک سنگ سرخ کا چوڑا اور توہیدین کریم
طور پر قبر مکمل ہو گئی۔ اور سنگ مرمر پر تاریخ مندرجہ ذیل کندہ ہو کر قبر کے سپردانہ نصب
ہو گئی۔

فاضل عادل شیر الدین احمد خان	فدوہ ابی الفضل نور شمع خاندان
مرید شاہ شجاعت گوہر ہائی خلق	زبدہ صاحب دانش عدل سرکار مراد
واریف حاتم افسون صد افسون شاہ	کریمت از جہان گردینہا ناگہان
گفتہ با فیروز خان سال انجمن چپان	عین مہر عدالت گردینہا ناگہان

جب آثارِ مرحوم کی پاک باطنی اندینک نیچی آمد و فرہادی انسانکی اطلاع
 سننے کے ہیں کماون کا ہر کام سہولت کے ساتھ عمدہ طہ پر انجام ہوا۔
 اندہمیشا دن کی فاتحہ و گہداشت قبر کے لیے معزز روپیہ کے ریلے سے
 شیرزا دن کے والد نے زیر نگرانی سکار بدین مراد وقت کر دیئے کہ شیرزا مذکورہ
 کے منافع سے جو سالانہ بقدر (ماحتہ) کے ہوگا۔ اونکی فاتحہ سالانہ ہوتی
 رہے اور جو آدمی جا روپ گئی اور نگرانی قبر کے لیے مقرر ہو۔ اس سے بطور عادی و خدمت
 کچھ ملتا رہے۔ صاحب ضلع صاحب ثواب دیا آئی مذکورہ سے انتظام کریں گے۔
 (۵۰) اورنگ آبادی کے باشندے مرحوم کے انتقال سے متاثر نہیں ہوئے
 بلکہ عن حضرات سے مرحوم یا دن کے والد کی شناسائی تھی انھوں نے جن وقت
 اس واقعہ کا نکاح کی بابت اطلاع پائی۔ اس واقعہ سے بہت سخت متاثر ہوئے
 اور انہوں نے بذریعہ تار برقی یا خطوط کے اپنے رنج و الم کے اظہار کے ساتھ ہمدردی
 ظاہر کی۔ گویا ایسی تعزیت ناموں کی تعداد بہت کثیر ہے ہر طبقہ کے کثیر اشخاص نے
 مرحوم کے والد کو تعزیت نامہ لکھے ہیں اور ان کے ساتھ بہ کمال قدیم تعلقات
 کے بہت کچھ ہمدردی کی ہے۔ جن کا اس موقع پر اندراج خالی از طوالت نہیں ہے
 لہذا صرف بعض قابل ذکر ناموں اور خطوط کا حسب ذیل ذکر کافی سمجھا گیا۔
 (۱) حضرت امیراہیم سیف الدین صاحب بغدادی صاحب بجاہ حضرت
 غوث الاعظمؒ نے اس واقعہ کی اطلاع پر تحریر فرمایا ہے:-
 ”کہ اس واقعہ سے انتہائی درجہ کا غم اور افسوس ہوا۔ بہ لحاظ مرحوم
 کی عمر شباب اور دن کے کمالات کے مرحوم کے والد کو انتہا
 درجہ کا غم و الم ہوا ہوگا۔ اسلئے کہ مرحوم مثل ان کے
 دست راست یا اوس سے بھی زیادہ تھے۔“

(۲) جناب نواب سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار مالی نے بندہ یحییٰ سید گران
۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء کو سخت رنج و ملال کا اظہار فرمایا اور

(۳) جناب مہاراجہ بہادر سرینا السلطنت کشن پرشاد بہادر پیشکا
سابق مدار المہام دولت تصفیہ نے (۱۱) ربیع الثانی ۱۳۳۷ء کو حسب ذیل تہ
نامہ تحریر فرمایا:-

افسوس ہذا افسوس کج آپ کے ہم نہار فرزند رشید و سعید مولوی شہید
صاحب بیر سٹریٹ لا صدر منصف اورنگ آباد کے انتقال پر ملال
خبر حشت اثر نے تشاد کے زخم ہائے کہن کو تازہ کر دیا۔

فی الحقیقت جدائی اور وہ بھی ایسے نوجوان ہونہار رشید و سعید فرزند
کی دہائی جدائی کا داغ اوس زمانہ میں جبکہ عمر دواں کی آخری منزل
طے کرنے کا زمانہ ہے۔ جس قدر سوچاں مدح ہو کم ہے۔

یہی وہ داغ ہے جو انسان کی زندگی تلخ کر کے زندہ دل کو گریبا
مگر کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ جو کالبد علی کو مدم سے مار
درد و شہد میں آیا ہے اسکو ضرور اپنی اصل کی جانب رجوع کرنی
خضر کو بھی ایک دن تو موت ہو

گو نام میں بجے لاکھوں برس

مشیت ایزدی میں چارہ کار نہیں۔ انسان بجز صبر اور کیا کر سکتا۔
ہر چیز کہ صبر فعل اضطرابی ہے اختیاری نہیں لیکن وہ حکیم مطلق و
برحق اپنے فضل و کرم سے توفیق صبر عطا فرمادیتا ہے جس پر نظام ک
عالم کا انحصار ہے۔

الحاصل اب یہ دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میر

عطا فرمائے اندک پتھر بیچ پیمانہ گان کو صبر جمیل اور ذلیل سے
برہنہ باب فرمائے۔

(۴) جناب صدر المہام صاحب صرف خاص و مالکداری نے ہی حسب ذیل تحریر
کے ساتھ اظہار رنج فرمایا۔

مذہب حرشت آخری صحت کی عنایت نامہ سے ہوئی۔ اولاً کسی ہی ہو
عزیز ہوتی ہے۔ اور پھر لائق اور نیک چین بھی ہو تو کیا کہنا ہے ایسی بات
کی جدائی سے جان کی جبرائی بہتر ہے مگر مرضی الہی سے بجز صبر
کے کیا چارہ ہے۔ چونکہ نان خان کے مقدمہ کی وجہ سے مجھے جیلان
سے محبت ہو گئی تھی اسلئے سخت افسوس ہوا مگر کیا کر سکتا ہوں۔

(۵) اور جناب محمد گبر ترقی میدی جیسا مستند عدالت و کوثر الی اور عطاء صاحب
ذیل تحریر کے ساتھ اظہار راسخ فرمایا۔

مولوی اشیر الدین احمد خان صاحب مرحوم کے بیوقت مدد سے صرف
دوستوں اور اعرہ کو صدر ہو چکا یہ بیکاروں کے اس قبل از وقت استقال
سے سرحد عدالت کو بھی ناقابل تلافی نقصان ہو چکا جسکو لوگوں کے
جیسی دین اور گذر عہدہ دار کی خدمات قابل تحسین سے محروم ہونا
۱۹۱ مولوی محمد حسین صاحب (امین جنگ چیف سکریٹری سرکار عالی نے مرحوم
کو یاد کر کے لکھا ہے کہ ادنیٰ شکل عہد غریباں ہنوز آنکھوں میں پھر رہی ہیں اور رفاقت
علت پر بہت کچھ اظہار رنج و ملال فرمایا ہے۔

(۶) شاہ میر جنگ اسٹاف سرجن اعلیٰ حضرت برہمہ عالی نے یہ انتہائی کلام
کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ۔

افسوس ہزار افسوس کہ خاندان کا جراثیم ہو گیا سو زمین بدلے کے وقت

بلغ لٹ گیا

(۸) نواب عظام الدولہ بہادر نے بھی اس واقعہ پر نہایت سخت سختی کا اظہار فرمایا ہے۔

(۹) مسٹر جارج فدی اسپیکر جنرل ریسٹرٹن واسٹاسپ نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

ایسی لائق اور قابل اور ہر مناسبت رزند کا عالم شباب میں انتقال حریف
سچ و ملل کا باعث ہو کم ہے۔ کوئی دل ایسا نہوگا۔ جس واقعہ
ہو مشرک کو سنکر متاثر نہ ہو ہو۔ اور بہت کچھ اظہار سچ و افسوس
کیا ہے۔

(۱۰) مولوی محمد الدین صاحب کراؤنٹ جنرل سرکار عالی نے لکھا ہے کہ۔
”مروم سے مجھے ذاتی نیاز تو حاصل نہیں تھا۔ لیکن میں ادنیٰ بہت
تعریف سنتا تھا۔ اور محض ادنیٰ شہرت کی بنیاد پر میں نے اپنے دفتر
کے لیے مددگاری تصفیہ مقدمات پر ادون کا انتخاب پیش کیا تھا اور
مروم کے واقعہ انتقال پر اظہار سچ و ملل کیا۔“

(۱۱) بزرگ جنگ بہادر سابق صوبہ دار ادنگ آباد نے بھی نہایت افسوس و سچ و
ملل کے اظہار کے ساتھ تعزیت نامہ تحریر فرمایا۔

(۱۲) حکام ہائی کورٹ جس سے ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب نے بذریعہ تار اس
واقعہ پر سخت اظہار سچ و ملل فرمایا جنہیں خصوصیت کے ساتھ مروم سے محبت تھی
اور نیز مولوی غلام جبار صاحب اور مفتی نور العین الدین صاحب نے اپنے تعزیت
ناموں کے ذریعہ سے اس واقعہ پر بہت کچھ اظہار سچ و ملل فرمایا۔

(۱۳) مولوی قازی الدین صاحب اسپیکر ریسٹرٹن آرمائی کورٹ نے لکھا ہے کہ۔

میں بھی غمزدہ تھی اور سنی گئی کوئی لفظ ایسا نہیں ملتا جو تحریر میں
 لایا جائے اور کوئی تحریر یا تقریر ایسی نہیں ہو سکتی جو اس
 صدرہ عظیم کو ہلکا کر سکے اور محنت اظہار رنج و ملال کیا ہے
 (۱۴) مولوی عبدالصمد صاحب سابق سول سشن جج اورنگ آباد نے لکھا
 ہے کہ۔

”میرے غمزدہ قبل جب تک اورنگ آباد میں قیام رہا مرحوم کے
 اخلاق اور دیگر خوبیوں کا جو مجھ کو تجربہ ہوا ہے میں کبھی فراموش
 نہیں کر سکتا۔ اُن کے اچانک انتقال سے جس قدر افسوس اور
 روحانی صدمہ ہوا وہ ضبط تحریر میں نہیں آ سکتا۔ علیٰ ہذا۔
 (۱۵) مولوی امین الحسن سشن جج فواب سالار جنگ اسمیٹ نے بھی اظہار
 رنج و ملال کیا ہے۔

(۱۶) حکام اصناف میں سے مشرعی الدین علی خان صاحب اور مرزا داود بیگ
 صاحب تعلقہ داران ضلع کریم نگر و ضلع پریمپنی نے
 (۱۷) ساجد بیگ صاحب ناظم دارالقضائی حیدر آباد نے نہایت پرمرد و الفاظ
 میں اس واقعہ پر اظہار رنج و ملال کیا ہے۔

(۱۸) حکام ڈویژن میں سے۔ دویم تعلقہ دار صاحب جالندہ لکھتے ہیں کہ۔
 مرحوم کی دائمی مفارقت صرف جناب والا ہی کے لیے باعث رنج نہیں
 ہے۔ بلکہ کل قوم کے لیے موجب رنج ہے کہ اس کا ایک قابل ترین مکن
 اوس سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا۔

اور اظہار رنج و ملال فرماتے ہیں۔

(۱۹) نظر آئے دیوانی ضلع میں سے مولوی ابوالحمید صاحب مولوی نصیر الدین صاحب

نمائے سابق وصال شمع پر بجی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”عادیہ جانکاہ کی خبر سنا کر صدمہ ہوا وہ اعادہ تحریر سے باہر ہے“

(۲۰) مصنفین میں سے مولوی غلام حسین صاحب اور مولوی بخش الدین صاحب اور مولوی برکت اللہ خان صاحب اور رائے ہر پر شاہ صاحب نے اس واقعہ پر سخت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے۔

(۲۱) اور مولوی عبدالقادر صاحب سابق منتظم صدمہ عدالت کہتے ہیں کہ:-

گو سپر نو سالہ بچہ عجیب نیست

این مام سخت است کہ گویند جوان مرد

افسوس ہزار افسوس کہ شمع خاندان کا روشن چراغ ناگہانی باوجودی سے گل ہو گیا۔ اور بہت کچھ لکھ کر انہوں نے سخت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے۔

(۲۲) وکلاء و بانی کورٹ میں سے مولوی میر احمد شریف صاحب نے لکھا ہے کہ:-

مولوی بشیر الدین احمد خان صاحب کی مفارقت دائمی نے بے انتہاء

غم و الم پیدا کر دیا۔ مرحوم اپنے خاندان کے ماہ تابان اور ملک کے

مایہ نضر تھے۔ اور نو کی افق سے طلوع ہو کر ابھی بلند نہیں ہوئے

تھے کہ خوف اجل نے غم و الم کی تاریکی پیدا کر دی اور دود و زنیق

اور اپنا دے گا نہ سب کو رنج و الم میں مبتلا کر دیا۔ علی ہذا۔

(۲۳) حاجی محمد فیض صاحب نے بھی ایسا ہی کچھ لکھ کر سخت افسوس کا

اظہار کیا ہے۔

(۲۴) تحصیلداران تعلقات میں سے مولوی نصیر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ:-

مرحوم کے اوصاف و اخلاق نے پہلی ملاقات ہی میں اون پر ایسا اثر کیا

منا کہ ہمیشہ اداں سے ملنے کو ہی چاہتا تھا اور ان کے پاس سے
 اور ملنے کو ہی نہیں چاہتا تھا۔ ان کے تصویر آئینوں میں بہادر
 بارٹا فوکس ہوتا ہے »

(۲۵) ملازمن کو توڑالی میں سے مزدقم داس صاحب ہتھم کوڑالی پائے گاؤں نے بڑے
 تلامذہ سخت رنج و ملال سے مطلع کیا۔ اور سرورہ حسین صاحب ہتھم پائے گاؤں نے
 بڑے یوں خط کے سخت رنج و ملال کا اظہار کیا۔

(۲۶) سرکاری اہلکاروں میں سے غلیل اللہ خان صاحب اور منشی الدین صاحب
 اور منشی امیر الدین صاحب اور مرزا محمد صلیف صاحب۔

(۲۷) اور ساہوکاروں میں سے راجہ بہادر نہان مل صاحب ساہوکار و زمیندار
 بازار نے پرورد افلاطین نسزیت لکھی ہے +

تأم شد

